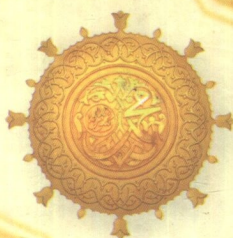


عہد نبویؐ میں اختلافات جہات۔ نوعیتیں اور حل

www.KitaboSunnat.com



پروفیسر محمد حسین مظہر صدیقی



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

عہد نبویؐ میں اختلافات جہات، نوعیتیں اور حل

DATA ENTERED

28729

پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی

www.KitaboSunnat.com

دارالنبی

الحمد مارکیٹ، آروم بازار، لاہور فون: ۸۸۹۸۶۳۹ ۰۳۰۰

جملہ حقوق محفوظ

۲۰۱۴ء

نام کتاب: عہدِ نبویؐ میں اختلافِ فاعت
مصنف: پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی
ناشر: دارالنبیؐ
صفحات: 264

ڈسٹری بیوٹرز

فتحیہ

رفعتی ایبٹ آباد سے پیر مٹا کر لکھنؤ

اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 32212991-32629724

کتاب سرائے

پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز،
مشیران کتب خانہ جات



فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور فون: 37320318 فکس: 37239884

ای میل: Kitabaaray@hotmail.com

انتساب

28729

عہد جدید کے ایک عظیم عالم دین

حضرت قاضی مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ

کے نام

28729

فہرست مضامین اختلاف

انتساب

تقدیم: حرف آغاز اختلاف

۶۸-۱..... بحث اول: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلافات صحابہ

۳..... تمہید

۵..... رسول ﷺ سے اختلاف صحابہ

۷..... دینی و فقہی اختلاف

۱۳..... فوجی معاملات میں اختلاف صحابہ کرام

۱۵..... انتظامی معاملات میں اختلاف صحابہ

۳۱..... مالی امور میں اختلاف صحابہ کرام

۳۹..... معاشرتی معاملات میں اختلاف صحابہ کرام

۵۵..... ازواج مطہرات کا اختلاف

۶۳..... ازواج مطہرات کے باہمی اختلافات

۱۷۲-۶۹..... بحث دوم: صحابہ کرام کے باہمی اختلافات

۷۱..... صحابہ کرام کے باہمی اختلافات

۷۳..... دینی اختلافات: وجوہ قراءت/ سبوحہ ارف

۸۱..... تفسیری اختلافات

۸۳..... تعبیر احادیث کے اختلافات

۸۶..... فقہی اختلافات

۹۲..... سنن کے اختلافات تنوع

۱۰۵..... سماجی معاملات میں باہمی اختلاف

۱۰۵	 طعام و مشروب، لباس، زیورات، خواتیم، آداب مجلس
۱۱۱	 نکاح و طلاق
۱۲۰	 سماجی مزاج کا اختلاف
۱۲۱	 ازدواجی جھگڑے
۱۲۳	 حجاب پر اختلاف
۱۲۵	 غلاموں سے بدسلوکی
۱۲۷	 اختلاف شیخین
۱۳۰	 گھریلو اختلافات
۱۳۳	 حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے اختلافات
۱۳۵	 مکانات کی تزئین
۱۳۳	 تفریح و موسیقی کے باب میں سماجی رویے
۱۳۷	 فوجی معاملات میں اختلافات
۱۵۳	 مالی معاملات پر اختلاف
۱۵۹	 اموالِ غنیمت اور اسلاب پر اختلاف
۱۶۷	 معاشی و اقتصادی امور پر اختلاف
۱۷۱	 سیاسی اختلافات
۹۶-۱۷۳	 محاکمہ، خاتمہ کتاب اختلاف
۱۷۵	 محاکمہ
۱۹۵	 خاتمہ کتاب اختلاف
۱۹۷	 تعلیقات و حواشی
۲۳۷	 منتخب کتابیات
۲۴۴	 اہم ثانوی کتابیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين ۝ والصلوة والسلام على سيد المرسلين ۝
وعلى آله واصحابه الطاهرين ۝ وعلى من تبعهم بإحسان الى يوم الدين ۝

تقديم: حرف آغاز اختلاف

(۱)

آغاز اختلاف انسانی تاریخ کے المیہ کے شروع ہونے سے قبل ہوا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار کی سخت ہدایت کے باوجود ممنوعہ درخت کا مزا چکھ لیا تھا صرف اس لالچ میں کہ ہمیشگی نصیب ہو جائے۔ آدم و ابلیس کا یہ واقعہ جنت جیسی جگہ میں شیطان اور نفس کے بہکانے سے وجود میں آیا تھا اور وہی تقدیر الہی کا فیصلہ تھا۔ انسان کی سرشت میں اختلاف، نزاع، تنازع، تضاد، تصادم، انکار و کفر کی جبلت بھی ودیعت کی گئی ہے تاکہ امتحان لیا جائے۔ اسی امتحان و آزمائش کے مرحلے سے حضرت آدم اور ابلیس لعین جنت میں گزرے اور اسی سے گزرنے کے لئے زمین پر پھینکے گئے۔

قرآن مجید نے اور دوسری کتب سماویہ نے اس سے پہلے انسانی فطرت کے اس اختلافی پہلو کا بار بار ذکر کیا ہے۔ قوموں نے اپنے انبیاء اور رسولوں سے اختلاف کیا۔ وہ اختلاف فکر و عمل مخالفت و آغاز بنا تو وہ کفر و شرک اور گناہ کہلایا تھا۔ اہل ایمان اور صاحبان تسلیم نے دین و شریعت اور امور حیات و ممات پر اختلاف کیا تو اس کا فیصلہ پیغمبر و وقت نے کیا کہ ان کا اختلاف جائز تھا یا ناجائز، ناجائز کی حد بندی کر کے اس کا کلی سد باب کیا، جائز اختلاف تھا تو اس کی اجازت دی اور ان کے باہمی اختلاف کے آداب، اصول و قواعد مقرر کئے، ان کے حل

کے طریقے بتائے اور عملی طور سے ان کو حل بھی کیا۔

اختلاف کی اس ہمہ گیری نے قرآن کریم کے ماہرین اور تفسیر و تعبیر کے عالموں کو اختلاف برائے تخلیق یا تخلیق برائے اختلاف کا نظریہ و فکر ایجاد کرنے پر اکسایا اور آیات قرآن سے ثابت کیا کہ انسان کی تخلیق ہی اختلاف کے لئے ہے حالانکہ وہ آیت کریمہ خاص اور دوسری آیات کریمہ عام ثابت کرتی ہیں کہ انسانی تخلیق دراصل رحمت الہی کے فیضان کے لئے ہے۔ اختلاف رحمت کا یہی تقاضہ ہے اور اسی بنا پر ایک قول حکمت ہے کہ اختلاف امت رحمت ہے، یہی اختلاف تنوع بھی ہے۔ اختلاف کو تخلیق انسانی کا باعث بنالیا جائے تو کفر و شرک اور انکار و طغیان کا رویہ اصل بن جائے گا اور کثرتِ خباثتِ قلبِ طیب پر غالب بن کر اصلی حقیقت بن جائے گی حالانکہ اصل ایمان اسلام اور طیب ہے جس سے اختلاف کا نتیجہ کفر و خباثت ہے۔

پیشرو انبیاء کرام سے ان کے اہل ایمان و تسلیم اصحاب اور پیروؤں نے مختلف امور پر اختلاف کیا تھا۔ ان سے اختلاف ناجائز کا صدور نہیں ہوتا تھا اور جن طبقات و جماعات نے اس کا ارتکاب کیا تھا وہ دائرہ ایمان سے نکل گئے تھے۔ ان مخالفین، معاندین اور منافقین کے اختلافات کفر و شرک سے انبیاء اور رسولوں کو سروکار تھا اور نہ ہم کو ہی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ دعوت حق قبول ہی نہ کر سکے تھے اور اس کی مخالفت میں عناد و سرکشی کرتے تھے۔ حق کو اپنے دل میں خوب سمجھتے تھے۔ ہمیں دراصل اہل ایمان و تسلیم کے جائز اختلافات سے سروکار ہے کہ وہی اصل اختلاف ہے اس کے ماوراء تو صرف عناد و مخالفت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جاں نثار صحابہ کرام، ان کی فرمانبردار ازواج مطہرات نے اختلاف کیا تھا۔ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان دونوں طبقات عام و خاص سے اختلافات رہے تھے اور وہ دونوں طرح طرح کے تھے۔ بظاہر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل ایمان بلکہ خاص صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کے اختلاف کرنے کا خیال ہی

سواہن ایمان لگتا ہے۔ عقل و منطق کہتی ہے اور جذبات ایمان و اسلام اس کی تائید کرتے ہیں کہ ان جاں نثاروں سے اختلاف کیوں کر ہو سکتا ہے اور کیسے ہوا تھا۔ پھر خیر القرون میں نبوی ﷺ تربیت اور تزکیہ نفس کے کار نبوت و طریق ولایت سے توقع تھی کہ اس نے جبلت اختلاف کو ہی فنا کر دیا ہوگا۔

دراصل اسلام و شریعت اور دین و حقیقت کا یہ مقصد نہیں ہے اور نہ طریق کہ انسانی فطرت و جبلت کے عناصر فنا کر دے۔ بشری اوصاف و صفات اور انسانی خصائل و رذائل کا فنا کرنا کسی غیر متوازن اور غیر فطری نظام فکر و عمل کا خیال ہو سکتا ہے۔ دین و شریعت اور خاص طریقت اسلامی محمدی میں اس کی قطعی گنجائش نہیں کیونکہ وہ فطرت سے بغاوت ہے اور دین اسلام فطری ہے لہذا فطری اور انسانی بشری صفات و خصائل کا ازالہ تو سید المرسلین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے بھی نہیں کیا گیا۔ آپ ﷺ پر سہو و نسیان، خود فراموشی، غصہ اور گرمی، غیظ و غضب اور متعدد دوسرے بشری خصائل کا اثر ہوتا تھا اور آپ ﷺ کے صحابہ و ازواج بھی ان بشری صفات سے عاری نہیں بنائے گئے کہ ان ہی کے سبب تو آزمائش ہوتی ہے۔ خیر القرون کی اعلیٰ تہذیب نفس کا عظیم الشان کارنامہ یہ تھا کہ ان کے اختلاف رحمت تھے اور ان کے رذائل پر ان کے خصائل کی سلطانی تھی۔

عہد نبوی کے اختلافات رحمت کی وجہ گونا گوں تھیں کیونکہ وہ زندگی کے بہت سے مسائل سے وابستہ تھے۔ دراصل انسانی زندگی اتنی سادہ، سیدھی سادی اور ایک سیدھی سمت میں چلنے والی تخلیق نہیں ہے، وہ بہت پیچیدہ ہے۔ یہ پیچیدگی اس کے دماغ و ذہن میں بھی پائی جاتی ہے اور اس کے قلب و دل کے جہان میں بھی۔ وہ دونوں ہی بسیط عالم ہیں۔ فکر و خیال کی کار فرمائی ہو یا جذبہ و وجدان کی کارگزاری، دونوں سیدھی راہ پر چلنے کے ساتھ ادھر ادھر کی غلام گردشوں میں بھی ملتی ہیں، وہ ان بھول بھلیوں میں وجود انسانی اور اس کے قوی کو اس طرح چکر دیتی ہیں کہ پیچیدگی بڑھتی جاتی ہے اور سادگی گھٹتی جاتی ہے۔

انسانی زندگی اور اس کی کاوشوں اور کوششوں کو بالعموم چار پانچ خانوں اور میدانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ فطری طور سے اگرچہ وہ صرف دو خانوں - جسمانی و روحانی - میں تقسیم سمجھی جاتی ہے لیکن ان دونوں کا باہمی تعلق اس کو بھی پیچیدہ بناتا ہے۔ بہر حال عام تقسیم کے لحاظ سے انسان کی کارکردگی کے مختلف میدان ہیں: دینی و نشری، معاشرتی و سماجی، سیاسی و خلافتی، مالی و اقتصادی اور معاشی اور تہذیبی و تمدنی۔ یہ صرف سمجھنے سمجھانے کے لئے موٹی موٹی تقسیمات ہیں جن سے امور کی تمیز آتی ہے ورنہ ان کے باہمی تفاعل و تعامل سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور وہ ان کی ذیلی تقسیمات کی گونا گونی اور پیچیدگی کو مزید جنم دیتی ہیں۔

دین اسلام کا خاص امتیاز اور غیر فانی تفوق یہ ہے کہ وہ انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں ہدایت لایا ہے۔ اس کی رحمت فراواں اور کارفرمائی بیکراں سے انسان کی زندگی کا کوئی خانہ اور کوئی شعبہ بھی فیض و فیضان سے محروم نہیں ہے۔ اختلافات بھی اس کی اس ہمہ گیری اور ہمہ جہتی سے کیسے محروم و خالی رہ سکتے تھے۔ لہذا ان کو بھی ہر میدان میں اس کی روشنی ملی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا اسوہ کاملہ بھی اس کا تقاضا کرتا ہے کہ انسانی زندگی کے مختلف میدانوں میں اختلافات میں ہدایت دے، ان کی حد بندی کرے، ان کے وجوہ و اسباب کا پتہ لگائے، ان کے اختلاف کو دور کرے اور ان میں توافقی و محبت پیدا کرے۔ عہد نبوی کے اختلافات، ان کی نوعیتیں، ان کی وجوہ اور اسباب اور ان کے حل کے تمام معاملات نے مل کر اسوہ نبوی بنایا، اس کی ہدایت و رہنمائی میں صحابہ کرام نے اپنی زندگی گزاری اور دین دنیا دونوں میں امت اسلامی کے لئے رہنما خطوط چھوڑے۔ ان کی ہدایات اور طریقوں اور آداب و اقدار پر چل کر ہی امت مرحومہ کو دونوں جہانوں کی سعادتیں مل سکتی ہیں۔

نبوی اسوہ اور تعامل صحابہ کرام ہی کو کتاب و سنت کی تائید و توثیق حاصل ہے اور اجماع امت بھی۔ اسی کو اس طرح بھی تعبیر کیا گیا ہے کہ امت اسلامی کی صلاح و فلاح وہی شے کر سکتی ہے جس نے اس کے صدر اول میں کی تھی۔ لیکن اختلافات کے باب میں صحابہ کرام

کے بعد ہی سے افراط و تفریط کا رویہ و رجحان شروع ہو گیا جو انہیں دور تک لے گیا۔ سیاسی اختلافات اور حکومت و انتظامیہ کے قضایا کو تو دنیا داری اور ملک پرستی بیان کر کے ایک بہانہ تراش لیا گیا، حالانکہ وہ دوسرے اختلافات کی طرح دین و شریعت، اسلام اور قرآن و سنت کے اسی طرح پابند ہیں جس طرح دور اول میں تھے۔

بعد کی صدیوں میں بالخصوص قرونِ خیر کے بہت بعد کے زمانے میں اور خاص ہمارے عہد میں دینی اختلافات نے بھیانک شکل اختیار کر لی۔ فقہی اختلافات نے ایسا طوفان بدتمیزی برپا کیا کہ ایک اکیلی اور متحد اسلامی امت مختلف فرقوں میں بٹ گئی حالانکہ وہ فرقہ واریت نہ تھی۔ سنن کا تنوع اور تعبیرات حدیث و کتاب کا اختلاف رحمت تھا جس میں امت مرحومہ کی آسانی اور سہولت مضمر تھی اور اس سے زیادہ تمام سنتوں پر عمل کرنا اور ان کو شائع کر کے ان کو تاقیام قیامت زندہ و تابندہ رکھنا مقصود تھا۔ لیکن ان اختلافات نے بالخصوص اور دوسرے دینی و تشریحی اختلافات نے بالعموم ایمان و کفر اور صحیح و غلط کے جھگڑے پیدا کر دیے۔

دور متوسط کے یہ اختلافات ہوں یا ہمارے موجودہ زمانے کے، ان میں بنیادی وجہ نفسانیت اور انا ہے جو مسلکی، اداری اور جماعتی تعصب و عناد کی بنا پر وجود میں آتی ہے۔ اس نے ایسے ایسے گل کھلائے ہیں کہ غیروں کے ساتھ اپنوں کے آشیانے پھونک ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے تمام دینی، مذہبی اور تعلیمی اور دوسرے ادارے انفرادی و جماعتی انا کے شکار ہیں۔ علماء کی جمعیۃ تین چار ہیں، ہر مسلک و مکتب فکر کی جمعیت الگ ہے، ان کے دینی اور تعلیمی ادارے جدا ہیں، اُن میں غیر کا داخلہ ممنوع ہے۔ اب تو صورت حال یہ بن گئی ہے کہ ہر ادارہ، ہر جماعت اور ہر مسلک خاندان بنتا جاتا ہے۔ کسی ایک خاندان کی اجارہ داری کا ایسا چلن آسمان نے کا ہے کو کبھی دیکھا تھا؟ پھر اس پر طرفہ ستم کہ خاندان کے بااثر افراد و شیوخ باہم دست گریہاں ہیں۔ وجہ صرف اتنی ہے کہ مشیخت کے اس بلند و بالا منبر و مسند سے وابستہ شہرت، دولت اور عزت صرف ان کے ہاتھ آتی ہے۔ علماء کرام کا ناہم نہاد طبقہ تو بدنام و بدکردار تھا ہی

اب تو مشائخ اور سجادہ نشینوں میں بھی انہیں خرف ریزوں کی طلب رہ گئی ہے۔

بطور مثال صرف ایک واقعہ موازنہ خیر و ریا کے لئے پیش ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک سال رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے لئے صحن مسجد میں اپنا خیمہ لگوا دیا۔ بعض ازواج مطہرات نے دیکھا دیکھی اپنے اپنے خیمے لگوا لئے۔ رسول اکرم ﷺ نے تمام خیمے اکھڑا دئے کہ عبادت میں اس طرح کی ریس ریاکاری کے مترادف ہے اور اس سال اعتکاف شوال میں کیا۔ اس کے مقابل آج کل کے مشائخ و اکابر، علماء و صوفیہ اور اصحاب شریعت و طریقت اخبارات میں اعلان کر کے اعتکاف کرتے ہیں اور اپنے حوالی موالی اور دوسروں کو دعوت اور بلاوا دے کر وہاں بلاتے ہیں اور دوسروں پر رعب جماتے ہیں کہ ہمارے یہاں اتنے معتکف تھے۔

دین و شریعت، عبادت و ریاضت اور خالص الہی طاعات میں اس فطرتِ مسابقت نے بڑے اختلافات پیدا کئے ہیں۔ ان سے سب سے بڑا مرض اکابر پرستی کا پیدا ہوا ہے۔ ہر ادارہ، مسلک، جماعت اور تنظیم وغیرہ کے اپنے احبار و رہبان ہیں جن کو ارباب بنایا گیا ہے۔ جو فطرتِ یہود تھی وہ اختلاف پسندی اور اکابر پرستی کے سبب علامتِ مسلم بن گئی ہے۔ ان جماعت کی آستینوں کے اصنام نے قیامت ڈھائی ہے اور اس اصنام پرستی کا تقاضا علیحدگی اور اختلاف ہے کہ شرکِ دوئی پسند ہی نہیں جماعت میں تفریق، معاشرت میں اختلاف اور عقائد و اعمال میں بہت سے خداؤں کو شامل کرتا ہے۔

پہلے کتاب کے متن اور سنت و حدیث کے اصل کو سمجھا جاتا تھا اور جہاں سمجھ میں نہ آتا وہاں ماہرین کے اقوال سے مدد لی جاتی تھی۔ اب ہر جماعت و مسلک، ادارہ اور تنظیم اپنے اکابر کی تعبیرات و تشریحاتِ قرآنی و حدیثی سے کتاب و سنت کو سمجھتا ہے، خواہ ان تشریحات و تفسیرات کا کوئی واسطہ متن قرآن و حدیث سے نہ ہو، دراصل وہ اپنے من چاہے خیالات و افکار کے مطابق تفہیم ہوتی ہے۔ ہر طرح کے اختلاف کے دور کرنے کا اصل الاصول عہدِ نبوی اور دورِ صحابہ

کرام میں یہ تھا کہ ان کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاتے تھے، آج بھی وہی حکم باقی ہے کہ تمام نزاعات کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر پیش کر کے ان کا حل تلاش کرو اور اسی پر عمل کرو۔ مگر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف آج کے علماء و فقہاء، بالعموم اپنے اختلافات کو نہیں لوٹاتے، اپنے اکابر کی طرف لوٹاتے ہیں اور اکابر اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے لئے یہودی احبار اور عیسائی رہبان کی مانند ان کو حل کرنے کے بجائے اور ان کو ہوا دیتے ہیں۔ امت اسلامی کی یہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔ ان کے باہمی اختلاف نے ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور قرآن مجید کے بیان کے مطابق ان کی ہوا اُکھڑ گئی ہے اور ان کا رعب و داب اور طاقت و شوکت سب حدیث کے مطابق کثرت تعداد کے باوجود مذاق بن کر رہ گیا ہے۔

اس تحقیقی مطالعہ میں عہد نبوی کے اختلافات کی جہات، انواع اور اقسام اور ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اس کو بنیادی طور سے دو مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے: اول بحث رسول اکرم ﷺ سے اختلافات صحابہ کو پیش کرتا ہے۔ دوسرا بحث صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کا تجزیہ کرتا ہے۔ لازمی طور سے ان بنیادی مباحث کے ذیلی مباحث و تقسیمات ہیں۔ بحث اول میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کے اختلافات کو الگ رکھا گیا کہ وہ عام جماعت صحابہ کا اختلاف تھا۔ اس کا دوسرا ذیلی حصہ رسول اکرم ﷺ سے ازواج مطہرات کے اختلافات کو پیش کرتا ہے جس میں نوع بہ نوع چیزیں ہیں۔ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات میں ایسی دو الگ اور واضح تقسیمات نہیں ہیں کہ وہ دونوں اقسام عام و خاص کو محیط ہیں۔ البتہ مضامین و وجوہ اختلاف اور جہات و ابعاد اختلاف کی بنا پر ان کی معروف تقسیمات ضرور کی گئی ہیں جو بہت ساری ہیں۔

ان دونوں بنیادی مباحث میں دینی و تشریحی اختلافات، فوجی امور، معاشرتی معاملات، مالی مسائل، معاشی اور اقتصادی چیزوں پر اختلافات عہد کو پیش کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں متعدد خانے ہیں۔ پیش کش و بیانیہ کے دوران ہی ان کے وجوہ،

نوعیتوں اور ان کے حل کے متینوں ابعاد و جہات یا پہلوؤں کو اجاگر کر دیا گیا ہے تاکہ بعد میں ان کے الگ الگ بیان و تجزیہ سے تکرار و اطناب کا سقم بیانے میں نہ در آئے۔ اختصار و جامعیت بھی برقرار ہے۔ وضاحت و تبصرہ کی بروقت ضرورت محسوس کی گئی تو وہ بھی اسی جگہ کر دیا گیا تاکہ نوعیت و اصلیت بالکل روشن ہو جائے۔

آخری بحث تنقیدی ہے اور وہ ”محاکمہ“ کے جلی عنوان اور خاتمہ کتاب اختلاف کے خفی سرخی کے ساتھ ہے۔ اس میں تمام انواع و مضامین و موضوعات اختلافات اور ان کے وجوہ و اسباب اور ان کے ازالہ اور حل کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ مفصل بحث کا تقاضا کرتا تھا تاہم جامعیت و اختصار کی خاطر اس میں بھی بہت مختصر بحث و تحلیل کی گئی ہے۔ اس پوری کتاب الاختلاف میں تمام تر مآخذ اصلی کی بنا پر صورت گری کی گئی ہے۔ قرآن کریم اور سب سے زیادہ حدیث شریف مآخذ ہیں اور اس کی معتبر کتابوں بالخصوص بخاری، مسلم، صحیحین کے علاوہ شرح بخاری فتح الباری سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے، کتب سیرت و تاریخ کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا کہ وہ بھی ہمارے معتبر و محترم اور وسیع و عریض مآخذ ہیں اور جن میں دوسری جہات بھی ملتی ہیں، جدید اہل قلم سے بھی استفادہ کیا گیا ہے مگر وہ صرف ثانوی ہی ہے کہ ان کے فکر و نتیجہ ان کے خیال و فہم پر مبنی و استوار ہوتے ہیں۔

کتاب اختلافات کا خیال کبھی ذہن و قلب کے کسی گوشہ اور حاشیہ پر بھی نہیں آیا تھا لیکن فیضان و تحریک کا کوئی رخ متعین نہیں ہوتا۔ تین چار ماہ پہلے اچانک ایک ٹیلیفون کال پر صدائے غیب چکی کہ موضوع یہ ہے اور آپ کو اس سمینار میں شرکت ضرور کرنی ہے۔ مقالے کی فرمائش کی گئی تھی اور خاصی مدت قبل اسے بھیجنے کی ہدایت دی گئی تھی۔ فکر و ذہن کو موضوع بہت بھا گیا حالانکہ مزاج اختلافی ہے نہ فکر، مگر عہد نبوی سے اس کے تعلق خاطر نے تحریک کا کام کیا۔ فیضان کے سوتے قلب و نظر اور فکر و خیال پر پھوٹ پڑے اور پورا موضوع اور اس کے تمام مباحث و مضامین بیک نظر سمجھا گئے۔

عادت کے مطابق ذہن و دماغ میں اس خیال و موضوع کو پکاتا رہا اور جب اس کی فکری صورت گری ہو گئی تو حسب معمول ایک کاغذ پر پورے مضمون و مقالہ کا ایک خاکہ بلکہ نقشہ بنا لیا۔ اس نے سمجھا یا کہ یہ تو پوری کتاب تحقیق کا نقشہ ہے۔ بہر حال سیرت نبوی اور صاحب سیرت ﷺ کی ذات والا صفات سے وابستہ ایک اہم موضوع نے پوری توجہ اپنی طرف مبذول کرائی اور سارے کام چھوڑ کر اور دوسرے فرائض منصبی اور کارہائے علمی کو کنارے کر کے اس مقالہ و کتاب کو دو طویل مرحلوں میں مکمل کر لیا۔ اصل مقالہ کی نگارش اتنی جان لیوا نہیں تھی جتنی حواشی و تعلیقات کی ترتیب و تالیف، بہر حال دونوں وقت پر مکمل ہو گئے۔

یہ کتاب اختلافات عہد نبوی دراصل آئی او ایس سنٹر فار عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی کی فرمائش پر ان کے نومبر ۱۴، ۱۵، ۲۰۰۹ء میں منعقد ہونے والے سمینار بعنوان ”ادب اختلاف“ کے لئے لکھی گئی۔ خاکسار راقم اس کے محبت آگئیں اور کرم فرما چیرمین ڈاکٹر محمد منظور عالم صاحب مدظلہ اور ان کے بعض رفقاء کا ممنون ہے کہ انہوں نے خاکسار راقم سے یہ محنت کروائی۔ اس لئے اس کا سارا شرف ”مرکز الدراسات العربیہ والاسلامیہ لمعہ الدراسات الموضوعیہ“ کے سر مبارک کو جاتا ہے کہ وہی محرک اول اور کرم فرمائے دنیاوی ہیں۔ ورنہ اصل کرم و فیضان تو ذات الہی کا ہے جس نے توفیق دی، والدین ماجدین کا ہے جنہوں نے تعلیم و تربیت کی، اساتذہ کا ہے جنہوں نے تہذیب نفس کی اور اہلیہ و اہل خانہ کا ہے جنہوں نے میری ہر طرح کی دیوانگی برداشت کی اور ایسی خدمت و محبت کی کہ ہر فکر و غم سے بیگانہ کر دیا۔ اب تو بس یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میرے لئے تمام بزرگوں اور گھر والوں کے لئے توشہ آخرت بنائے: **فَللّٰهُ الْحَمْدُ فِي الْاُولٰٓئِ وَ الْاٰخِرَةِ**

الامین، ۶۳- احمد نگر- علی گڑھ

خادم علم و علماء

محمد یٰسین مظہر صدیقی

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۰

۲۰/ ستمبر ۲۰۰۹ء

مبحث اول

رسول اکرم ﷺ سے اختلافاتِ صحابہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اختلاف انسان کی فطرت میں ہے اور شاید فطرت الہی بھی۔ کیونکہ مختلف انسان مختلف صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ صلاحیتوں اور لیاقتوں کا اختلاف ان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس رکھا ہے۔ تمام انسانوں کو مختلف درجات میں پیدا کیا حتیٰ کہ منتخب روزگار اور فخر آدم انبیاء علیہم السلام کے درجات فضیلت بنائے اور بعض کو بعض پر سرفرازی عطا کی (۱) حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی علیہ السلام کو رسول آخر الزماں، خاتم النبیین اور سید المرسلین بنایا اور سب سے پہلے نور محمدی کو خلق فرمایا اگرچہ ظہور محمدی کو سب رسولوں سے مؤخر کیا تاکہ وہ سب کے کمالات و فضائل کے جامع اور سلسلہ انبیاء کے خاتم بھی بنیں (۲)

انسانی اختلاف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات قرآنی میں کیا ہے۔ ان کے تجزیے سے اس کی دونوعیتیں معلوم ہوتی ہیں: ایک فطری اختلاف اور دوسرا حق سے اختلاف۔ یہ دوسرا اختلاف دراصل مخالفت کے معنی میں ہے۔ جب حق جاننے کے باوجود انسان اختلاف کرتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے۔ آیات الہی میں اس اختلاف/مخالفت حق کو بالعموم منکرین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ان میں اہل کتاب اپنے وسیع تر تناظر اور عام معنی میں یہود و نصاریٰ پر مشتمل ہیں اور دوسرے منکرین میں مشرکین اور منافقین بھی شامل ہیں۔ اول الذکر فطری اختلاف

عام سادہ انسانوں میں بالعموم اور اہل ایمان و ایقان میں بالخصوص پایا جاتا ہے اور وہ قابل نفرت نہیں ہے۔ (۲)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، سیرت مقدسہ اور اسوۂ کاملہ کو رہتی دنیا تک تمام انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ اور لائق تقلید طریقہ بننا تھا لہذا دوسری چیزوں کے علاوہ اختلاف کے اصول و ضوابط، آداب و طریقے بھی سکھانے تھے (۳) اسی لئے عہد نبوی جیسے آدرش زمانے اور خیر القرون عہد میں گونا گوں اختلافات وجود میں آئے۔ ان کی مختلف نوعیتیں ملتی ہیں:

- ۱۔ رسول اکرم ﷺ سے اختلاف صحابہ ۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ سے اختلاف ازواج مطہرات ۳۔ پیغمبر آخر الزماں ﷺ سے اختلاف منافقین ۴۔ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات ۵۔ ازواج مطہرات کی سوتیا چاہ پر مبنی اختلافات ۶۔ اہل کتاب کے اختلافات اور ۷۔ ان تمام اختلافات کی انواع و اقسام ذیلی جو ہر ایک عنوان کی شاخیں ہیں۔ آخر میں ان اختلافات کی وجوہ و اسباب اور ان کے حل و حلال کے تجزیے سے بھی بحث کی جائے گی۔ (۵)

رسول اکرم ﷺ سے اختلاف صحابہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (احمد بن عبدالرحیم فاروقی، ۱۳ شوال ۱۱۱۳ / ۲۰ اگست ۱۷۰۳ - ۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ / ۲۰ فروری ۱۷۶۲) نے صحابہ کرام کے باہمی اختلافات فقہ و شریعت کے ضمن میں متعدد وجوہ و اسباب اور عوامل کا ذکر کیا ہے (۶) ان پر بحث تو اس کے خاص مقام پر آتی ہے لیکن رسول اکرم ﷺ سے اختلاف صحابہ کے عنوان سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کا ازالہ اسی جگہ کرنا ضروری ہے، مبادا صحابہ کرام کو دشمنان دین و دانش کی فکر کج کلاہانہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسول آخریں ﷺ کی مخالفت کا ملزم سمجھ لیا جائے۔ وہ دین و شریعت میں صحابہ کرام کے اختلاف فہم سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ انسان تھے، مختلف سطح فکر رہتے تھے، متن قرآن و منشاء حدیث اور حکمت اسلام سمجھنے میں مختلف درجات کی صلاحیتوں کے فطری حامل تھے، لہذا ان کو کبھی کبھی اختلاف کی فطرت کا مظاہرہ کرنا پڑتا تھا۔ یہ اختلاف صحابہ دراصل ان کے تصور فہم یا ظاہر کی فریب کاری پر مبنی ہوتا تھا۔ نعوذ باللہ وہ مخالفت رسول کا پیدا کیا ہوا نہیں تھا۔

اختلاف صحابہ کرام کی مختلف انواع و اقسام ہیں جس طرح دوسری سرخیوں کے تحت ان کی نوعیتیں آئیں گی۔ ان میں دینی اختلاف بھی شامل ہے جس کی اپنی ذیلی قسمیں ہیں جیسے تفسیر قرآن بلکہ متن قرآن پر لفظی اختلاف یا معنوی اختلاف، حدیث و فقہ پر اختلاف فہم و اطلاق، بالخصوص قرآن و حدیث اور فقہ کے اطلاق پر مختلف صحابہ کرام کا اختلاف۔ اسی میں طبقات اختلاف بھی ہیں۔ ان کے علاوہ مالی معاملات میں اختلافات بہت اہم اور پریشان

خاطری کا باعث تھے بلکہ بسا اوقات ایذا نبوی دینے کا باعث بھی بنے۔ متعدد انتظامی معاملات پر اختلاف کیا گیا۔ ان میں فوجی امور اور حربی معاملات کے اختلافات کافی دور رس نتائج کے حامل بھی بنے۔ بعض معاشرتی معاملات و واقعات پر اختلاف صحابہ کرام ہوا۔ ان میں بعض خالص امور دنیا بھی تھے اور امور دین و دانش بھی تھے۔

ان تمام گونا گوں اختلافات صحابہ کرام کو ان کے سارے ذیلی اقسام و انواع کے ساتھ الگ الگ سرخیوں کے تحت بیان کیا جا رہا ہے۔ بطور تمہید یہ پہلے ہی ذہن نشین کرانے کی التجا کی جا رہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کے اختلاف کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھا جائے۔ یہ وہ اختلافات صحابہ ہیں جن کی اجازت فطرت ید الہی نے اولاً دی تھی اور ان کی اجازت و سہولت رسول اکرم ﷺ نے بھی عطا کی تھی۔ اصل یہ حکمت تھی کہ تعبیر قرآن مجید کے مطابق مسلمان بالعموم اور صحابہ کرام بالخصوص آیات قرآنی اور ارشادات نبوی پر اندھے بہرے ہو کر نہ گریں بلکہ ان کی حکمت و حقیقت کو معلوم کریں، ان کے منشا و مقصد سے واقف ہو جائیں تاکہ تنزیل کا مقصود پورا ہو اور فطرت انسانی کی بھی پوری تسکین ہو۔ اس طرح یہ اختلاف صحابہ فکر انسانی کی آزادی کے حق کو تسلیم کر کے معاشرہ میں بہتری کی صورت پیدا کرنے کے مترادف تھے۔

دینی و فقہی اختلاف

اگرچہ رسول اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کے دینی اور فقہی اختلاف کا وجود میں آنا قابل فہم نہیں لیکن قصور فہم سے وہ بھی پیدا ہوا۔ بعض اوقات صحابہ کرام اپنی جلد بازی، فطری غلبت پسندی، طبیعت کی بے چینی، بشریت کی ضرب کاری اور غلط فہمی سے اختلاف کر جاتے تھے۔ ایسے اختلافات کی تعداد کم ہے کیوں کہ صحابہ کرام اطاعتِ الہی اور اطاعتِ نبوی کے پابند ہی نہیں، محبت و عقیدتِ محمد ﷺ کے خوگر بھی تھے۔ وہ فطرتِ الہی، منشائے ربانی اور حکمتِ خداوندی سے پوری طری واقفیت نہ رکھنے کے سبب بعض معاملات میں اپنی رائے پر عمل چاہتے تھے۔ حکمتِ نبوی سے خاطر خواہ واقفیت نہ رکھنے کی بنا پر بھی وہ بعض معاملات میں اپنی رائے و فکر کا اظہار کر دیتے تھے جو اختلاف نظر آتا تھا۔

نماز میں اختلاف

اس کی کئی نوعیتیں نظر آتی ہیں جبکہ بظاہر نماز میں اختلاف کا تصور بھی محال اور مخالفت حق نظر آتا ہے۔

اعتدال: کو اگر اسلام کا ضمیر اور دین کا خمیر کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ متعدد آیات قرآنی اور مختلف احادیث نبوی میں اعتدال کو اس کی حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ تمام عبادات و معاملات میں بلکہ اخلاق میں بھی مطلوب ہے کہ فطرتِ الہی کا تقاضا کرتی ہے اور انسانی فطرت بھی اسی سے ہم آہنگ ہے۔ نماز تو رکنِ اعظم ہونے کے سبب اور بھی اعتدال و

توازن کا تقاضا کرتی ہے لیکن فطرت انسانی میں جو افراط و تفریط کی جبلت رکھ دی گئی ہے وہ اسے راہ اعتدال سے ہٹا دیتی ہے اور وہ نماز جیسی عبادت میں بھی ان دونوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ (۷) ان کے بعض واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے:

فرض اور باجماعت نمازوں میں ہدایت اور اسوۂ نبوی اعتدال کے ساتھ اختصار بلکہ توسط کا تھا۔ اور نوافل میں دونوں طریقے ملتے ہیں: طویل نمازیں اور مختصر نوافل۔ ان دونوں کا حکیمانہ فرق یہ تھا کہ احوال، تقاضائے طبیعت اور غلبہٴ محبت وغیرہ کا لحاظ ہر حال میں کیا جائے۔ بعض صحابہ کرام نے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا اور افراط و تفریط دونوں کی سرحدوں تک جا پہنچے۔

حضرت معاذ بن جبل خزرجیؓ ”عظیم ترین صحابہ اور فقیہ ترین اکابر میں شمار ہوتے ہیں تاہم شوق فراواں کے ہاتھوں خود فراموشی تک بھی جا پہنچتے تھے۔ روایات سیرت و حدیث میں آتا ہے کہ وہ اپنی قوم کے امام تھے لہذا ان کو فرض نمازیں پڑھاتے تھے، طویل قراءات کیا کرتے تھے اور رکوع و سجود وغیرہ بھی طویل ترین ہوتے تھے۔ ان کے مقتدیوں میں سے بعض کو اختلاف ہوا اور انہوں نے ایک دو بار اپنی نمازیں الگ پڑھ لیں اور رسول اکرم ﷺ سے شکایت بھی کی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ فرض نمازیں ہمیشہ مختصر پڑھایا کریں۔ یہ واقعہ شاید ایک سے زیادہ مرتبہ پیش آیا۔ دوسرے امام سجدہ و نماز حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی اسی شوق تپاں کے ہاتھوں مجبور تھے۔ ان کے بارے میں بھی ایسی بعض روایات آتی ہیں۔ بظاہر یہ صحابہ کا باہمی اختلاف ہے لیکن وہ فرمان و اسوۂ نبوی سے بھی اختلاف ہے۔ (۸)

تفریط کا ایک معاملہ حدیث میں بالعموم مسی الصلوٰۃ (نماز خراب کرنے والے) صحابی کے حوالے سے آتا ہے۔ ان کا نام بالعموم نہیں لیا جاتا ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی موجودگی میں مسجد آئے اور جلدی جلدی نماز پڑھی جس میں قیام و رکوع اور سجود وغیرہ اعتدال سے ادا نہیں کئے گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو دوبارہ نماز پڑھنے کی اور اعتدال کے ساتھ پڑھنے کی ہدایت کی۔ (۹)

اسی تقریب و افراط کا ایک واقعہ ان صحابی کا ہے جنہوں نے اپنے ازار (تہد) کو ٹخنوں کے نیچے لٹکا رکھا تھا اور اسی بنا پر ان کو ”مسبل“ ازار کہا جاتا ہے۔ وہ اسبال ازار کے حکم نبوی سے واقف تھے۔ اسی حالت اسبال میں انہوں نے اپنی نماز ادا کی تو رسول اکرم ﷺ نے ان سے نہ صرف نماز دہروائی بلکہ ان سے تازہ وضو بھی کروایا۔ شارحین حدیث نے بالعموم یہ معنی نکالے ہیں کہ ان کی غلطی کی تاکید پر وضو کا حکم دیا تھا ورنہ فقہی طور سے اسبال ازار سے وضو نہیں ٹوٹتا مگر حضرت شاہ ولی اللہ نے اس کی خوب تشریح فرمائی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔ مختصر یہ کہ نیا وضو کرنے سے اسبال ازار کا گناہ صغیرہ جھڑ گیا کہ وضو میں اعضاء کے دھونے سے گناہ جھڑتے ہیں اور نماز دہرانے سے عمل پورا ہو گیا۔ (۱۰)

شدت پسندی دین میں بھی بڑے گل کھلاتی ہے اور وہ اعتدال کے خلاف بھی ہے اور حکم نبوی و اسوہ رسول سے اختلاف بھی ہے۔ نماز میں شدت پسندی کے متعدد واقعات صحابہ و صحابیات سے ملتے ہیں جو اسی غیر معتدل شوقِ فراواں کے شاخصانے تھے:

۱- ایک صحابی حضرت ابواسرائیلؓ نے ہمیشہ روزہ رکھنے، کھڑے رہنے، سایہ نہ کرنے اور بات نہ کرنے کی نذر مان لی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس دن کا روزہ پورا کر لیں مگر دھوپ سے آکر سایے میں بیٹھیں اور بات چیت کریں۔ (۱۱)

۲- مشہور صحابیہ حولاءؓ بنت تویت راسد بن عبد العزیٰ بہت عبادت گزار تھیں اور رات رات بھر جاگ کر عبادت کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور رسول اکرم ﷺ کے سامنے سے وہ گزریں تو حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم ﷺ کو بتایا کہ وہ رات کو بالکل نہیں سوتیں۔ آپ ﷺ نے اس پر حیرت کا اظہار کر کے فرمایا: تم اتنا ہی عمل کرو جتنے کی تم میں طاقت ہے، اللہ تو تمھکے گانہیں البتہ تم خود تھک جاؤ گے۔ (۱۲)

حضرت زینبؓ نامی ایک اور انتہائی عبادت گزار صحابیہ تھیں۔ انہوں نے مسجد کے دو ستونوں سے ایک رسی باندھ رکھی تھی، جب تھک جاتیں تو اس سے لٹک جاتیں اور عبادت کرتی

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

رہتیں۔ رسول اکرم ﷺ نے وہ رسی کھلوا دی اور ان کو ہدایت کی کہ صرف نشاط رہنے تک عبادت کرنی چاہئے۔ تھک جاؤ تو بیٹھ جاؤ اور آرام کرو۔ (۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سہمی جوانی میں دینی شدت پسندی میں مبتلا ہو گئے اور قسم کھالی کہ ہمیشہ روزے رکھا کریں گے اور ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کریں گے۔ ان کے والد ماجد کو خبر ہوئی تو وہ اس کی تصدیق کے لئے ان کے گھر گئے۔ ان کی بیوی اور اپنی بہو سے انہوں نے دریافت حال کیا تو محترمہ نے شکایت کی کہ حضرت عبداللہؓ کو ان سے کوئی مطلب ہی نہیں رہا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسول اکرم ﷺ کو خبر دی۔ رسول اکرم ﷺ بنفس نفیس حضرت عبداللہؓ کے گھر گئے اور ان کو مختلف نصیحتیں کیں: ۱۔ ہر ماہ صرف تین روزے رکھا کرو اور ان کے اصرار شدید پر صوم داؤد (ایک دن چھوڑ کر روزے رکھنے) کا اختیار دیا۔ ۲۔ قرآن کی تلاوت ایک ماہ میں پوری کیا کرو اور اصرار پر تین راتوں میں ختم کر لینے کی رخصت دی اور اس سے کم مدت میں نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اس پر عمل پیرا رہے لیکن بڑھاپے میں افسوس کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کی عطا کردہ رخصتیں قبول کر لیتا تو آج اتنی تنگی کا شکار نہ ہوتا۔

صحیحین کے ایک واقعہ وحدیث سے تین صحابہ کرام کی دینی شدت پسندی اور اس سے رسول اکرم ﷺ کے اختلاف کا حال واضح ہوتا ہے۔ ان تین مخلص و طالب حق اکابر نے ازواج مطہرات سے رسول اکرم ﷺ کی عبادت کا حال پوچھا اور جب ازواج مطہرات نے ان کو معمولات نبوی بتائے تو ان کو کم سمجھا اور رسول اکرم ﷺ کے مغفور اور رسول ہونے پر ان کو محمول کیا۔ ایک نے عہد کیا کہ وہ ساری رات ہمیشہ نماز پڑھا کریں گے، دوسرے نے ہمیشہ روزے رکھنے کا اور گوشت نہ کھانے کا عہد کیا، تیسرے نے نکاح نہ کرنے اور عورتوں سے دور رہنے کا عہد کیا۔ ان کی بات چیت جاری تھی کہ رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کے احوال سنے تو فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ متقی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، مگر میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں

اور عورتوں سے نکاح بھی کہتا ہوں اور یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (۱۳)

نماز کے باب میں سب سے اہم اور مشہور اختلاف حضرت عمر فاروقؓ نے منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی کی نماز جنازہ پڑھنے پر رسول اکرم ﷺ سے کیا تھا۔ احادیث و روایات سیرت میں اس اہم واقعہ اور اصولی اختلاف پر کافی مواد ہے۔ حضرت فاروقؓ کا استدلال تھا کہ ایسے دشمن اسلام کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ وہ منافقین و دشمنان دین کے استغفار کے مترادف ہے۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو نہ صرف زبانی بلکہ عملاً روکنے کی کوشش کی تھی اور بعض روایات کے مطابق مصلیٰ پر جانے سے بھی روکا تھا۔ رسول اکرم ﷺ رحمت للعالمین تھے اس لئے وہ سب کے لئے استغفار کرنے کے حق میں تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس سے صراحتاً روکا نہیں گیا ہے۔ بہر حال آپ ﷺ نے سردار منافقین کی نماز جنازہ پڑھادی مگر بعد میں آیات کریمہ اتریں کہ منافقوں میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ ان کے لئے استغفار کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کو کبھی معاف نہ فرمائے گا خواہ ان کے لئے آپ ﷺ ستر بار استغفار کریں۔ یہ معاملہ بھی حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق وحی الہی کے اترنے کے باب سے متعلق ہے۔ (۱۵)

حضرت خرباق ذوالیدینؓ کے حوالہ سے یہ واقعہ کتب حدیث میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک دن نماز عصر میں دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا اور جا کر دور ایک تنے کے پاس کھڑے ہو گئے۔ تمام صحابہ کرام بشمول حضرات شیخینؓ خاموش رہے لیکن کچھ صحابہ کرام نے آپس میں بات کی کہ کیا نماز کم ہو گئی ہے۔ ان کی بہر حال ترجمانی حضرت ذوالیدینؓ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس جا کر کی کہ کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ سے سہو ہوا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ مجھ سے سہو ہوا اور نہ نماز میں قصر ہوئی۔ حضرت ذوالیدینؓ نے سہو نبوی کی بات کہی اور دوسرے صحابہ کرام نے ان کی تائید کی، ان کی یاد دہانی پر آپ ﷺ نے نماز عصر پوری کر کے

سلام پھیر کر دو سجدے کئے۔ بخاری اور دوسری کتب حدیث میں نماز کی کتاب کے ابواب سہو میں اور احادیث بھی ہیں۔ (۱۶)

طلاق

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو زمانہ حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے اس کا ذکر رسول اکرم ﷺ سے کیا اور آپ نے ان کے ذریعہ ہدایت بھجوائی کہ وہ اس طلاق سے رجوع کریں اور اپنی بیوی کو پاک ہونے کے بعد چاہے نکاح میں رکھیں چاہے مباشرت سے پہلے طلاق دے دیں۔ اسی سے یہ فقہی حکم نافذ ہوا۔ (۱۷)

طلاق کے معاملہ پر کتب بخاری و مسلم وغیرہ میں متعدد اختلافات نبوی منقول ہیں جو رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے ہوئے تھے ان تمام اختلافات میں یہ نکتہ قابل لحاظ ہے کہ صحابہ کرام کے عمل و فعل سے رسول اکرم ﷺ نے اختلاف کیا تھا اور ان کو صحیح قدم اٹھانے کو کہا تھا۔ مزید برآں رسول اکرم ﷺ سے حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ دوسرے اختلافات طلاق ہیں جیسے ابنہ الجون کا اختلاف و تعوذ: حدیث ۵۲۵۳-۵۲۵۵، امیہ بنت شراحیل کا نکاح نبوی سے کراہت کا اظہار: حدیث ۵۲۵۶-۵۲۵۸؛ زوجہ رفاعہ قرظی کا اپنے دوسرے شوہر عبدالرحمن بن قرظی سے خلوت و جماع کے بغیر طلاق لینے کے ارادہ سے اور سابق شوہر رفاعہ کے پاس مباشرت سے قبل جانے کے منصوبے سے: حدیث: ۵۲۶۰-۵۲۶۱ وغیرہ نیز حدیث: ۵۲۶۵ (بیوی کو حرام ہے مجھ پر حرام علیٰ کہنے کا باب) ہے ان کے علاوہ متعدد دوسرے اختلافات ہیں۔

فوجی معاملات میں اختلاف صحابہ کرام

مدنی دور حیات میں ہجرت کے واقعہ کے چھ ماہ بعد ہی سے سرایا و غزوات کا ایک طویل اور دور رس نتائج کا حامل سلسلہ چل پڑا۔ وہ حالات کی ناگزیری یا جغرافیائی سیاست (geo-politics) کے جبر کا نتیجہ تھا اور ایک طرح سے فطری بھی تھا۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام میں سے بعض حضرات امراء و سالاران اور سپاہیوں کے درمیان بعض معاملات و امور پر متعدد بار اختلاف ہوا۔ ان میں سب سے اہم اختلاف فکر و نظر کا سبب فنی مہارت اور حربی تکنیک کا تھا اور اس کے مختلف وجوہ و اسباب بھی تھے۔ ان اہم واقعات و احوال سیرت میں چند اختلافات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سریہ نخلہ

حضرت عبداللہ بن جحش اسدیؓ کو مکہ و طائف کے درمیان واقع مقام نخلہ تک جا کر قریشی ارادوں کے بارے میں پتہ لگانے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے ان کے چھ/آٹھ اصحاب کے ساتھ بھیجا تھا۔ وہ بنیادی طور سے خبر رساں دستہ (طلیعہ) تھا، فوجی دستہ نہیں۔ حسن اتفاق سے طائف سے ایک قریشی کاروان تجارت آ رہا تھا اور اس سے سریہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی بڑھ بیٹھ ہو گئی۔ پہلے تو معاملہ کا حل سمجھ میں نہ آیا۔ صحابہ/سپاہ سریہ میں بھی اقدام کے بارے میں اختلاف ہوا مگر حالات کی نزاکت نے مسلم سریہ کو کاروان تجارت پر حملہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ ایک دو مارے گئے اور ایک قید ہوئے اور باقی فرار ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

جسٹ ان کا سامان تجارت اور ایک قیدی لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے اقدام سے اختلاف کیا اور مال غنیمت کے بارے میں توقف فرمایا اور پایاں کار وحی الہی نے اس کے بارے میں فیصلہ فرمایا جو امیر کارواں و امیر سریہ کا حق میں تھا۔ قرآن مجید میں شہر مقدس/ ماہ رجب میں قتال کے بارے میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۸)

غزوہ بدر

۲ھ/ ۶۲۴ء کے آغاز میں قریش مکہ نے ایک غیر معمولی کارواں تجارت ابوسفیان بن حرب اموی کی قیادت میں شام بھیجا۔ بظاہر وہ کارواں تجارت تھا لیکن اس میں تمام ساکنان مکہ کے خطیر رقم لگانے اور دوسرے انتظامات نے رسول اکرم ﷺ کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اس تجارتی کارروائی کے پیچھے اسلامی ریاست مدینہ اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف کوئی سازش کام کر رہی ہے لہذا آپ ﷺ نے کارواں قریش کو اس کی شام سے واپسی پر روک لینے کی تدبیر نکالی جس سے سب کو اتفاق تھا۔ حکمت و تدبیر الہی کا فیصلہ کچھ اور تھا لہذا کارواں قریش امیر کارواں کی فوجی سوجھ بوجھ کی بنا پر راستہ بدل کر مدینہ کی گرفت سے نکل گیا۔

قریشی لشکر سے مقابلہ

قریشی میر کارواں نے فراست نبوی کو بھانپ کر مدینہ منورہ کے قریب پہنچنے سے قبل ہی اکابر قریش کو تجارتی کارواں پر مدنی گھات کے خدشہ بلکہ خطرہ سے آگاہ کر دیا تھا لہذا اپنے مالا مال کارواں کی حفاظت کے لئے مکہ مکرمہ سے ایک لشکر جہاز چل پڑا۔ تجارتی کارواں کے بچ نکلنے اور قریشی لشکر سے متصادم ہونے کے خطرہ کے پیش نظر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مسلم اقدام کے بارے میں مشورہ کیا۔ رسول اکرم ﷺ اور بیشتر صحابہ کرام کی رائے تھی کہ بڑھ کر قریشی لشکر کا مقابلہ کرنا چاہئے مگر ایک طبقہ کی طاقت سے ہراساں تھا اور جنگ کے خلاف تھا۔ بہر حال فیصلہ مقابلہ کرنے کا ہوا کہ اکثریت کا یہی عزم تھا البتہ دوسری رائے والے لرزاں ترساں تھے اور اسے جان جو کھم کا کام سمجھتے تھے۔ وہ اس سے پہلو تہی نہیں کر سکے مگر جنگ کو اپنی تباہی کا

سامان سمجھتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کے رویہ کو موت کے منہ جانے سے تعبیر کیا ہے۔ (۱۹)

بدر کے قیدیوں کا مسئلہ: فدیہ یا قتل

غزوہ بدر میں مسلمان کو عظیم الشان فتح کے نتیجے میں بیش قیمت اموال غنیمت ہاتھ لگے اور ستر اکابر قریش جنگی قیدی کے طور پر ملے۔ اسیران بدر کے ساتھ سلوک کے معاملہ پر مشورہ ہوا تو صحابہ کرام کی رائے مختلف تھی۔ حضرت ابو بکرؓ اور رسول اکرم ﷺ کے علاوہ متعدد صحابہ کرام اس حق میں تھے کہ وہ اپنے ہی اعزہ واقرباء ہیں لہذا ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دینا چاہئے۔ اسلامی رحمت کا بھی یہی تقاضا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ اور متعدد دوسرے صحابہ کرام کا خیال تھا کہ وہ سخت دشمنان دین و اسلام ہیں اور انہوں نے مسلمانوں کو سخت تکالیف دی ہیں لہذا ان کو قتل کر دینا چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ قریب ترین عزیز اپنے عزیز ورشتہ دار قیدی کو خود قتل کرے تاکہ قبائلی قصاص کا چکر نہ چل پڑے۔ رسول اکرم ﷺ نے رحمت بیکراں کی بنا پر اسیران بدر کو فدیہ لے کر آزاد کر دینے کا فیصلہ فرمایا جس کو فریق مخالف نے بھی بخوشی تسلیم کر لیا مگر وہ اپنی رائے اور موقف کے حق ہونے پر آخر تک جبرے رہے۔ روایات تفسیر و آیات قرآنی نے ان کے موقف کی ایک گونہ تائید بھی کی۔ (۲۰)

حربی تدبیر

اس عظیم الشان غزوہ کے دوران بعض اور اختلاف آراء کا بھی ذکر ملتا ہے جو دراصل فنی مہارت اور جنگی تکنیک اور حربی تدبیر وغیرہ سے زیادہ متعلق ہے لیکن بہر حال وہ اختلاف فکر و نظر ہے اس لئے ان کا مختصر مختصر حوالہ دینا ضروری ہے:

— بدر کے میدان میں اسلامی لشکر گاہ کے مقام کے بارے میں ماہر فن جنگ حضرت حباب بن منذر اوسؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اختلاف کیا کہ جنگی نقطہ نظر سے وہ صحیح نہیں ہے۔ چونکہ انتخاب میدان وحی الہی پر مبنی نہیں تھا بلکہ حربی تدبیر نبوی پر مبنی تھا لہذا رسول اکرم ﷺ نے ان کی رائے قبول کر کے دوسرا مقام لشکر/لشکر گاہ منتخب کیا۔

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

— بدر کے اسلامی لشکر گاہ کے قریب ترین واقع کنوئیں کے علاوہ دوسرے تمام کنوئوں کو اندھا کرنے کا مشورہ بھی حضرت حبابؓ کا تھا جو رسول اکرم ﷺ نے قبول فرمایا اگرچہ بعض حضرات صحابہ کو اس سے اختلاف تھا۔ (۲۱)

غزوہ احد

غزوہ بدر میں اپنی قومی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اکابر قریش نے بڑی تیاری کے بعد ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی کی۔ ساکنان مدینہ کو خبر ملی تو وحشت نے ان کو گھیرا۔ مجلس مشاورت کا بہر حال انعقاد ہوا۔

شہر میں یا میدان میں مقابلہ

رسول اکرم ﷺ اور متعدد صحابہ کرام کے علاوہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی کی رائے تھی کہ شہر میں محصور ہو کر مقابلہ کیا جائے جب کہ جو شیلے صحابہ کرام، جن میں بعض تجربہ کار اور صاحب تدبیر حضرات جیسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کا خیال تھا کہ کھلے میدان میں مقابلہ ہو۔ دونوں طرف وزنی دلائل تھے اور جسارت بھرے بیانات۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک تھا کہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کھلے میدان میں کرنا مشکل ہے، مسلم فوج کمزور ہے، تعداد کے لحاظ سے بھی اور اسباب حرب و جنگ کے اعتبار سے بھی۔ شہر میں رہ کر وہ بہترین دفاع کر سکیں گے۔ دوسری طرف جوش و ولولہ کا آہنگ یہ تھا کہ شہر میں محصور رہ کر دفاع غیرت کے خلاف ہے کہ اس سے قبل انصار نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اور اس سے مسلم موقف کی کمزوری ظاہر ہو جائے گی جو فوجی، سیاسی اور قومی کسی بھی اعتبار سے اسلامیان مدینہ منورہ کے حق میں نہ ہوگی۔ اس بے مثال جوش جہاد کے سامنے رسول اکرم ﷺ نے تدبیر و فراست کی سپر ڈال دی اور بنفس نفیس ہتھیار اور جنگی لباس زیب تن کر کے میدان جنگ میں لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جو شیلے صحابہ کرام کو احساس ہوا کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی مرضی کے خلاف آپ پر اپنی رائے ٹھونس دی ہے لہذا وہ اولین موقف نبوی کی طرفدار بن گئے

مگر رسول اکرم ﷺ نے ان کی تبدیلی رائے کو اس لئے تسلیم نہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب جنگی ہتھیار جسم اطہر پر سجائیں تو پھر میدان جنگ ہی میں جانا ان کا نبوی فریضہ ہے۔ اختلاف فکر و نظر باقی رہا مگر اہل ایمان نے فیصلہ نبوی پر سر تسلیم خم کر دیا۔ البتہ رئیس المنافقین اپنے ڈھائی تین سو سپاہیوں کے ساتھ اسلامی لشکر سے نکل گیا کہ اس کی رائے نہیں مانی گئی تھی۔ بعد میں یہ منافقانہ روش بھی اسلامی ریاست کے حق میں مفید ثابت ہوئی۔ (۲۲)

تیر انداز دستہ کا اختلاف

قریشی لشکر کے جبل احد کے قریب پہنچنے کے بعد اسلامی لشکر پہنچا تو موزوں لشکر گاہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ بہر حال رسول اکرم ﷺ نے احد پہاڑ کو اپنی پشت پر رکھتے ہوئے صفیں آراستہ کیں اور ایک عقبی درے پر پچاس تیر اندازوں کا دستہ تعینات فرمایا۔ ان کو ہدایت فرمائی کہ فتح ہو یا شکست کسی حال میں بھی وہ درہ خالی نہ چھوڑیں تا آن کہ رسول اکرم ﷺ ان کو کوئی دوسرا حکم دیں۔ تیر اندازوں کے دستہ نے اول دہلہ ہی میں مسلمانوں کی فتح دیکھی اور بعض مجاہدین کو مال غنیمت حاصل کرتے پایا تو درے میں اپنے مقامات چھوڑنے چاہے کہ مقصد پورا ہو گیا۔ مگر دس تیر اندازوں نے اپنے امیر کے ساتھ درہ چھوڑنے سے اختلاف کیا اور ان کو ہدایت نبوی کا مفہوم سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ اپنی تعبیر ہدایت پر اڑے رہے اور امیر اور رفقاء کی مخالفت کر کے جگہیں خالی کر دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریشی لشکر کے فرار ہوتے ہوئے ایک سالار شہسوار اور ماہر جنگ حضرت خالد بن ولید مخزومی نے پہلے درے کے سپاہ و امیر کو ختم کیا اور پھر اسلامی لشکر پر پیچھے سے حملہ کر کے مسلم فتح کو شکست میں بدل دیا۔ (۲۳)

سلب اور تدفین شہداء

غزوہ احد کے دوران بعض اور اختلافات نے بھی سر اٹھایا:

— بعض دشمنوں کے ساز و سامان (سلب) پر اختلاف ہوا کہ وہ کس کا حصہ ہے۔

— مال غنیمت کی معمولی چیزوں پر اختلاف ہوا۔

— بعض شہداء غزوہ کی تدفین کے مقامات پر اختلاف رونما ہوا ان کی لاشوں کو

شہر مدینہ لے جایا گیا اور بعض کو پھر حکم نبوی پر میدان احد میں شہادت گاہ میں دفنایا گیا۔ (۳۳)

غزوہ خندق/احزاب

قریش مکہ نے اپنے اتحادی قبیلوں (احزاب) سے مل کر اسلامی ریاست مدینہ کو ختم کرنے کے لئے لشکروں کے ایک جم گھٹ کے ساتھ ۵/۶۲۷ میں زبردست حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ بلائی اور بحث و مباحثہ کے بعد بالآخر حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز پر ایرانی جنگی تدبیر قبول کر کے خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ شہر کی شمالی سمت میں، جدھر سے حملہ کا واحد موقع تھا، ایک طویل و عریض اور نہایت گہری خندق کھودی گئی۔ عرب بالخصوص قریش اس جنگی طریقہ مدافعت سے واقف نہ تھے لہذا وہ حیران و ششدر رہ گئے اور محاصرہ پر اکتفا کرنے پر مجبور ہوئے۔

مصالحت کی تجویز

طویل محاصرہ کے دوران دوسری مشکلات کے علاوہ سب سے بڑی دقت سامان رسد کی فراہمی کے بارے میں تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے تجویز رکھی کہ قریشی احزاب (متحدہ لشکر) کے ایک طاقتور قبیلہ غطفان کو مدینہ منورہ کی ایک تہائی پیداوار دے کر قریشی اتحاد سے نکل جانے اور محاصرہ مدینہ اٹھا لینے پر آمادہ کیا جائے تاکہ قریش کے محاصرہ کے اتفاق میں دراڑ پڑ جائے۔ حضرات سعدین، سعد بن عبادہ، خزرجی، سعد بن معاذ اویؓ اور دوسرے انصاری صحابہ نے اس تجویز سے اختلاف کیا۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ ہم نے بدترین صورت حال میں بھی ایسی تدبیر نہیں اختیار کی کہ وہ ہماری قومی حیثیت اور اسلامی وقار کے خلاف ہے۔ حضرات انصار اور تجویز نبوی کے مخالف اکابر نے پہلے یہ پتہ لگا لیا تھا کہ آیا تجویز نبوی وحی الہی اور ہدایت ربانی پر تو مبنی نہیں۔ جب ان کو محض رائے نبوی پر اس کے مبنی ہونے کا علم ہوا تو اس سے اختلاف کیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان کے اختلاف کو تسلیم کر کے اپنی رائے اور تجویز واپس لے لی اور

قریشی اتحاد کو توڑنے کے لئے حضرت نَعِیم بن مسعود اشجعی کی خدمات حاصل کیں۔ (۲۵)

صلح حدیبیہ

غزوہ حدیبیہ اصلاً غزوہ یا فوجی اقدام نہیں تھا بلکہ وہ عمرہ کرنے کے لئے ایک دینی سفر تھا مگر محدثین کرام اور سیرت نگاروں دونوں نے اس کو غزوہ قرار دیا ہے محض اس لئے کہ وہ ہر سفر نبوی کو غزوہ بنا دیتے تھے۔ (۲۶) بہر حال اس دینی سفر سعادت میں بھی فوجی نوعیت کا شائبہ موجود تھا کہ اس وقت قریش مکہ مدینہ سے برسرِ پیکار تھے۔ اس سفر زیارت اور عظیم غزوہ نبوی کے دوران صحابہ کرام نے بعض معاملات پر اختلاف فکر و نظر کا اظہار کیا جن کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

ہتھیاروں کے ساتھ سفر

— اولین مسئلہ یہ تھا کہ اس دینی سفر میں بھی ہتھیاروں کے ساتھ سفر کیا جائے یا بلا اسلحہ زیارت کی جائے۔ نبوی تجویز یہ تھی کہ عمرہ کے سفر میں ہتھیار سجا کر جانے کا مطلب ہوگا کہ قریشی اکابر کو اشتعال دلایا جائے اور وہ اسے فوجی کارروائی سمجھیں۔ صحابہ کرام میں سے متعدد کی رائے تھی کہ قریشی اکابر بہر حال دشمنی پر آمادہ ہی نہیں متعدد جنگیں مدینہ منورہ پر تھوپ چکے ہیں۔ بہر حال دونوں فریقوں کے درمیان جنگی صورت حال موجود ہے اس لئے ضروری اسلحوں کا لے جانا ناگزیر ہے کہ وقت ضرورت کام آسکیں۔ بالآخر اس مصالحانہ تجویز پر عمل ہوا کہ ذخیرہ اسلحہ تو ساتھ لے جایا جائے مگر جسم پر صرف تلوار رہے کہ وہ مسافر کا بھی ہتھیار ہے اور اسلحہ کا ذخیرہ کسی محفوظ مقام پر چھپا دیا جائے اگر عمرہ کی اجازت و موقع مل جائے۔ (۲۷)

سفیر نبوی کا انتخاب

— قریشی اکابر سے صلح و معاہدہ کی گفتگو کا دور شروع ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو سفیر نبوی بنا کر مکہ مکرمہ بھیجنا چاہا۔ غالباً اس تجویز نبوی کے پیچھے یہ مصلحت کارفرما تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ نہ صرف عظیم مدبر اور مرد جبری تھے بلکہ قریشی ملا (مجلس) کے ایک اہم منصب ”سفارة“ پر فائز رہنے کے سبب سفارت کاری کی باریکیوں سے بھی بخوبی آگاہ

تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو تامل ہوا کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت ان کے خاندان بنو عدی اور دوسرے حلیفوں کی غیر موجودگی میں ان کا جانا خطرناک ہے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عثمان بن عفان امویؓ کو سفیر نبوی بنا کر بھیجنے کا متبادل رکھا کہ ان کے حمایتی وہاں بہت زیادہ اور با اثر تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی متبادل تجویز کو قبول کر کے حضرت عثمانؓ کو سفیر نبوی بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔ (۲۸)

راستہ اور لشکر کا انتخاب

حدیبیہ نامی گھاٹی میں اسلامی جماعت معتمرین (نمرہ کرنے والوں) کی قیام گاہ پر بھی اختلاف ہوا تھا اور بعض اہم ترین ماہرین جنگ کے مشورے سے وہ مقام منتخب کیا گیا جہاں حدیبیہ کا کنواں تھا اور جو بالآخر مقام صلح وصفا بنا تھا۔ (۲۹) اس سے قبل اسلامی لشکر کی راستہ کی تبدیلی کا معاملہ پیش آیا تھا جس کی وجہ سے سخت چٹانی راستہ سے بعض مجاہدین کو شکوہ ہوا تھا اور انہوں نے نرم زمین پر یعنی عام راستہ پر چلنے کا خیال ظاہر کیا تھا اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو بنو اسرائیل کی مانند استغفار کرنے اور ”ھٹ“ کہنے کا حکم دیا تھا۔

معاہدہ صلح

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام کو سب سے بڑا اختلاف معاہدہ صلح کی نوعیت پر تھا جس کو وہ دب کر صلح کرنے کے مترادف قرار دیتے تھے۔ خاص کر اس کی دو شقیں ان کے لئے سوہان روح تھیں: ایک یہ کہ مکہ قریش کا کوئی بھی شخص، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم مدینہ چلا جائے تو اسے بہر حال واپس کرنا ہوگا اور دوسری یہ کہ مدینہ کا کوئی شخص مکی اکابر یا مکہ شہر سے جا ملے تو اس کی واپسی ضروری نہیں ہوگی۔

واقعہ ابو جندلؓ

ابھی صرف شرائط صلح زبانی طے ہوئی تھیں اور معاہدہ لکھا نہیں گیا تھا کہ قریش مکہ کے نمائندے اور سفیر کبیر سہیل بن عمرو عامری قریشی کے مسلم فرزند حضرت ابو جندل عمرو بن سہیل

عامری کسی طرح زنداں سے نکل کر خدمت نبوی میں پہنچ گئے۔ ان کے خستہ و زار جسم و بدن پر زخموں کے نشانات تھے اور ہاتھوں اور پیروں میں بیڑیاں ان کی کسمپرسی بڑھا رہی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے سفیر قریش سہیل عامریؓ سے ان کے فرزند مسلم کی آزادی کی بات کی مگر وہ قانونی سہارا لے کر اڑ گئے کہ بلاشبہ معاہدہ ابھی لکھا نہیں گیا تاہم شرائط تو زبانی طور سے طے ہو چکی ہیں لہذا وفائے عہد کا یہ پہلا امتحان ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی بات مان لی اور حضرت ابو جندلؓ کے واپس جانے کے انتظامات کئے جن میں ان کی قید کی حالت میں جوار و تحفظ کی ضمانت بھی شامل تھی۔

موقف فاروقی

صحابہ کرام میں سے بیشتر اور بالخصوص حضرت عمر بن خطابؓ حضرت ابو جندلؓ کی لاچار واپسی کے منظر سے بھڑک اٹھے اور معاہدہ کی شقوں سے بلکہ ایسے ذلت آمیز معاہدہ صلح سے ہی برملا اختلاف کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور رسول اکرم ﷺ سے بھی اس کا غضبناک اظہار کیا حتیٰ کہ مسلمانوں کے حق پر ہونے اور رسول اکرم ﷺ کے رسول صادق ہونے کے باوجود باطل کو تسلیم کر لینے کا سوال اٹھایا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے ہر سوال کا جواب دیا اور ان کے اختلاف سے اتفاق نہیں کیا اور معاہدہ نامہ لکھنے کا حکم دیا۔ (۲۰)

موقف مرتضیٰ

حضرت علی بن ابی طالبؓ ہاشمیؓ معاہدہ صلح لکھنے بیٹھے تو سرنامہ عہد قریشی ”باسمک اللہم“ کی جگہ پورا بسملہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) لکھا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر فریق اول کی حیثیت سے کیا۔ سفیر قریش کو رسول اللہ پر بھی اعتراض تھا اور بسملہ پر بھی۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے ”رسول اللہ“ کا فقرہ حق مٹانے کو کہا لیکن انہوں نے باادب اس سے انکار کر دیا اور آپ ﷺ نے ان سے مقام رسالت پوچھ کر اختلافی فقرہ دست مبارک سے محو کر دیا۔

عمرہ کی بشارت

رسول اکرم ﷺ سے صحابہ کرام میں بہت سے حضرات نے اس پر بحث کی کہ امسال بلا عمرہ کئے ہوئے واپسی ہو رہی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا ”ہم عمرہ کریں گے“۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے یہ کہا تھا مگر یہ کب کہا تھا کہ اسی سال عمرہ کریں گے۔

مناسکِ عمرہ

معابدہ کے خاتمہ پر رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو عمرہ کے مناسک وہیں حدیبیہ میں ادا کرنے کی ہدایت کی لیکن غم و اندوہ کے مارے صحابہ کرام کے کانوں تک وہ نہیں پہنچی۔ پایاں کار رسول اکرم ﷺ نے حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کی تجویز پر عمل کر کے خود مناسک یعنی قربانی وغیرہ، حلق وغیرہ ادا کئے اور صحابہ نے متابعت نبوی میں ان کو عالم خود فراموشی میں ادا کر دیا مگر غم کے اثر سے نہ نکل سکے۔ (۳۱)

غزوہ ذوقرد سے قبل کا غزوہ

صحیح مسلم کی ایک روایت ہے کہ غزوہ ذوقرد سے قبل رسول اکرم ﷺ نے عسفان کے مقام پر کئی دنوں تک کسی مصلحت سے قیام کیا۔ صحابہ کرام میں سے بعض نے کہا کہ یہاں ہم بیکار پڑے ہیں اور ہمیں اپنے مدینہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف سے کافی فکر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی سنی تو ان سے فرمایا کہ مدینہ میں ہر گھائی پر فرشتے حفاظت کے لئے مامور ہیں۔ بہر حال آپ ﷺ نے واپسی کا حکم دیا اور اس کے چند دنوں کے اندر یا اسی دن غطفان کے ایک گردہ نے مدینہ پر حملہ کر کے سرکاری اونٹنیاں ہانک لے گئے، یہی غزوہ ذوقرد ہے۔ (۳۲)

غزوہ خیبر: ۶۲۹/۷

حدیبیہ سے واپسی پر رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو خیبر کے غزوہ کے لئے جانے کا حکم دیا اور بنفس نفیس روانہ ہوئے۔ خیبر پہنچ کر آپ ﷺ نے اول قلعہ کے پاس ہی پڑاؤ ڈالا۔

حضرت حباب بن منذرؓ اور غالباً بعض دوسرے ماہرین جنگ کے مشورہ پر آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر اس قلعہ کے قریب خیمہ نصب فرمایا جن میں یہودی جنگجو موجود اور قلعہ بند تھے۔ ان ہی کے مشورے پر آپ ﷺ نے ان کے دوسرے قلعوں کی بھی ناکہ بندی کی۔ اس غزوہ کے دوران بعض اور معاملات پر بھی صحابہ کرام نے اپنی اختلافی رائے و مشورہ سے خدمت کی۔ (۳۳)

فتح مکہ: رمضان ۸/ جنوری ۶۳۰

دشمن کو خبر رسانی:

۱- قریش مکہ کے خلاف آخری غزوہ تھا۔ اس دوران بہت سے واقعات و اختلافات پیش آئے۔ مشہور بدری صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اپنے اہل و عیال کو جو مکہ میں مقیم تھے، بچانے کی خاطر اور اکابر قریش کی خیر سگالی پانے کے لئے شیوخ مکہ کو ایک خط بھیجا تھا جس میں خدشہ ظاہر کیا تھا کہ شاید اسلامی افواج کا رخ اس بار مکہ کی طرف ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے اقدام کی سمت کو خفیہ رکھا تھا اور حضرت عائشہؓ نے جانتے ہوئے بھی محض راز نبوی کی حفاظت سے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی نہیں بتایا تھا۔ بہر حال بذریعہ وحی رسول اکرم ﷺ کو حضرت حاطبؓ کے خط اور خط کے قاصد کے بارے میں اطلاع ہو گئی اور آپ ﷺ نے حضرت علیؓ و زبیرؓ کے ذریعہ اس خط کو راستہ ہی میں اس کی قاصد (عورت) سے حاصل کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطبؓ کے اس طرز عمل پر سخت رد عمل کا اظہار کیا اور ان کو قتل تک کر دینے کی اجازت مانگی مگر رسول اکرم ﷺ نے حضرت حاطبؓ کا عذر مان لیا اور بدری ہونے کے سبب معاف کر دیا۔ (۳۴)

علمبردار اور قائد کی تبدیلی

۲- فتح مکہ کی خاطر افواج نبوی جب چہار سمت سے مکہ میں داخل ہوئیں تو اس کے ایک علمبردار و سالار حضرت سعد بن عبادہ خزرجیؓ نے حضرت عباسؓ و ابوسفیانؓ وغیرہ شیوخ

قریش کو دیکھ کر اور عام جوش جہاد میں بھی فرمایا کہ آج تو ہلاکت کا دن ہے اور آج کعبہ بھی حلال ہو جائے گا۔ ان دونوں شیوخ قریش نے رسول اکرم ﷺ کے دستہ کے گذرتے وقت آپ کو حضرت سعد خزرجیؓ کا قول سنایا اور یہ بھی عرض کیا کہ اگر آج قریش ہلاک ہو گئے تو وہ قیامت تک کے لئے فنا ہو جائیں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا، آج تو کعبہ کی بزرگی و عظمت کا دن ہے اور قبیلہ خزرج کا علم حضرت سعدؓ کے ہاتھ سے لے کر ان کے فرزند حضرت قیسؓ کو عطا فرمادیا۔ (۳۵)

دارالامان کا اعلان

۳۔ حضرت ابوسفیان امویؓ کے گھر کو دارالامان بنانے کے اعلان کے پیچھے ان کی دلداری تو کارفرما تھی ہی، ان کے خلاف عام صحابہ کی ناپسندیدگی کو بھی دور کرنا تھا۔ صحیح مسلم کے باب فضائل ابی سفیانؓ میں ان کا احساس نقل ہوا ہے کہ مسلمان ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اور نہ ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ (۳۶)

غزواتِ حنین و طائف وغیرہ

بعد کے دوسرے غزوات میں خاص کر حنین و طائف اور تبوک کے غزوات کے دوران بھی بعض صحابہ کرام نے کسی نہ کسی وجہ سے اور کسی نہ کسی معاملہ پر اختلاف کیا تھا۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے باہمی اختلاف دونوں کو محیط تھا۔ ان کے متعدد واقعات ملے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر آگے بھی آتا ہے۔ خالص حربی اور فوجی اختلافات میں صحابہ کرام سے بعض افراد و طبقات کی میدان جنگ سے فرار کا واقعہ بھی اس اختلاف کا مظہر ہے۔ طائف کے قلعہ کے محاصرے اور ان کے بعض غلاموں کی خود سپردگی وغیرہ پر بھی اختلاف ملتا ہے۔ ان کا ذکر محض اختصار کی خاطر چھوڑا جا رہا ہے۔ وہ تمام معتبر کتابوں میں بہر حال تفصیلات کے ساتھ ملتے ہیں۔

انتظامی معاملات میں اختلاف صحابہ

مدینہ منورہ کی شہری ریاست رہی ہو یا بعد کی پورے جزیرہ نمائے عرب کی وسیع و عریض اسلامی ریاست و حکومت، رسول اکرم ﷺ کو بطور رسول اللہ اور بطور سربراہ وسیع ترین اختیارات حاصل تھے جن میں بسا اوقات شوریٰ کا بھی دخل نہیں ہو سکتا تھا، تاہم رسول اکرم ﷺ ہدایت الہی کے مطابق مسلمانوں سے تقریباً ہر معاملہ میں مشورہ کرتے تھے (۲۷) اور ان کے بعض اختلافات کو بھی انگیز کرتے تھے۔ صحابہ کرام بھی ان معاملات میں مشورہ دینے کی بسارت نہیں کرتے تھے جن کا تصفیہ وحی الہی کے ناگزیر فیصلہ سے ہوتا تھا کہ وہ حکم الہی تھا۔ بسا اوقات انتظامی معاملات میں بعض صحابہ کرام نے اپنی فہم و فراست کے مطابق مشورہ بھی دیا اور اختلاف بھی کیا۔

موالی کی تقرری پر اختلاف

مہاجرین و انصار کی خاندانی عظمت کی جبلی سماجی گرہ نے بعض اوقات اس معاملہ میں جلوہ دکھایا۔ رسول اکرم ﷺ نے خاندانی اور غیر خاندانی، اشراف و اجلاف کا فرق مٹانے اور سماجی مساوات قائم کرنے کی غرض سے بعض موالی کا تقرر بعض اہم ترین عہدوں پر کیا۔ ان میں مولائے رسول اکرم ﷺ حضرت زید بن حارثہ کلبی غالباً اہم ترین شخصیت اور ہدف اختلاف تھے۔ ان کو رسول اکرم ﷺ نے ان کی فوجی صلاحیت اور انتظامی لیاقت کے مد نظر سب سے زیادہ سرایا میں سالار و امیر کے منصب پر مقرر کیا تھا۔ صحابہ کرام کے بعض طبقات و افراد کو اس

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور محل

تقرری اور اس کے مستقل تسلسل پر نہ صرف تحفظات تھے بلکہ خاصے وزنی اختلافات تھے۔ ان کا دے لفظوں میں اظہار ہوتا رہا تھا مگر جب حیاتِ مستعار کے آخر میں رسول اکرم ﷺ نے ان کے نوجوان فرزند حضرت اسامہ بن زید کلبیؓ کو ایک انتہائی اہم بلکہ بین الاقوامی مہم کا سالار اعظم مقرر کیا جس میں تمام اکابر صحابہ کرام ان کے ماتحت بن گئے تھے تو اختلاف زبانوں پر آگیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ایک عظیم الشان خطبہ میں، جو جلال و جبروت سے لبریز تھا، ان دونوں باپ بیٹے کی تقرری کو ان کی صلاحیتوں کے سبب صحیح ٹھہرایا اور صحابہ کرام کے معترض افراد و طبقات کی نہ صرف زبان بندی کر دی بلکہ ان کے دلوں کو اطمینان و رضا سے بھی بھر دیا۔ (۲۸)

تایین کی تقرری

حضرت ابن ام مکتومؓ تاہینا ہونے کے باوجود رسول اکرم ﷺ کی مدنیہ منورہ سے غیر حاضری کے دوران سب سے زیادہ مرتبہ ”خليفة نبوی“ مقرر رکئے گئے جو محض امام نماز کی نیابت نہیں تھی بلکہ سربراہ ریاست کی نیابت و خلافت تھی۔ اس پر بعض افراد نے اعتراض و اختلاف کیا مگر ان کو بلا وجہ قرار دے کر مسترد فرما دیا گیا کیونکہ حضرت موصوف امامت کے نہ صرف اہل تھے بلکہ مدتوں بالخصوص ہجرت مدینہ کے بعد امامت کا فرض انجام دیتے رہے تھے۔ (۲۹)

نوجوانوں کی تقرری

رسول اکرم ﷺ کی انتظامی حکمت عملی کا ایک عظیم الشان اور حکیمانہ اظہار یہ تھا کہ آپ ﷺ بالعموم نوجوانوں کی تقرری انتظامی مناصب اور دوسرے عہدوں پر کیا کرتے تھے۔ ان کی مصالح اور حکمتوں کا ابھی تک ادراک نہیں کیا گیا۔ اکابر پرستی کے مارے عرب معاشرے میں بھی بعض اصحاب ایسے تھے جن کو ان نوجوانوں کی تقرری سے اختلاف ہوتا تھا۔ جس طرح بعد کے بعض مفکرین اسلام نے اسے ایک خلیفہ راشد کے خلاف الزام بنا کر اکابر صحابہ کرام کو نظر انداز کر دینے کا خطرناک منظر نامہ بنا کر پیش کیا۔ بعض افراد و طبقات کی طرف سے اکابر

کے مقابلے میں نوجوانوں اور نوخیزوں کی تقرری سے اختلاف کا اظہار ہوا۔ ان میں حضرت اسامہ بن زید کلبیؓ کے معاملہ میں وضاحت سے اور دوسری تقرریوں کے بارے میں مضمرد واضح دونوں انداز سے اظہار کیا گیا تھا۔ (۳۰)

نومسلموں کی تقرری

اپنی حکیمانہ انتظامی پالیسی کے تحت رسول اکرم ﷺ نے تازہ تازہ مسلمان ہونے والے نوجوانوں کو عظیم ترین مناصب پر مقرر فرمایا۔ ان میں مکہ کی گورنری پر فائز ہونے والے صحابی حضرت عتاب بن اسید امویؓ اور طائف کے گورنر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ جیسے عمال و امراء اہم ترین تھے۔ بعض افراد و طبقات کو ان تقرریوں سے اختلاف تھا کہ ابھی تو یہ حضرات اسلام کے دائرے میں داخل ہوئے ہیں اور بہت سے معاملات و امور سے آگاہ نہیں لیکن رسول اکرم ﷺ نے ان کے اختلاف کو تسلیم نہیں کیا اور ان کی تقرری کو مصالح امت اور تقاضائے لیاقت کے مطابق قرار دیا۔ اس کی ایک عظیم ترین مثال حضرت ولید بن عقبہ امویؓ کی بنوالمصطلق کی ایک شاخ قبیلہ پر بطور عامل صدقات تقرری تھی۔ ان پر کیا کیا نہ الزام لگائے گئے اور ان کی کیسی کیسی مخالفت نہ کی گئی مگر رسول اکرم ﷺ نے ان کو ان کے عہدے پر برقرار رکھا اور تاحیات برقرار رکھا۔ ایسے بہت سے نومسلموں کی تقرری کے واقعات ملتے ہیں۔ (۳۱)

خاندان بنو ہاشم کے افراد کا مطالبہ تقرر

بزرگ تر خاندان بنو عبد مناف کے بعض اکابر نے رسول اکرم ﷺ سے دو نوجوان افراد کی عامل صدقات کے عہدے پر تقرری کی درخواست کی مگر رسول اکرم ﷺ نے ان کی صلاحیت و لیاقت کے پیش نظر اس کو مسترد کر دیا۔ اس کا مفصل ذکر اختلافات صحابہ کے خاص باب میں آ رہا ہے۔ (۳۲)

عامل بنانے کی درخواست

حضرت ابو ذر غفاریؓ قدیم ترین صحابہ میں سے ایک تھے۔ انہوں نے رسول

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

اکرم ﷺ سے عامل (امیر و منصب دار) بنانے کی۔ درخواست کی آپ ﷺ نے ان کی درخواست مسترد کر دی کہ وہ کمزور شخص تھے اور عامل کا منصب ایک امانت ہے جو مستحق و ایماندار شخص کی ذمہ داری ہے ورنہ وہ قیامت میں باعث رسوائی و ندامت ہوگی۔ (۴۲)

امراء سے سرایا سے صحابہ کرام کا اختلاف

بظاہر یہ معاملہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کے باب سے متعلق ہے مگر فریقین کے معاملہ اختلاف کی تیسری جہت رسول اکرم ﷺ کی بطور سربراہ ریاست اور سالارِ اعظم سے وابستہ ہونے کی بنا پر وہ اختلاف کے اس زمرے میں بھی آتا ہے۔ سرایا کے امراء رہے ہوں یا ولایات (صوبوں) کے ولایہ (گورنر) یا دوسرے مناصب پر فائز عمال، بسا اوقات ان کے ماتحتوں، سپاہیوں اور دوسرے متعلق لوگوں کو ان سے کسی نہ کسی معاملہ پر اختلاف ہو جاتا ہے جو فطری بھی ہے۔ ان کا آخری تصفیہ بہر حال رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے اور اختلاف جاتا رہتا تھا۔ یہاں ان کے چند اہم ترین واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (۴۳)

حضرت خالد بن ولید مخزومیؓ

قریشی ملا/مجلس میں شہسوار فوج کے سالار اعلیٰ رہ چکے تھے اور اسلامی فوجی نظام میں بھی ان کو اسی اہم عہدے پر غزوات میں فائز کیا گیا اور آزاد و خود مختار سرایا میں ان کو کئی مواقع پر امیر و قائد کی حیثیت سے مقرر کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید مخزومیؓ کی فوجی صلاحیت، قائدانہ لیاقت، حربی مہارت اور بہت سی صفات عالیہ کا سب کو اعتراف تھا تاہم ان کی بعض کارکردگیوں سے متعدد صحابہ کرام کو بالخصوص ان کے فوجی اقدامات کے ماروں کو شدید ترین اختلافات تھے۔ ان میں بنو جذیمہ کے قبیلہ پر ان کے حملہ کر کے ان کے متعدد لوگوں کو قتل کر دینے اور ان کے مال و اسباب لوٹنے کا واقعہ خاصا باعث اختلاف بنا۔ ان کے سالاروں اور سپاہیوں میں سے متعدد کو ان کے فوری اقدام سے اختلاف تھا کہ مبادا حریفوں میں مسلمان بھی شامل ہوں۔ ان کا خدشہ صحیح نکلا، متعدد مسلمان مارے گئے اور ان کے اموال لوٹے گئے۔ ان

کشتہ تیغ ستم کے مسلمان عزیزوں نے دربار نبوی میں حضرت خالدؓ کے خلاف شکایت کی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے عاجلانہ اقدام پر ان کی معذرت قبول کر لی اور اموال واپس کر دئے اور ان کے مقتولوں کی دیت بیت المال سے ادا کر دی۔ (۴۵)

- حضرت خالد بن ولیدؓ مخزومیؓ کے اسی طرح بعض اقدامات سے ان کے مانٹوں نے اختلاف کیا خاص کر مال غنیمت پر رسول اکرمؐ نے اپنے مقررہ امیر کے تجاوزات پر تو پابندی لگائی مگر ان کی برطرفی یا ان سے قصاص لینے کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ (۴۶)

- فتح مکہ کے موقع پر حضرت خالدؓ کو واضح حکم نبوی کے باوجود بعض مشتعل اہل مکہ سے قتال کر کے ان کو قتل کرنا پڑا کہ وہ خود چڑھ دوڑے تھے۔ (۴۷)

- غالباً حضرت عمر بن خطابؓ کو حضرت خالدؓ کے فوجی اقدامات کی عاجلانہ نوعیت اور سخت گیر اقامت سے کافی اختلاف تھا۔ وہ عہد نبوی اور خلافت صدیقی میں بھی کھل کر سامنے آیا۔ اپنی خلافت میں حضرت خالدؓ کو سپہ سالاری کے منصب اعلیٰ سے معزول کر دیا۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ ہاشمیؓ کو بھی بطور سالار و امیر بعض طبقات صحابہ بالخصوص ان کے اپنے ماتحت سالاروں اور سپاہیوں سے اختلاف کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے اختلافات کا تصفیہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے عہد میں فرمایا۔

- یمن کے سریہ سے واپسی پر حضرت علیؓ جتہ الوداع میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سیدھے مکہ پہنچے۔ جلدی میں خود جناب نبویؐ میں حاضر ہو گئے اور فوج کو ایک ماتحت سالار کی نگرانی میں پیچھے آنے کے لئے کہہ گئے۔ سالار ان سریہ اور عام سپاہ دونوں اموال غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ کرتے رہے تھے لیکن حضرت علیؓ نے اس کو متعدد وجوہ سے درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ بہر حال پہلی فرصت میں نائب سالار نے اموال کو تقسیم کر دیا اور جب حضرت علیؓ کو واپسی پر اس کا علم ہوا تو ان کے جسموں سے تپے، جبے اور قنادے نوح نوح کر چھین لئے۔ سپاہ و افسران دونوں کو سخت شکایت ہوئی اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے

تصفیہ کرایا۔ (۴۸)

- حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے مقام پر رسول اکرم ﷺ کو ان عام شکایات و اختلافات کی خطرناکی کا احساس ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی حمایت میں خطبہ دیا جس کو شیعیان ملت نے خلافت کا پروانہ تقرری بنا دیا۔ (۴۹)

- غزوہ تبوک میں اپنی غیر حاضری کے دوران رسول اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ کو اپنا خلیفہ و نائب مقرر کیا اور حضرت علیؓ کو امیر خاندان نبوت۔ بعض صحابہ کرام کو اختلاف مناصب کا صحیح ادراک نہیں ہوا لہذا حضرت علیؓ کو اپنی خلافت و نیابت کا خیال بھی پیدا ہوا۔ اس کے علاوہ بعض لوگوں نے پیچھے چھوڑ دئے جانے کی وجہ سے یزدلی اور کمزوری پر بھی ان پر طعن کیا۔ حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ سے کئی دنوں کی مسافت پر مقیم لشکر نبوی میں پہنچ کر رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کر کے صورت حال بیان کی اور آپ ﷺ نے ان کی تسلی و تسفی کی اور ان کے منصب و فرض کی وضاحت بھی فرمائی۔ (۵۰)

مالی امور میں اختلاف صحابہ کرام

مال و منال کی محبت انسان لے دل میں خون کی مانند گردش کرتی ہے اور اکثر و بیشتر حرص و ہوس اور لالچ تک لے جاتی ہے۔ اور توفیق الہی نہ ہو تو اس کے طمع و لالچ سے بچنا ناممکن ہے اور جس کو اس سے بچالیا جاتا ہے وہ بقول الہی خیر کثیر اور حکمت سے نوازا جاتا ہے۔ (۵۱) دنیا کی تاریخ میں اس مال کی محبت و لالچ نے بڑے گل کھلائے ہیں اور بڑے بڑے اختلافات، نزاعات اور فسادات پیدا کئے ہیں۔ عہد نبوی کے معاشرے میں بھی اموال و جائداد، سونے چاندی، خزانوں، دینوں اور مال کے دوسرے اثر دہوں نے افراد و طبقات کو ڈسا تھا۔ (۵۲) اسی مفرطانہ محبت مال کی کاٹ کرنے اور صبر و قناعت کا درس دینے کے لئے قرآن و حدیث اور اسوۂ نبوی میں فقیری کا سبق پڑھایا گیا ہے ورنہ مال بذات خود تو قرآنی تعبیر میں خیر ہے اور باعث خیر بھی۔ (۵۳) اسی سے بعض ارکان اسلام کی بجا آوری، امت کے مقاصد کی تکمیل، ریاست کا نظام، انسانیت کی فلاح اور دنیاوی اور اخروی بہبود کی بار آور صورتیں وابستہ ہیں، اس نے بہر حال اختلافات کو جنم دیا تھا۔

صحابہ کرام میں سے بیشتر تو مال و منال کی طمع و حرص سے بچ گئے تھے اور بہت سے خود مالدار اور صاحب اموال بھی تھے۔ متعدد اکابر صحابہ اور دوسرے بدوی حضرات نے بعض مالی معاملات میں رسول اکرم ﷺ سے اختلاف کیا تھا اور وہ بالعموم اموال غنیمت کی تقسیم سے متعلق اور ان ہی کا زائیدہ بھی ہوتا تھا۔ بعض مثالیں اور واقعات میں درج ذیل اسباب و وجوہ

کا بھی پتہ چلتا ہے۔

سلب کا معاملہ

بعض غزوات و سرایا میں مقتول دشمن کے سلب / اسلاب کی تقسیم یا حق میں اختلاف ہوا اور اس کا تصفیہ رسول اکرم صلی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کا ذکر صحابہ کرام کے باہمی اختلافات و نزاعات میں مالی امور سے متعلق فصل میں آئے گا۔ (۵۴)

مال غنیمت کی تقسیم

مختلف غزوات کے اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد بعض اصحاب و طبقات کو عادلانہ تقسیم نہ کرنے کی شکایت ہوئی اور اس نے اختلاف و مخالفت کی صورت اختیار کر لی۔ ایک بدوی صحابی نے تقسیم اموال کے بعد اپنی چادر یا رسول اللہ کی چادر مبارک کو اتنے زور سے جھٹکے دے کر اپنا حصہ رسدی مانگا کہ گردن مبارک پر رگڑ سے خراشیں آ گئیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ اور مال ہوتا تو میں اسے بھی تم میں تقسیم کر دیتا۔ ایک بدوی صحابی کو نبوی تقسیم پر اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عدل و انصاف کرنے کی بات بھی کہہ ڈالی، آپ ﷺ نے بڑے رسان سے فرمایا کہ اگر میں عدل و انصاف نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ حدیث و سیرت میں ایسے بعض واقعات اور بھی مل سکتے ہیں۔ (۵۵)

بلا فدیہ رہائی

غزوہ بدر کے جنگی اسیروں میں رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب بھی شامل تھے۔ انصار کے بعض اکابر نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ عباس ہمارے بھانجے ہیں اس لئے اگر آپ اجازت دیں تو ان کو بلا فدیہ رہا کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: نہیں ایک درہم بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ (۵۶)

مال دیگر پر قبضہ

۶۲۵/۳ میں شراب خانہ خراب کی تحریم کے نفاذ سے پہلے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب

ہاشمی نے بحالت نشہ حضرت علیؓ کی دو اونٹنیوں کے کوہان، جگر، گردے وغیرہ کاٹ کر پکوائے اور ان کی دعوت پر دوستوں کی محفل جمائی، حضرت علیؓ اپنے محترم چچا کے پاس خود جانے کی جسارت نہ کر سکے تو رسول اکرم ﷺ سے طالب فریا دہوئے، آپ ﷺ ان کے ساتھ محفل حمزہؓ میں پہنچے تو ان کو سرشار پایا۔ ابھی آپ ﷺ نے ان سے کچھ کہنے کی کوشش کی ہی تھی کہ عم محترم نے نشہ کی ترنگ میں کھری کھری سنائی شروع کر دی اور آپ ﷺ توبہ واستغفار کرتے ہوئے ان کی مجلس اکل شرب اور بزم رنگ و آہنگ سے الٹے پیروں لوٹ آئے۔ (۵۷)

موکفۃ القلوب کے عطایا

غزوہ حنین ۶۳۰ء/۸ کے کثیر اموال غنیمت کی تقسیم بالخصوص ریاستی حصہ خمس کی عطا نے بڑے اختلاف پیدا کئے۔ رسول اکرم ﷺ نے متعدد اکابر قریش اور شیوخ قبائل کو ان کی تازہ تازہ اسلامیت کو مستحکم کرنے اور ان کی تالیف قلب کرنے کی خاطر ان کو نقد بالخصوص اموال/جنس میں بڑے بڑے عطایا دیے۔ اسی وجہ سے ان کو موکفۃ القلوب کہا جاتا ہے جو ایک قرآنی اصطلاح بھی ہے اور صدقات اسلامی کا ایک مصرف بھی۔ وہ قدیم عرب جاہلی روایت بھی تھی کہ شیخ قبیلہ بعض اکابر کو مالی عطایا سے نوازتا تھا۔ بعض اہل علم نے موکفۃ القلوب صحابہ کرام کو غیر مخلص مسلمان اور ادھ کچرا مومن قرار دینے کی جسارت بیجا کی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ بہر حال موکفۃ القلوب کے عطایا نے بہت سے افراد اور طبقات کو نہ صرف تقسیم سے اختلاف پر آمادہ کیا بلکہ بدگمانی میں بھی مبتلا کر دیا۔

انصار کا شکوہ

ان میں بالعموم انصار کے تمام شیوخ و جوان اور سپاہ و سالار شامل تھے کہ ان کو ان عطایا خاص سے کچھ نہیں ملا تھا۔ شیوخ و اکابر تو قانع و مطمئن تھے مگر جوانوں کے دلوں میں گرہ پڑ گئی اور ان کی زبانوں پر شکوہ آ گیا۔ رسول اکرم ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر کے اپنی پالیسی کی وضاحت فرمائی اور آخر میں حکمت کی بات کہی: کیا تم

لوگ اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بھیڑ، بکریاں، اونٹ اور مویشی اور مال و سامان اپنے ساتھ لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ یہ فرمان عالی شان سنتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ان سے ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور وہ روتے ہوئے کہتے جاتے تھے کہ اللہ کی قسم ہم اس پر راضی و مطمئن ہیں۔ (۵۸)

قیدیوں کی رہائی

اسی غزوہ کے جنگی قیدیوں میں رسول اکرم ﷺ کی رضائی رشتہ دار خواتین۔ خالائیں، بہنیں، بیٹیاں۔ شامل تھیں۔ بنو سعد بن بکر/ثقیف کے اکابر و شیوخ کی جذباتی التجا پر رسول اکرم ﷺ نے اپنے خاندان بنو عبدالمطلب کے تمام غازیوں کے قیدیوں کو آزاد فرمایا، بیشتر مسلم سالاروں اور سپاہیوں نے بھی اپنے اپنے حصہ کے قیدیوں کو آزاد کر دیا مگر بنو فزارہ وغیرہ کے بعض شیوخ و اکابر نے اس سے اختلاف کیا اور اپنے اسیروں کو آزاد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حق تسلیم کیا اور اس کریمانہ اسوہ نے بالآخر ان سے بھی ان کے اسیروں کو آزادی کا تحفہ دلا دیا۔ (۵۹)

بنو عبد مناف کا مطالبہ مال

خمس۔ اموال غنیمت کے پانچواں حصہ۔ کی تقسیم بلکہ ملکیت بطور سربراہ ریاست رسول اکرم ﷺ کی تھی اور آپ ﷺ اس حصہ مال کو قرآنی حکم کے مطابق یتامی، مساکین، ضرورت مندوں اور رشتہ داروں میں بالخصوص اور ریاستی مصارف میں خرچ فرماتے تھے۔ اعزہ و اقرباء میں رسول اکرم ﷺ بالعموم بنو ہاشم اور بنو مطلب کے دو خاندانوں کے عزیزوں کے علاوہ ان کے مساکین کو بھی دیتے تھے۔ آپ ﷺ کے بزرگ تر خاندان بنو عبد مناف کے بقیہ دو ارکان/بطون۔ بنو عبد شمس/امیہ اور بنو نوفل۔ کو اپنی محرومی پر شکوہ سے زیادہ قلق ہوا۔ ان کے بعض عظیم شیوخ جن میں حضرت عثمان بن عفان اموی اور حضرت جبیر بن مطعم نوفلی بھی شامل تھے، خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے حق کے طالب ہوئے کہ وہ بھی بنو ہاشم اور بنو مطلب کی

مانند آپ ﷺ کے اقرباء میں شامل ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان کے مطالبہ کو مسترد فرما دیا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب دونوں متحدہ خاندان تھے جنہوں نے مکی دورِ جاہلیت و اسلام میں حمایت و نصرت نبوی کا فریضہ و فاداری سے انجام دیا تھا۔ جبکہ بنو امیہ/عبد شمس اور بنو نوفل کے افراد نے اپنی انفرادی حیثیت سے تو حمایت و نصرت کی تھی مگر ان کے بطون الگ تھلگ رہے تھے۔ (۶۰)

جائداد کی واپسی

رسول اکرم ﷺ انا (حاضنہ) حضرت ام ایمنؓ۔ برکہ حبشیہ۔ کو ہجرت مدینہ کے بعد انصارِ شہر کی بیکراں فیاضی کی وجہ سے ایک باغِ خلیل پر مشتمل آراضی ملی تھی جس کی ملکیت و عطا حضرت انس بن مالک خزرجیؓ کی ماں کی طرف سے تھی۔ بنو النضیر کے اموال ملنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مہاجرین سے تمام انصاری جائدادیں ان کے اصل مدنی مالکوں کو واپس دلوا دیں کیوں کہ مہاجرین کو یہودی اموال سے کافی جائیداد و آراضی مل گئی تھی۔ حضرت انسؓ نے یہ خبر سنی تو اپنی جائداد کی واپسی کی خواہش ظاہر کی، حضرت ام ایمنؓ کو پتہ چلا تو خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور ماں کی حیثیت سے خوب گرجیں برسیں اور اپنی جائداد واپس کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بہتر جائداد و مال عطا فرمانے کا وعدہ کیا بلکہ دے بھی دیا لیکن وہ اس موہو بہ آراضی سے دستبردار ہونے پر کسی طرح رضا مند نہیں تھیں۔ بہت مشکل سے ان کو اس پر راضی کیا گیا۔ (۶۱)

رزقِ عمالہ (مختواہ) پر اختلاف

عہد نبوی میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو عامل مقرر فرمایا اور ان کو معاوضہ خدمت میں مال دیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے لینے سے گریز کرتے ہوئے عرض کیا کہ اسے کسی محتاج کے حوالے کر دیجئے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے لے لو یہ تمہارے کام کا معاوضہ ہے۔ اس مال سے تم صدقہ و خیرات کے ذریعہ مزید ثواب کما سکتے ہو۔ حدیث بخاری: ۱۷۷۳ نے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت عمرؓ کو یوں بھی مالی عطیات دیتے

رہتے تھے اور حضرت عمرؓ تامل کرتے تھے مگر ان کو بلا سوال و لالچ عطیہ ملتا تھا۔ (۶۲)

مال کی حرص و ہوس

مال کی حرص و ہوس کا ایک اہم واقعہ جو بعض حریموں کی سماجی سوچ کا بھی آئینہ دار ہے حضرات بلالؓ و ابو موسیٰؓ کے واقعہ میں نظر آتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک بدوی سے کہا کہ بشارت قبول کرو۔ اس نے کہا بشارت تو بہت دے چکے اب کچھ مال دلوائیے۔ رسول اکرم ﷺ نے دونوں اکابر صحابہ سے بشارت قبول کرنے کو کہا اور انہوں نے قبول کر لی۔ یہ بدوی کی تعلیم نبوی کا حکیمانہ طریقہ بھی تھا اور مال کی حرص و ہوس کو روکنے کا ایک ذریعہ بھی۔ (۶۳)

زکوٰۃ و صدقات پر اختلاف صحابہ

مال و صدقات کے بارے میں قرآن مجید نے دو طبقات کا ذکر خاص فرمایا ہے: ایک اہل ایمان و ایثار جو مرضی و تقرب الہی کے حصول کی خاطر خوب خرچ کرتے تھے اور اپنے صدقات کو تقرب الہی کا باعث سمجھتے تھے۔ دوسرے جو ان کو مالی بوجھ اور زبردستی کا محمول سمجھتے تھے اور گریزاں رہتے تھے۔ اُن میں منافقین بھی شامل تھے۔ بلکہ وہی اکثریت میں تھے۔ لیکن بعض صحیح العقیدہ اور اکابر اصحاب کرام کا صدقات کے باب میں اعراض و گریز کا معاملہ تھا۔ بعض کا طرز عمل عاملین صدقات کے نزدیک قابل گرفت تھا مگر رسول اکرم ﷺ نے اس کی توجیہ فرمادی تھی۔ بہر حال اس معاملہ اختلاف کا دو طرفہ فکر و عمل نظر آتا ہے: رسول اکرم ﷺ سے اختلاف اور عامل صدقات سے اختلاف۔ (۶۴)

صدقات نہ ادا کرنے والے

حضرت عمرؓ عہد نبوی میں بنو طے کے عامل صدقات کے علاوہ مدینہ منورہ کے بھی عامل صدقات تھے اور ان سے زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے تمام صاحبان مال سے زکوٰۃ وصول کر لی مگر تین اکابر نے زکوٰۃ نہیں دی۔ ۱۔ ابن جمیلؓ ۲۔ حضرت خالدؓ ۳۔ حضرت عباسؓ۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی اطلاع پر فرمایا:

ابن جمیلؒ تو اس لئے نہیں دیتا کہ وہ پہلے فقیر تھا اور اب اللہ نے اسے غنی کر دیا ہے مگر وہ ناشکری کرتا ہے۔

خالدؒ پر تم زیادتی کرتے ہو کیونکہ انہوں نے اپنے سارے ہتھیار اللہ کے راستے میں دے دیئے ہیں۔

رہے عباسؒ تو تم جانتے ہو کہ چچا باپ کے برابر ہوتا ہے، اس لئے ان کا صدقہ مجھ پر واجب ہے بلکہ اس جیسا اور بھی جو مال ہے اور وہ میں ادا کروں گا۔ (۶۵)

صدقہ کی خرید واپسی

حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کو ایک گھوڑا دیا کہ اس پر چڑھ کر جہاد کیا کریں۔ اسی گھوڑے کو کچھ عرصہ بعد بازار میں بکتا ہوا دیکھا تو چاہا اسے خرید لیں۔ رسول اکرم ﷺ نے صدقہ کا جانور یا کوئی دوسری چیز دوبارہ خریدنے سے منع فرما دیا چاہے وہ معمولی قیمت پر ہی مل رہا ہو۔ (۶۶)

آل محمد پر صدقہ حرام ہے

حدیث بخاری ۱۴۸۵ کے مطابق کھجوروں کی فصل پکنے پر اس کے صدقات خدمت نبوی میں لائے جاتے اور ڈھیر بن جاتے۔ حضرات حسنینؓ ان کھجوروں کے ڈھیر سے کھیلتے رہتے۔ ایک بار ان میں سے کسی نے ایک کھجور منہ میں رکھ لی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ سے نکال لی اور فرمایا: صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے۔

عالم صدقات کی سرزنش

۱۔ حضرت ابن اللعیمیہ اسدیؒ کو رسول اکرم ﷺ نے بنو سلیم کا عالم صدقات مقرر کیا۔ وہ ان کے صدقات وصول لائے تو حساب کے مطابق رقوم صدقات دیں اور عرض کیا کہ یہ مجھے تحفہ میں ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی سرزنش کی کہ عالم صدقات تحائف نہیں لے سکتا۔ (۶۷)

۲۔ حضرت ولید بن عقبہؓ اموی بنوالمصطلق کے عامل صدقات تھے۔ وہ جب ان کے علاقے میں وصولیابی کے لئے گئے تو کچھ اکابر علاقہ سے باہر نکل آئے۔ حضرت ولیدؓ کو خدشہ ہوا کہ وہ مخالفت کے لئے آئے ہیں اور واپس جا کر رپورٹ دی کہ وہ لوگ صدقات دینے کے منکر ہیں۔ رسول اکرم ﷺ بنوالمصطلق کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کو سوچ رہے تھے کہ بنوالمصطلق کے اکابر سفارت پر آئے کہ ہم تو ان کا استقبال کرنے نکلے تھے۔ بہر حال یہ غلط فہمی کا معاملہ تھا۔ بعد میں حضرت ولیدؓ نے ان سے اور ان کے لوگوں سے صدقات وصول کئے۔ (۶۸)

معاشرتی معاملات میں اختلاف صحابہ کرام

سماجی زندگی میں طبائع کے اختلاف، فہم و دانش کے قصور، میلان و رجحان کی کارگزاری اور دوسری بشری کمزوریوں کی بنا پر تمام انسانوں میں اختلافات و نزاعات ہوتے رہے ہیں۔ عہد نبوی کا معاشرہ اپنی تمام تر صالحیت کے باوجود بہر حال انسانی تھا۔ صحابہ کرام کی غالب اکثریت فنا کے مقام پر فائز تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی پسند ان کی پسند تھی اور آپ ﷺ کی ناپسند ان کی ناپسند بن گئی تھی۔ مگر سماج میں بعض افراد و طبقات کچھ اسباب سے بعض سماجی اور معاشرتی معاملات میں اختلاف بھی کرتے تھے جو ان کا حق بھی تھا اور باعث خیر بھی۔ ان کے حق کے باعث خیر ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی وجہ سے سماجی اختلافات میں اسلامی احکام و آداب کی تشکیل و تعمیر ہوئی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے بعض اختلاف کو تسلیم کیا اور بعض کو مسترد، دونوں صورتوں میں ان کی وجوہ و اقدار اور اصول بھی بیان کر دیئے۔ ان سماجی اختلافات کا ایک مختصر تذکرہ مختلف عناوین کے تحت ذیل میں کیا جا رہا ہے۔ (۶۹)

تعذیب مشرکین پر بددعا کرنے سے انکار

حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ کی روایت ہے کہ جب کمزور مسلمانوں پر قریشی اکابر کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو وہ سب مل کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے ظالموں پر بددعا کرنے اور مظلوموں کو عذاب سے بچانے کے لئے دعاء کرنے کی التجا کی۔ رسول اکرم ﷺ نے اُن کو صبر کرنے کی ہدایت کی کہ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں، اگلے

مومنین کو تو آروں سے چیر دیا گیا تھا اور تم اتنے ہی پر گھبرا گئے۔ صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ کی وضاحت و بیان کے بعد صبر کا مظاہرہ کیا۔ (۷۰)

دعوتِ مشرکین قبول کرنے سے اختلاف

رسول اکرم ﷺ اپنے غیر مسلم اعزہ و اقرباء کے علاوہ بعض دشمن کافروں کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے۔ مکی دور میں مشہور دشمن جان و دین ابی بن خلف نجی کی دعوت طعام بعض لوگوں کے اختلاف و اعتراض کے باوجود آپ نے قبول فرمائی تھی۔ دراصل رسول اکرم ﷺ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر اور اپنی نرم خوئی اور صلح جوئی کے سبب ان کو برداشت کر لیتے تھے۔ (۷۱)

نکاح پر اختلاف

غالباً معاشرتی معاملات میں اختلاف سب سے زیادہ نکاح اور شادی بیاہ کے مسئلہ پر ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ ان میں خاندان والوں کی پسند و ناپسند، زوجین کی مرضی و نامرضی، ریت و رواج کے دباؤ اور مذہب و دین کے اختلاف جیسے اسباب زیادہ کارگزاری کرتے ہیں۔ عہد نبوی کے دونوں ادوار طیبہ میں ان معاشرتی معاملات میں کافی سماجی اختلاف ملتا ہے اور اس میں سے بعض واقعات رسول اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کے اختلافِ فکر و نظر کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ ان کی چند مثالیں اس معاملہ کو کافی مدلل و مستند بنادیں گی:

دینی بھائی کی لڑکی سے شادی

عرب جاہلی معاشرے میں ممنوع تھی اور غالباً اس کا اثر اسلامی دور میں بھی ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نابالغ دختر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جب آپ ﷺ نے ایک خاتون کے ذریعہ نکاح کا پیغام دیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسے جاں نثار و عبقری صحابی اور صدیق امت کو بھی تامل و اختلاف ہوا کہ میں تو رسول اکرم ﷺ کا بھائی ہوں اور عائشہؓ ان کی بیٹی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے خیال کی تصحیح کی کہ بلاشبہ حضرت صدیقؓ آپؐ کے دینی بھائی ہیں

لیکن ان کی دختر سے ان کی شادی ہو سکتی ہے۔ وضاحت کے بعد حضرت صدیقؓ نے پہلی نسبت کے ختم ہونے کی شرط پر اپنی مرضی کا اظہار کیا اور جب خاندانِ جبیر بن مطعم بن عدی نوفلی نے ان کی نسبت خود توڑ دی کہ عائشہ جیسی مسلم لڑکی ان کے گھر آئے گی تو اسلام بھی لائے گی لہذا ایسی لڑکی سے شادی نہیں کی جاسکتی، تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ان کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ (۷۲) اس نکاح میں کچھ غیب کا اشارہ اور مولیٰ کی مرضی کا عندیہ بھی تھا۔

متبنی کی بیوی سے نکاح

ایک اور جاہلی روایت یہ تھی کہ عرب معاشرے میں کسی لڑکے کو متبنیٰ (لے پالک) بنا لیا جاتا تھا اور اس کو حقیقی فرزند سمجھا جاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے قبل بغت حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کو غلامی سے آزاد کر کے متبنیٰ کر لیا تھا۔ مدنی دور میں جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت زیدؓ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن اور خاندان بنو جحش کے ایک عظیم فرزند کی دختر حضرت زینب بنت جحش اسدی خزیمی سے کرنی چاہی تو متعدد معاشرتی اختلافات وجود میں آئے جن کا ذکر ذرا آگے ایک خاص ضمن میں آتا ہے۔ بہر حال رسول اکرم ﷺ نے سب کو رام کر کے یہ شادی کرادی۔ فریقین بلکہ زوجین کے طبائع، مزاج، سماجی پس منظر وغیرہ کے سبب وہ زیادہ دنوں نہیں چل سکی۔ عام سیرت نگاروں نے اس فسخ نکاح کی ذمہ داری حضرت زینب بنت جحش کے گرم مزاج پر ڈالی ہے لیکن قرآن مجید نکاح ختم کرنے کا ذمہ دار حضرت زید بن حارثہؓ کو قرار دیتا ہے۔ بہر حال ختم نکاح کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنفس نفیس ان کی شادی رسول اکرم ﷺ سے کر دی۔ اس پر جاہلی عربوں کے ساتھ ساتھ متعدد صحابہ کرام کو بھی اختلاف تھا۔ (۷۳)

سماجی اونچ نیچ کا مسئلہ

حضرت زینب بنت جحش اسدیؓ سے حضرت زید بن حارثہؓ کلبی کی شادی کے مسئلہ نے متعدد مسائل اور اختلافات کو ہوا دی۔ ان میں سے اولین سماجی اونچ نیچ کا مسئلہ تھا جو عرب معاشرت بالخصوص قریشی طرز فکر میں خاصا حساس و نازک مسئلہ تھا۔ وہ خاندان کی عزت،

پیدائش کی بنا پر نجابت و شرافت، شریف و رذیل کے فرق اور وقار خاندان و قبیلہ کے بڑے قائل تھے۔ شادیاں وہ ہمسروں میں کرتے تھے خواہ وہ قریشی بطون و خاندان ہوں یا بدوی قبائل۔ کمزوروں اور رذیلوں میں شادی ممنوع تھی۔ صحابہ کرام یوں تو مساوات و شرافت انسانی کے قائل تھے مگر شادی بیاہ میں کفایت (کفو ہونے) کا پرانا تصور و نظریہ رکھتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحش اسدیؓ سے نکاح کا پیغام حضرت زیدؓ کے لئے ان کے گھر والوں کو دیا تو ان کو اس سے سخت اختلاف ہوا کہ حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ تمام تر اوصاف ذاتی اور محبوب نبوی ہونے کے باوجود بہر حال غلام رہے تھے لہذا برابر کے جوڑ نہ تھے۔ خود حضرت زینبؓ کو بھی اس رشتہ سے اختلاف تھا کہ وہ سر آسمان کسی چاند کی منتظر تھیں اور حضرت زیدؓ ان کی نظر میں خاک زمین تھے۔ (۷۴) رسول اکرم ﷺ کو اس مسئلہ سے نمٹنے اور اختلافات کو دور کرنے کے لئے بہت محنت کرنی پڑی۔ وہ بہر حال دور تو ہوا مگر باول نحو است۔ غلام/موالی اور سادات قریش، خاندانی اور غیر خاندانی اور شریف و رذیل کے سماجی مسئلہ پر خاصا اختلاف اور بھی معاملات میں ملتا ہے۔ ان کا ذکر حوالہ بعض دوسرے عناوین سے آگے آتا ہے۔

ازدواجی تعلق برقرار رکھنے پر اختلاف

حضرت زیدؓ کی حضرت زینبؓ سے شادی کے باب میں اور تو اور حضرت زیدؓ کو رسول اکرم ﷺ سے بھی اختلاف تھا مگر مارے محبت کے وہ اس کا اظہار یا اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ وہ گھریلو زندگی کی ناخوشگواری کی بنا پر حضرت زینبؓ سے علیحدگی چاہتے تھے اور حضرت زینبؓ بھی اس کی خواہاں تھیں۔ مگر دونوں رسول اکرم ﷺ کی مرضی بھی چاہتے تھے جس کے لئے آپؐ راضی نہ تھے۔ حضرت زیدؓ نے تمام سمجھانے بجھانے کے باوجود بالآخر حضرت زینبؓ کو طلاق دے ہی دی۔ رسول اکرم ﷺ اس حادثہ کے عواقب کو چھپانا چاہتے تھے۔ قرآن مجید نے اسی کو لوگوں کے خوف سے تعبیر کیا ہے۔ ازدواجی تعلق کے جوڑے رکھنے پر دونوں بیوی نے بالآخر اختلاف ہی کو ترجیح دی اور رسول اکرم ﷺ نے ان کے اس حق اختلاف

بالآخر تسلیم فرمالیا۔ (۷۵)

ایسا ہی ایک اختلاف زوجین حضرت بریرہؓ کے معاملہ میں ملتا ہے۔ ان کے مالک و آقا نے ان کی غلامی کے زمانے میں ان کی شادی اپنے ایک اور غلام حضرت مغیثؓ سے کر دی تھی۔ اسلامی قانون کے مطابق حضرت بریرہؓ نے آزاد ہوتے ہی اپنا نکاح فسخ کر دیا۔ حضرت مغیثؓ ان کی محبت میں روتے پھرتے اور فریاد کرتے رہتے تھے۔ لیکن حضرت بریرہؓ کا دل کسی طرح نہ پیجا۔ حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ سے بھی ان کی سفارش کروائی۔ حضرت بریرہؓ کا موقف اختلاف بڑی حکمت رکھتا ہے۔ سفارش نبوی پر انہوں نے سوال کیا: کیا یہ حکم نبوی ہے؟ فرمایا نہیں، صرف مشورہ و سفارش۔ حضرت بریرہؓ نے عرض کیا تو پھر میں تعمیل سے مجبور ہوں۔ حق اختلاف اسی طرح باقی رہا۔ (۷۶)

دختر نبوی پر سوت کی ممانعت

عرب اسلامی معاشرے میں تعدد ازواج کی اصلاح کے باوجود چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کی اجازت تھی۔ متعدد صحابہ کرام کی ایک سے زیادہ بیویاں بیک وقت ہوتی تھیں۔ ازواج مطہرات کا معاملہ استثنائی اور خصوصی تھا۔ ایسا ہی ایک اور خصوصی معاملہ سامنے آیا۔ حضرت زینب بنت رسول اکرم ﷺ شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع عبثی اور حضرت ذوالنورین عثمان بن عفان امویؓ نے حضرت رقیہؓ اور ان کے بعد حضرت ام کلثومؓ کی زندگی میں دوسری شادی کا خیال بھی نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اکرم ﷺ سے حضرت علیؓ کی شادی کے ایک مدت بعد۔ فتح مکہ کے بھی بعد۔ حضرت علیؓ نے مشہور دشمن اسلام ابو جہل مخزومی کی مسلم دختر حضرت جویریہؓ سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول اکرم ﷺ کو اس ارادہ کی خبر ملی تو سخت اختلاف فرمایا بلکہ برسرعام خطبہ ارشاد فرمایا: ”بنت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بنت دشمن اسلام“ جمع نہیں کی جاسکتی کہ وہ خلاف مصالح ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی صراحت فرمادی تھی کہ میں کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال نہیں ٹھہرا رہا: ”وانسی لست احرم حلالاً، ولا

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

احلل حراماً...“ حضرت علیؓ اور ان سے زیادہ رسول اکرم ﷺ کو اس مشکل سے بچانے کا عملی اقدام حضرت عتابؓ بن اسید اموی نے کیا اور انہوں نے حضرت جویریہؓ بنت ابوجہل مخزومی سے خود شادی کر لی اور فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو صرف راحت پہنچانے کے لئے یہ نکاح کیا ہے۔ (۷۷) اس پورے معاملہ میں اختلاف کی متعدد جہات اور کئی دقیق نکات ہیں جن کی تفہیم کے بغیر اختلاف کی حقیقت واضح نہ ہوگی:

۱- حضرت فاطمہؓ نے خود آکر رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی تھی کہ علیؓ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔

۲- ان کا ایک تمہیدی جملہ مزاج نبوی کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے پہلے کہا تھا کہ آپ کی قوم یہ کہتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے معاملہ میں کبھی خفا نہیں ہوتے۔

۳- حضرت علیؓ نے بنت ابوجہل سے شادی کا پیغام رسول اکرم ﷺ کی اجازت و علم کے بغیر بھیجا تھا۔

۴- البتہ ہشام بن مغیرہ کے خاندان والے اس پیغام رسانی کے بعد اجازت نبوی حاصل کرنے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

۵- رسول اکرم ﷺ نے اس کے بعد خطبہ دیا اور اس میں اپنے بڑے داماد حضرت ابوالعاصؓ بن ربیع کی تعریف کی کہ انہوں نے خوب نباہا۔

۶- حضرت فاطمہؓ کو اس مجوزہ نکاح سے تکلیف پہنچی لہذا آپ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا البتہ حضرت فاطمہؓ کو طلاق دینے کے بعد مجوزہ نکاح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

بعض امور دنیا میں اختلاف

اگرچہ اسلام میں دین و دنیا کے معاملات کے درمیان خط تفریق کھینچتا اور دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کرنا مشکل ہے تاہم بعض کاموں کو رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے امور دنیا فرمایا۔ ان میں اختلاف صحابہ اور اس سے اتفاق نبوی کا ذکر ملتا ہے۔

بالعموم کھجور کے نر و مادہ درختوں میں قلم لگانے کا واقعہ اس ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے مالکان کھجوروں کے باغات کے مالک اور کاشتکاران دونوں کو ملا کر قلمیں لگاتے تھے جن کی وجہ سے پیداوار عمدہ آتی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے کسی وجہ سے منع فرمادیا۔ اس برس پیداوار بہت خراب رہی۔ آپ ﷺ نے اپنی ممانعت واپس لے لی اور قلم لگانے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے امور دنیا کو بہتر جانتے ہو: ”اَنْتُمْ اَعْلَمُمْ بِاُمُورِ دُنْيَاكُمْ“ دراصل یہ مسئلہ زراعت کے فن اور اس کی باریکیوں اور عملی تجربوں سے تھا جن کا انصار کو خاص علم تھا۔ (۷۸)

ایسے واقعات میں فوجی معاملات کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے اور بعض دوسرے اختلافات کو بھی مثلاً

— حضرت ام سلیم بنت ملحان خزرجیؓ کی ایک خادمہ بچی خدمت نبوی میں کسی کام سے آئی تو آپ نے اس کو عمر نہ بڑھنے کی دعا دی، بچی روتی ہوئی اپنی مالکہ کے پاس واپس گئی کہ میں اب اتنی ہی رہ جاؤں گی۔ حضرت ام سلیمؓ اس کو ساتھ لے کر حاضر خدمت ہوئیں اور معاملہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری بددعا دعا بن جاتی ہے کہ میرے رب کا مجھ سے یہی وعدہ ہے۔ (۷۹)

— مزاح نبوی کے متعدد واقعات کو بھی اسی زمرے میں بیان کیا جاسکتا ہے: ۱۔ آپ ﷺ کی انا حضرت ام ایمنؓ نے اپنی سواری کے لئے اونٹ مانگا تو آپ ﷺ نے مزاحاً فرمایا کہ میں تو اونٹنی کا بچہ عطا کروں گا۔ وہ تہہ تک نہ پہنچ سکیں اور ناراض ہو گئیں، حقیقت جانی تو ہنس پڑیں۔ (۸۰)

— ایک بڑھیا نے جنت میں جانے کی دعا کے لئے درخواست کی۔ فرمایا جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔ وہ روتی بلکتی واپس ہوئی تو اسے بلا کر فرمایا کہ جنت میں ہر شخص جوان ہو کر جائے گا۔ (۸۱)

— شبلی اور محبت طبری نے دوسرے واقعات مزاح کو بھی نقل کیا ہے اور ان میں محبت طبری کی فصل بہت مفصل ہے۔ (۸۲)

مشوروں میں اختلاف آراء

اللہ تعالیٰ کے حکم و فرمان پر رسول اکرم ﷺ بیشتر بلکہ تمام امور امت پر مشورے کرتے تھے اور صحابہ کرام اپنی اپنی فکر کے مطابق مشورے دیتے تھے۔ ان میں بسا اوقات فکر و نظر، فہم و بصیرت اور تجربہ و مہارت کی بنا پر اختلاف آراء بھی ہو جاتا تھا جو ناگزیر بھی تھا۔ ان کی رائیں اور مشورے کبھی دو اور کبھی دو سے زیادہ ہوتے تھے۔ ان پر کبھی کبھی اختلاف کرنے والوں کے درمیان بحث و تمحیص یا مناقشہ بھی ہو جاتا تھا۔ اختلاف کا حق اور رائے و مشورہ دینے کا حق دونوں مسلم تھے اور اختلافی فکر و مشورہ کے حاملین بھی اس کے پوری طرح قائل اور ان پر عامل تھے۔ تندہی اور تیزی اور گرمی اور خفگی کو پسند نہیں کیا جاتا تھا۔ اور ایسا کرنے والے بہر حال نادم ہوتے تھے اور فریق مخالف سے معذرت و معافی مانگتے تھے۔ (۸۳)

رسول اکرم ﷺ ان کے مختلف مشوروں یا رنگارنگ تجویزوں میں سے کوئی ایک قبول فرما لیتے تھے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ﷺ نے کوئی ایک رائے یا مشورہ قبول نہیں فرمایا اور اپنے عزم و صلابت اور نبوی فراست سے فیصلہ فرمایا جسے تمام صحابہ کرام بخوشی تسلیم کرتے تھے۔ الٰہی ہدایت کے مطابق رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام سے مشورہ کرنے کے تو پابند تھے مگر ان کے مشوروں کو قبول کر لینے یا جوں کا توں تسلیم کرنے کے پابند نہ تھے۔ بہر حال ان نبوی مجالس شوریٰ کے گونا گوں مشوروں، رایوں، تجویزوں اور فکروں میں فرق تو ہوتا تھا مگر وہ کبھی اختلاف نہیں رہتا تھا کیونکہ آخری فیصلے کے بعد اختلافی رائے والے متفق ہو جاتے تھے۔ لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے نقطہ نظر اور موقف سے بھی دستبردار بھی ہو جاتے ہوں۔ (۸۴)

— مثلاً قریشی اسیران بدر کے قتل کرنے کے موقف کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ ہمیشہ مضبوط و مستحکم رہے۔ ان کی فکر و فراست میں وہی تجویز صحیح تھی، اگرچہ فیصلہ نبوی

کے بعد بلاچون و چرا وہ قیدیوں کے زرنہ پر رہائی اور آزادی کے مشورہ سے متفق ہو گئے تھے۔ (۸۵)

— ازواجِ مطہرات کے حجابِ خالص اور ان کے گھروں سے باہر نکلنے پر وہ سخت موقف کے حامل تھے اور اسی کو ضروری سمجھتے تھے مگر نبوی اجازتوں اور اسلامی سہولتوں کو اطاعت رسول ﷺ میں بادلِ نحواستہ قبول کر لیا تھا۔ (۸۶)

— عیدین، عاشوراء اور دوسری تقریباتِ شادی پر حضرت عمرؓ بلکہ حضراتِ شیخین موسیقی اور غنا کے باب میں متفق تھے کہ ان کی سرے سے اجازت نہ ہونی چاہئے اور مزامیر کو آلاتِ شیطان قرار دے کر ان کی بارگاہِ نبوی میں موجودگی کو حیرت انگیز سمجھا۔ رسول اکرم ﷺ کی موقعہ محل کی مناسبت اور انسانی فطرت کی طلبِ مسرت کی بنا پر وہ اجازتِ نبوی سے متفق ہو گئے تھے۔ (۸۷)

— طلائی انگوٹھی کے استعمالِ صحابہ کرام سے متعدد صحابہ کرام بشمول حضرت عمر فاروقؓ اختلاف رکھتے تھے خاص کر حضرت براء بن عازبؓ کے مستقل استعمال خاتم سے، تاہم وہ اپنے موقف پر جمے رہے اور دوسروں کو اس سے متفق کرنے کی کوشش کرتے رہے اور کہیں کامیاب بھی ہوئے اور کہیں ناکام بھی۔ اس باب میں یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ انگوٹھی جیسی تھوڑی مقدارِ طلا کے جواز سے ان کے استعمال کرنے والے صحابہ کرام بھی دستبردار نہیں ہوئے تھے۔ اس مسئلہ میں خاص کر صریح حدیث اور تعاملِ بعض صحابہ کرام کا اختلاف دوسروں کے استنباط و اطلاق سے ہوا تھا۔ (۸۸)

— ریشمی لباس پر بھی اسی طرح کا ایک مشورہ بلا طلب ملتا ہے۔ مسجدِ نبوی کے دروازے پر عمدہ حلے بکتے دیکھ کر حضرت عمرؓ نے رسول اکرم ﷺ کو مشورہ دیا کہ ایک ریشمی جوڑا / حلہ آپ بھی خرید لیں اور جمعہ اور وفود کی آمد پر اس کو پہنا کریں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے انکار کر دیا کہ وہ متیقن کے لئے مناسب نہیں (۸۹) دونوں کے نزدیک اپنی اپنی

مصالحتھیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اخروی زندگی کی ترجیح کا اظہار فرما رہے تھے۔
 - دوسرا واقعہ اس سے متعلق ہے مگر اختلاف کا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان (عمرؓ) کو ایک ریشمی جوڑا ہدیے میں دیا تو وہ فوراً حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے تو منع کیا تھا مگر مجھے کیوں بھیجا دیا۔ فرمایا کہ تمہارے پہننے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ اپنے کسی عزیز کو ہدیہ کر دو۔ حضرت عمرؓ نے وہ حلہ ریشمی مکہ میں مقیم اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا۔ اسی طرح دوسرا حلہ دیا تھا جو بکوا دیا اور اس کی رقم سے استفادہ کا موقعہ دیا۔ (۹۰)
 - ایسا ہی ایک اور واقعہ حضرت علیؓ کے بارے میں ملتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو ایک ریشمی حلہ دیا جسے انہوں نے پہن لیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر شدید ناراضی کا اظہار فرمایا۔ حضرت علیؓ نے فوراً اس ریشمی لباس کو گھر کی خواتین میں بانٹ دیا۔ (۹۱)

امام بخاری اور دوسرے محدثین و شارحین نے ان سب معاملات کے بارے میں متعدد ابواب باندھے ہیں جن میں حدیثیں لائے ہیں۔ ان کے بعض ابواب اصولی باتیں بھی بتاتے ہیں جیسے مردوں کے لئے ریشم پہننے کے ترجمۃ الباب میں یہ اضافہ ہے کہ اس کی کتنی مقدار جائز ہے: ”لبس الحریر للرجال وقد رما یجوز بہ“ لباس ریشم اور لباس فاخر دونوں کے بارے میں ایسے ابواب و اصول ان میں ملتے ہیں۔ اسی طرح حجاب، پردہ، سونے کی انگوٹھی وغیرہ کے بارے میں بھی مقدار جائز“ کا ذکر ملتا ہے جس پر بحث محاکمہ میں آتی ہے۔ مفصل بحث کے لئے خاکسار کی ضخیم کتاب ”عہد نبوی کا تمدن“ کا متعلقہ باب ملاحظہ ہو۔

سوالات صحابہ کرام

صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ سے مختلف قسم کے سوالات پوچھا کرتے تھے اگرچہ محتاط واکابر صحابہ ان سے گریز کرتے تھے۔ یہ سوالات مختلف معاشرتی، دینی، مالی اور زندگی کے دوسرے شعبوں سے متعلق ہوتے تھے اور آپ ﷺ ان کے جوابات بھی عطا فرماتے تھے۔ کبھی کبھی سوالات کی نوعیت پریشان خاطری کی ہوتی تھی اور وہ کثرت اور بلاوجہ سوال کرنے کے

خاص جذبے اور عادت کی بنا پر ہوتی تھی۔ ان پر رسول اکرم ﷺ غصہ اور ناراضی کا اظہار فرماتے تھے جو آپ ﷺ کے اختلاف کو اجاگر کرتا تھا۔ (۹۲) اس قسم کے بعض واقعات کو ذیل میں برائے غور و فکر پیش کیا جاتا ہے:

— صحابہ کرام کے سوالات کی کثرت پر رسول اکرم ﷺ کو غصہ آگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو چاہو پوچھو“۔ ایک شخص نے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون تھے۔ آپ نے فرمایا: وہ حذافہ تھے۔ دوسرے نے بھی اپنے باپ کا نام پوچھا: آپ نے فرمایا: سالم۔ لوگ اسی طرح سوالات کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ غیظ و غضب نبوی دیکھ کر دوزانو بیٹھ گئے اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں، اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں“ رسول اکرم ﷺ کا غصہ فرو ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ سہمی و غیرہ کے والد کے بارے میں بعض لوگوں کو غلط فہمی تھی اور ان کو اس سے تکلیف پہنچتی تھی لہذا زبان رسالت مآب سے اس کی تصدیق کرائی اور لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں۔ اس تصدیق نبوی کے واقعہ کے بعد حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ کی ماں نے فرزند کو سخت ست کہا کہ تو نے ایسا سوال کر کے اپنی ماں پر الزام لگایا ہے۔ حضرت عبد اللہؓ نے ان سے اختلاف کر کے تصدیق نبوی کی اہمیت بتائی۔ (۹۳)

— رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو مال دیا اور دوسرے کو نہ دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ زہریؓ سوال کر بیٹھے: یا رسول اللہ آپ نے اس شخص کو مال نہ دیا مگر میں اُسے تو مومن سمجھتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ فرمایا: مومن یا مسلم؟ حضرت سعد خاموش ہو گئے۔ زیادہ دیر تک خاموش نہ رہ سکے اور دوسری بار بلکہ تیسری بار یہی سوال کیا اور وہی جواب پایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد میں جس شخص کو کچھ نہیں دیتا وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو کچھ دیتا ہوں۔ اور اس شخص کو اس لئے دیتا ہوں کہ وہ مفلسی کی وجہ

سے مرتد نہ ہو جائے۔ (۹۳)

— سوالات صحابہ کرام کی نوعیت مختلف ہے: کچھ بلکہ بیشتر سوالات کا تعلق دین و شریعت کے احکام کے بارے میں ہوتا تھا۔ جیسے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنی بیماری میں اپنی بیٹی کے لئے ترکہ کے بارے میں سوالات کئے تھے۔

— حدیث بخاری: ۵۲۹۲ میں گمشدہ بکری (ضالۃ الغنم)، گمشدہ اونٹ (ضالۃ الابل) اور لفظ (گری پڑی چیز) کے بارے میں صحابہ کرام کے سوالات کرنے اور آپ ﷺ کے جوابات دینے کا ذکر ہے اور اس میں آپ ﷺ کے غصہ اور ناراضی کا بھی ذکر ہے۔

— بہت سے سوالات کا تعلق کسی نہ کسی معاشرتی معاملہ سے ہوتا تھا خواہ ان کا تعلق نبوی زندگی سے ہو یا صحابہ کی زندگی سے مثلاً حضرت عمرؓ نے واقعہ ایلاء کے بارے میں خانہ نبوی پر جا کر سوالات کئے تھے۔

— کچھ سوالات کسی فرمان نبوی اور ہدایت ربانی کی تشریح کے لئے پوچھے جاتے تھے۔ بعض کا تعلق باہمی تعلقات اور مزاج شناسی سے ہوتا تھا۔ ان سوالات کی نوعیت کو محدود کرنا بہت مشکل ہے۔ (۹۵)

— حدیث بخاری: ۴۶۲۲ میں حضرت ابن عباسؓ کے مطابق کچھ لوگ بطور استہزار رسول اکرم ﷺ سے سوالات کرتے تھے کہ میرا باپ کون ہے اور میرا گمشدہ اونٹ کہاں ہے؟ وغیرہ۔ یہ منافقین کا طرز عمل تھا۔

صحابہ کرام کے بلا طلب مشورے

عہد نبوی کے بہت سے واقعات ہیں جن کے مطابق صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کو بلا طلب و خواہش نبوی مشورہ دیتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک اعلان مرحمت فرمایا یا کوئی رائے ظاہر کی یا کسی بشارت کا اظہار کیا اور بعض صحابہ نے اس سے اختلاف کیا اور رسول اکرم ﷺ کو اس کے خلاف کسی مصلحت عامہ سے مشورے دئے اور

آپ ﷺ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی رائے بدل دی یا اعلان و اظہار موقوف کر دیا۔ بسا اوقات یہ بھی ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے بلا طلب مشوروں پر ناراضی کا اظہار فرمایا۔ ان تمام صورتوں میں بہر حال فکر نبوی سے اختلاف صحابہ کی ایک صورت شائستہ نکلتی ہے جو اختلافات کی ایک اور نوع کو اجاگر کرتی ہے۔ (۹۶)

بشارت، نبوی کے اعلان کے خلاف مشورہ

رسول اکرم ﷺ نے ایک دن حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنے نعلین مبارک بطور نشانی عنایت فرمائے اور ہدایت کی کہ ”ہر اس شخص کو جو اللہ پر کامل ایمان و ایقان رکھتا ہو اسے جنت کی بشارت دے دو“۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس باغ و قیام گاہ نبوی سے باہر نکلے تھے کہ حضرت عمرؓ سے ان کی ملاقات ہو گئی اور جیسے ہی ان کو اعلان بشارت کا علم ہوا وہ حضرت ابو ہریرہؓ کو زبردستی واپس خدمت نبوی میں لائے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کی زیادتی کی شکایت بھی کی اور زور زبردستی واپس لانے کا قصہ بھی سنایا۔ حضرت عمرؓ نے رسول اکرم ﷺ کے استفسار پر عرض کیا کہ اعلان بشارت روک دیجئے ورنہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ آپ ﷺ نے ان کا مشورہ قبول کر لیا اور حضرت ابو ہریرہؓ کو اعلان مسرت و بشارت سے روک دیا۔ حضرت عمرؓ کے زور زبردستی پر بھی کچھ نہ کہا۔ اس مشورے کی بہت اہم جہات ہیں جن پر بحث آخری تجزیہ میں آئے گی۔ (۹۷) یہاں مختصر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہل ایمان کے لئے جنت کی ضمانت بھری بشارت بھی موجود تھی اور اب بھی موجود ہے مگر اس کے اعلان و اظہار پر روک لگانے پر صحیح اسلامی طریقہ واضح کیا گیا۔

درخت نہ کاٹنے کا مشورہ

غزوہ بنی النضیر میں جب یہودی اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے تو ان پر دباؤ ڈالنے کیلئے آپ ﷺ نے ان کے کھجوروں کے باغوں (باغ ہائے نخیل) کے بعض درخت کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ حضرت عمرؓ نے درختوں کی کٹائی دیکھی تو رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ ایسا نہ کریں، اس میں ہمارا ہی نقصان ہے۔ آپ ﷺ نے ان کا مشورہ مان لیا۔ قرآن مجید نے

دونوں طریقوں کی حکمت بتائی ہے۔ (۹۸) اور دونوں کو اذن الہی قرار دیا ہے۔

اونٹ ذبح نہ کرنے کا مشورہ

جنگ تبوک کے دوران زادراہ یا سامان رسد کی کمی کے سبب بعض صحابہ کرام نے اپنے اونٹوں کو کھانے کے لئے ذبح کرنے کی اجازت مانگی اور آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے خلاف مشورہ دیا کہ اس صورت میں سواری کے جانوروں کی کمی ہو جائے گی لہذا بچے کچھے سامان رسد پر برکت کی دعاء کیجئے اور کھانے کا انتظام کیجئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے دونوں مشورے مان لئے۔ (۹۹)

غلام و باندی کی تقسیم و عطا

غزوہ خیبر کے اسیروں میں سے کسی باندی کو لے لینے کی درخواست حضرت وحیہ کلبیؓ نے قبول فرمائی اور انہوں نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کر کے لے لیا۔ ایک صحابی نے خدمت میں آکر عرض کیا کہ آپ ﷺ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سرداروں کی دختر کو وحیہؓ کے حوالے کر دیا۔ وہ آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی کے لئے موزوں نہیں۔ حضرت وحیہؓ کو رسول اکرم ﷺ نے بلا کر کسی دوسری باندی کو لے لینے کو کہا اور ان کے انکار و تامل پر حضرت رسول اکرم ﷺ نے سات باندیاں دے کر حضرت صفیہؓ کو ان سے خرید لیا اور پھر بعد میں صحابہ ہی کے مشورے پر ان سے آپ ﷺ نے نکاح فرمالیا۔ (۱۰۰)۔ اس پورے واقعہ میں دو اہم نکات قابل لحاظ ہیں: ایک حضرت وحیہؓ کا تجویز نبوی ماننے میں تامل، دوسرے صحابہ کرام کے مشورے ہی پر حضرت صفیہؓ سے آپ کا نکاح۔

نکاح کی فرمائش

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کی بہن عروہؓ سے نکاح کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے لیے حلال نہیں، تم اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھ پر پیش نہ کیا کرو۔ (۱۰۱) حدیث را حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دیگر خواتین

نے بھی بلا طلب مشورے کے طور پر اپنی بہن اور بیٹیوں سے نکاح کرنے کی درخواست رسول اکرم ﷺ سے کی تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا۔

حضرت خولہ بنت حکیمؓ نے بعض دوسری خواتین کے ساتھ اپنا نفس آپ ﷺ کو بہہ کیا تھا مگر آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔ (۱۰۲)

پردہ اور حجاب کے بارے میں مسلسل مشورہ فاروقی

صحیحین کی احادیث اور ان کی شروح شارحین سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ رسول اکرم ﷺ سے بار بار ازواج مطہرات کے حجاب و پردے کے سخت احکامات کے نفاذ پر اصرار کرتے رہے تھے لیکن رسول اکرم ﷺ نے پردہ کا حکم دیا اور نہ حضرت عمرؓ کا مشورہ مانا۔ یہ بھی دلچسپ بات ہے کہ ان کو حجاب پر بار بار مشورہ دینے سے روکا بھی نہیں اور جب احکام حجاب آگئے تو بھی حضرت عمرؓ کے بعض اور بلا طلب مشوروں کو نہیں تسلیم کیا۔ (۱۰۳)

صحابہ کرام کی تعریف و تحسین

صحابہ کرام بسا اوقات اپنے رفقاء و اعزہ کی تعریف و تحسین کر دیتے تھے جس سے آپ ﷺ کو اختلاف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایسے کلمات کہہ گزرتے یا صفات بیان کر جاتے جن کا علم ان کو نہ ہوتا تھا، وہ صرف ان کے گمان و حسن ظن پر مبنی ہوتے تھے:

حضرت ام العلاء انصاریہؓ نے اپنے مہمان حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ جحمی کی وفات پر ان کو بزرگ قرار دے کر تعریف کی۔ آپ ﷺ نے ان کو منع کیا۔ اس واقعہ میں یہ بھی اہم نکتہ ہے کہ حضرت عثمانؓ جحمی حضرت ام العلاءؓ کے گھر میں ہی بطور مہمان رہتے تھے اور وہیں وفات پائی تھی۔ (۱۰۴)

صحابہ کرام کی باہمی تعریف و تحسین کے واقعات کافی ہیں اور ان کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ ان میں سے کسی میں صحابہ کی طرف سے اپنے دوستوں، عزیزوں اور رفیقوں کی تحسین و توصیف کا اقدام ملتا ہے اور کبھی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے استفسار پر ان

کی تعریف ملتی ہے۔ بسا اوقات وفات کے بعد مرحومین کی تعریف و تحسین کا ذکر زیادہ ملتا ہے کہ وہ فطری بھی ہے اور اسی کی اسلامی تعلیم بھی ہے۔ ایسی تحسین شناسی بھی بلا طلب مشورے یا مجلسی زندگی کے اظہار میں آسکتی ہے۔ (۱۰۵)

تقید و طنز

بعض گناہوں کی سزا بھگتتے یا اس کے ارتکاب پر بعض اصحاب ایسے مجرموں پر طنز و تعریض کرتے یا لعنت بھیجتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا کہ اچھی صفات کے مالک تھے یا توبہ کر کے سزا کے بعد مغفرت کے مستحق ہو چکے تھے:

— حضرت عبداللہ حمار کے لقب کے ساتھ مشہور تھے۔ وہ شراب کے عادی تھے۔ ان کو شراب نوشی کے الزام و جرم میں مارپیٹ کی سزا دی جاتی تھی۔ ایک بار بعض صحابہ نے ان پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان پر لعنت نہ کرو کہ ان کے دل میں اللہ و رسول کی محبت موجود ہے اور وہ ان سے محبت کرتے ہیں۔ (۱۰۶)

— حضرت ماعزؓ کی سنگساری کے بعد بعض حضرات نے ان کے بارے میں سخت الفاظ کہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: انھوں نے ایسی توبہ کی ہے اگر پوری امت پر تقسیم کر دی جائے تو سب ہی کے لئے کافی ہو جائے۔ بالکل یہی واقعہ اختلاف حضرت غامدیہؓ کے بارے میں بھی آتا ہے۔ (۱۰۷)

— حضرت عتبانؓ بن مالک کے گھر سماجی زیارت کے دوران محلہ کے لوگ جمع ہو گئے اور حضرت مالک بن الدشنؓ کی عدم موجودگی پر بعض لوگوں نے ناراضی ظاہر کی اور ان کو منافق کہا اور اللہ و رسول کی محبت سے خالی بتایا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو منع کیا کہ وہ مومن ہیں اور انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ (۱۰۸)

ازواجِ مطہرات کا اختلاف

تعددِ ازواج ایک مردانہ رعایت ہے تو متعدد سماجی اختلافات اور معاشرتی نزاعات کو جنم دینے والی مصیبت بھی۔ عہدِ نبوی کے عرب معاشرے میں اس کی تمام قباحتوں کے باوجود عدل و انصاف کی شرط پر ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کی اجازت دی گئی تھی اور اسلامی معاشرے میں بھی وہ اسی طرح مشروط اجازت ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ تعددِ ازواج محض اجازت ہے، اسے سماجی رعایت، مردانہ فطرت گونا گونی کی تسکین اور ایک ناگزیر بلکہ ناپسندیدہ مروت بھی کہا جاسکتا ہے۔ وہ اسلامی قانون نہیں ہے۔ اس لئے تعددِ ازواج سے سماجی اختلافات تو جنم لیتے ہی ہیں شوہر اور ان کی ازواج کے درمیان بھی تعلقات کافی متاثر ہوتے ہیں۔ (۱۰۹)

رسول اکرم ﷺ کے تعددِ ازواج کا معاملہ خاص رعایتِ الہی پر مبنی تھا اور وہ اسلام و امت کی مصالح کی بھی رعایت تھی تاہم رسول اکرم ﷺ کو اس کے متعدد مسائل، نزاعات و اختلافات سے دوچار ہونا پڑا اور ازواجِ مطہرات کے درمیان تو اختلافات و نزاعات کا ایک مسلسل سلسلہ تھا جو تا زندگی چلتا رہا۔ سماجی لحاظ سے ازواجِ مطہرات کے معاملہ میں رسول اکرم ﷺ کا ازدواجی اسوہ قائم ہونا تھا۔ اسی طرح ازواج کے درمیان باہمی تعلق و رشتہ کا ایک ماڈل (Model) اور مثال کا قیام بھی مقصود و مطلوب تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ازواجِ مطہرات کا تعلق خاطر ایک عنوانِ محبت تھا تو ازواجِ مطہرات کے درمیان باہمی ارتباط دوسرا

عنوان الفت و محبت۔ اردو زبان و ادب میں ”سوتیا ڈاہ“ کی ایک کرخت اور ناپسندیدہ روایت ہے جو اکثر و بیشتر ظلم و زیادتی تک لے جاتی ہے کہ اقدار سے محروم ہے۔ ازواجِ مطہرات کے باہمی تعلقات اور رسول اکرم ﷺ سے ان کے روابط نے ”سوتیا چاہ“ کی نئی اسلامی روایت اور نبوی قدر کی طرح ڈالی تھی۔ (۱۱۰)

اصل مسئلہ یہ نہیں تھا کہ رسول اکرم ﷺ ان کے ساتھ عدل و انصاف نہیں فرماتے تھے۔ ازواجِ مطہرات تو خیر اس کی قائل ہی تھیں، دشمنانِ دین و دانش بھی ایسے اعلیٰ معیارِ انصاف و عدل کی مثال لانے سے قاصر ہیں۔ یہاں بھی اسوہ کاملہ ہی تھا۔ معاملہ دراصل تعلق خاطر کا تھا کہ ہر زوجہِ مطہرہ فطری طور سے رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ عالی صفات کو اپنے اور اپنی محبت کے لئے خاص کرنا چاہتی تھی۔ دلی تعلق اور خاطر کے اندرون میں موجزنِ محبت کے سوتوں پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا تاہم رسول اکرم ﷺ اس کا اظہار کر کے اسوہ کاملہ کو رسوا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ازواجِ مطہرات کے اپنے دلوں میں ”سوتیا چاہ“ کے موجزنِ چشموں نے ان کو باہمی اختلافات پر بھی آمادہ کیا تھا اور بسا اوقات وہ رسول اکرم ﷺ سے ازدواجی بلکہ ازدواجی اختلاف کرتی تھیں۔ یہ دل پذیر باب متعدد مثالوں اور ان پر علمی بحثوں کا تقاضا کرتا ہے۔ (۱۱۱)

۔ ”سوتیا چاہ“ کا ایک عجیب و غریب اور انتہائی محبت آگیز مظاہرہ اس طرح ہوا کہ ازواجِ مطہرات کے دو خیمے بن گئے: ایک خیمہ یا جماعت ازواج کی سربراہ حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں اور ان کے ساتھ دوسری ازواج تھیں: حفصہ صدیقہ اور سودہ رضی اللہ عنہن۔ دوسری حریف جماعت کی صدارت و امارت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں تھی اور ان کی مؤید ازواج تھیں: جویریہ، زینب، ام حبیبہ، میمونہ رضی اللہ عنہن۔ ان کے باہمی اختلاف کا مرکزی نقطہ رسول اکرم ﷺ تھے اور دونوں کا اصرار تھا کہ ان سب کو عدل و انصاف کے ساتھ برابر کی توجہ اور تعلق بھی ملے۔ ان کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف رسول اکرم ﷺ

کے خاص میلان اور دلی رجحان سے اختلاف تھا، ورنہ باہم ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں جماعتوں بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مخالف جماعت کو اس اختلاف اور الجھن سے نکالنے کی کوشش کی لیکن دل کی لگی کہیں نکلتی ہے؟ لہذا اس کے مختلف مواقع پر بلکہ تاحیات طیبہ بڑے ایلیے مظاہرے اور محبت آگئیں اظہارات ہوتے رہے۔ (۱۱۲)

حضرت ام سلمہؓ نے انفرادی طور سے کئی بار رسول اکرم ﷺ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ترجیح دینے کی شکایت کی تاہم آپ ﷺ ان کی اس شکایت سے اتفاق نہیں کرتے اور ان کو سمجھا بھجا کر ہر بار واپس کر دیتے۔

تمام ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہؓ کی قیادت میں رسول اکرم ﷺ سے اس باب میں بات چیت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عائشہؓ کے بارے میں تنگ کرنے سے منع فرمایا۔

حریف جماعت نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے معاملے میں حضرت فاطمہؓ بنت رسول اکرم ﷺ کو اپنا وکیل بنا کر خدمت اقدس میں بھیجا۔ رسول اکرم ﷺ نے بقول شبلی ان سے فرمایا ”جان پدر کیا تم اس کو نہیں چاہتیں جس کو میں چاہتا ہوں“۔ جناب سیدہؓ کے لئے اتنا کافی تھا۔ واپس جا کر ازواج مطہرات سے کہا کہ میں اس معاملہ میں دخل نہ دوں گی۔“ حدیث کی بعض روایات میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان سے بھی یہی فرمایا کہ مجھ کو عائشہؓ کے معاملہ میں تنگ نہ کرو اور وجہ خاص بھی بیان کر دی کہ سوائے عائشہؓ کے اور کسی وجہ کے لحاف میں وحی مجھ پر نہیں اتری۔ یہ وجہ خاص بھی ہے اور وجہ ترجیح بھی، اس کی متعدد جہات ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش اسدیؓ کو ہمسری کا دعویٰ بھی تھا اور اس کا ناز بھی کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور اس امر واقعہ پر فخر بھی کہ ان کی شادی براہ راست اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ ان کے علاوہ ان کے اوصاف حمیدہ ان کے فخر و مباہات کے لئے کافی تھے۔ حضرت فاطمہؓ کی سفارت کے بعد وہ وکیل جماعت بن کر آئیں اور بہت شد و مد اور

دلائل کے ساتھ اپنی جماعت کا موقف رکھا۔ حضرت عائشہؓ موجود تھیں، ان کی بات سنتی اور چہرہ انور ﷺ کی طرف بار بار دیکھتی رہیں اور منشاء نبوی پا کر حضرت زینبؓ کی ایک ایک دلیل کے پرچے اڑا دئے۔ حضرت زینبؓ لا جواب اور حیران و ششدر رہ گئیں تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کیوں نہ ہو! عائشہ ابوبکر کی دختر ہے۔ دونوں فصیح البیان تھے۔ (۱۱۳)

براہ راست رسول اکرم ﷺ سے ازواج مطہرات کے ایک انتہائی محبت آگئیں اختلاف کا واقعہ ورق دل پر لکھنے کے لائق ہے۔ صحابہ کرام خاص کر رسول اکرم ﷺ کے پڑوسی انصاری صحابہ عظام رسول اکرم ﷺ کے لئے روزانہ کھانے کے خوان بھیجا کرتے تھے اور وہ اس زوجہ محترمہ کے گھر میں آتے تھے جس میں رسول اکرم ﷺ کا ان کی باری پر قیام ہوتا تھا ناہم آپ ﷺ تمام ازواج کو اس میں شریک کرتے۔ حضرات صحابہ رسول اکرم ﷺ کے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف میلان محبت کے راز سے واقف تھے کہ خود بھی صاحبان اسرار محبت تھے، اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں رسول اکرم ﷺ کی شب ب سری کے دن خوانوں کی جھڑی لگ جاتی اور اتنی کثرت سے آتے کہ دوسری ازواج مطہرات کی ”باریوں“ کے زمانے میں نہ آتے تھے۔ اس نے ازواج مطہرات کو شکایت و اختلاف کرنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے متحدہ طور سے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اختلاف کا اظہار کیا اور تجویز رکھی کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کو ہدایت فرمائیں کہ دوسروں کی باری پر اسی طرح جھڑی لگایا کریں یا حسب معمول حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر بھی اسی طرح بھیجا کریں۔ آپ ﷺ نے ان کی تجویز قبول نہیں فرمائی کہ ہدایا علامات محبت ہیں اور ان کے سیل پر بند نہیں باندھا جاسکتا۔ ازواج مطہرات بھی یہ سمجھتی تھیں مگر عزت نفس اور سوتیا چاہ دونوں مل کر ان کو اختلاف محبت کرنے پر آمادہ کر دیتی تھیں۔ (۱۱۴)

واقعہ مغایر:

ایک دلچسپ واقعہ محبت، جو صورت اختلاف کر گیا، واقعہ مغایر ہے۔ رسول اکرم ﷺ

کو شہد مرغوب تھا۔ دوسری طرف ازواجِ مطہرات کو رسول اکرم ﷺ کی تا دیر صحبت مجلس بہت پسند تھی اور وہ آپ ﷺ کو ہر طرح اپنے پاس روکنا چاہتی تھیں۔ آپ ﷺ کا روزانہ کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد تمام ازواجِ مطہرات کے حجروں میں تھوڑی تھوڑی دیر ملاقات زیارت فرماتے اور چکر پورا کرنے کے بعد باری والی زوجہ محترمہ کے ہاں شب گزارتے۔ ازواجِ مطہرات آپ ﷺ کو روکے رکھنے کے حیلے بہانے بھی اختیار کرتیں۔ ایک بار سے زیادہ ایسا ہوا کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی خدمت میں شہد پیش کیا۔ اس کے نوش فرمانے میں تاخیر ہو گئی تو کئی ازواج کو اس کا شکوہ ہوا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں کو ملال زیادہ تھا لہذا دونوں نے مل کر ایک منصوبہٴ محبت بنایا کہ رسول اکرم ﷺ جب ان دونوں کے ہاں باری باری تشریف فرما ہوں تو دونوں آپ ﷺ سے یہ عرض کریں کہ آپ ﷺ کے دہن مبارک سے مغفیر کی بو آرہی ہے۔ ان پھولوں کو بو ناگوار ہوتی ہے اور ایسی بو آپ کو سخت ناپسند تھی۔ بہر حال پہلے حضرت حفصہؓ نے اور پھر حضرت عائشہؓ نے جب بو آنے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ آئندہ شہد استعمال نہ کریں گے۔ سورہ تحریم-۱: ۳ کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے شہد کا استعمال دوبارہ شروع کر دیا اور حضرت عائشہؓ و حفصہؓ نے توبہ کر لی۔ بخاری حدیث: ۵۲۶۷ میں یہ واقعہ ہے اور اس میں حضرت عائشہؓ و حفصہؓ کا اتحاد حضرت زینب بنت جحشؓ کے پیالہ شہد کے بارے میں ملتا ہے۔ احادیث بخاری: ۵۲۶۸ وغیرہ میں ہے کہ حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کے پاس ان کی کسی عزیزہ نے شہد کی کچی ہدیہ بھیجی تھی جس سے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی تواضع کی اور اس میں کافی دیر ہو گئی۔ حضرت عائشہؓ کو اس پر رشک آیا (فَغِرَّتْ)۔ انہوں نے حضرت حفصہؓ کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بنایا اور اس میں حضرت سودہؓ بنت زمعہ اور حضرت صفیہؓ بنت حی کو بھی شامل کر لیا۔ ان تینوں سے پہلے سے تیار شدہ مکالمات کے ذریعہ مغفیر کی بو کا ذکر کیا اور رسول اکرم ﷺ نے قسم کھالی جب آپ ﷺ نے منع کر دیا۔ حضرت سودہؓ

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

نے اظہار کیا کہ ہم نے اس کو حرام کیا ہے۔ حضرت حصہؓ نے ان کو خاموش کر دیا۔ حافظ ابن حجرؒ کے مطابق حضرت سودہؓ نے بھی شہد پلایا تھا اور اس کی وجہ سے تاخیر ہوئی اور حضرت عائشہؓ نے حضرت حصہؓ سے مل کر اختلاف پیدا کر دیا تھا جیسا کہ ابن مردویہ کی روایت میں ہے۔ حافظ موصوف نے واقعہ شہد کے تعدد کو تسلیم کر کے حضرت سودہؓ وغیرہ کے اس معاملہ میں شامل ہونے پر مختلف محدثین کا نقد بھی نقل کیا ہے۔ اگرچہ تفسیر سدۃ کی روایت کو شاذ قرار دیا ہے تاہم اس میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی شہد نوش کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی تصدیق یا اس کا شاہد کتب سیرت میں موجود ہے، تفسیر طبری میں بھی اس کی روایت موجود ہے۔ (۱۱۵)

واقعہ مظاہرہ:

سورہ تحریم کی مذکورہ بالا آیات کریمہ میں ایک اور اختلاف ازواج کا قرآنی ذکر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک راز کی بات حضرت حصہؓ سے کہی اور ان کو تاکید بھی کر دی کہ اسے افشا نہ کریں مگر انہوں نے حضرت عائشہؓ کو وہ بات بتادی۔ اللہ تعالیٰ نے راز نبوی کے فاش کئے جانے کی خبر رسول اکرم ﷺ کو بذریعہ وحی بتائی اور آپ ﷺ نے حضرت حصہؓ سے استفسار فرمایا۔ ان دونوں ازواج مطہرات نے شہد کے واقعہ کی طرح اس حادثہ پر بھی توبہ کی اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو معاف کر دیا۔ ان دونوں واقعات پر مفسرین اور شارحین نے خوب خامہ فرسائی کی ہے، خاص کر اس راز نبوی کی حقیقت کے بارے میں جس کا ذکر آیات میں ہے۔ (۱۱۶)

واقعہ ایلاء و تحبیر:

ازواج مطہرات رسول اکرم ﷺ کی سادہ بلکہ فقیرانہ زندگی کی خوگر بن گئی تھیں اور صبر و قناعت سے زندگی بسر کرتی تھیں۔ ریاست اسلامی کی آمدنی میں اضافہ کیساتھ ان کو بھی خیال ہوا کہ ان کے نان نفقہ میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ ان میں سے ہر ایک کو سال بھر کا ضروری اسلامی نان نفقہ عطا فرمایا کرتے تھے مگر وہ ان کی فیاضی کی

نذر ہو جاتا۔ بہر حال ازواج مطہرات نے مل کر یہ طے کیا کہ رسول اکرم ﷺ سے نان نفقہ میں اضافہ کی درخواست باقاعدہ متحدہ طور پر کی جائے۔ بقول شبلی ”آنحضرت ﷺ کے سکون خاطر میں یہ تنگ جلی اس قدر خلل انداز ہوئی کہ آپ ﷺ نے عہد فرمایا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے... آپ نے بالا خانہ پر تنہا نشینی اختیار کی...“ ایک ماہ کی مدت ایلاء میں طرح طرح کی بدگمانیاں ہوئیں۔ آخر آخر میں یہ افواہ اڑ گئی کہ آپ ﷺ نے تمام ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ کی جسارت سے اس کی تردید ہوئی۔ انیس دن کے مہینہ کے بعد آپ ﷺ بالا خانے (مشر بہ) سے نیچے اترے اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کو تخیر کی آیات کریمہ سنائیں کہ دنیاوی عیش و عشرت کی طلب ہو تو ان کو بعد احترام و محبت رخصت کر دیا جائے اور صحبت نبوی اور مرضی مولیٰ کی چاہ ہو تو اسی طرح فقیرانہ نبوی زندگی گزارنی ہوگی۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو جلد جواب یا اختیار کا حق استعمال کرنے سے پہلے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی رائے دی لیکن انہوں نے فوراً رسول اکرم ﷺ کو اختیار کر لیا۔ حضرت عائشہؓ کے سوتیا چاہ یا رشک صحبت نے یہاں اظہار کیا کہ رسول اکرم ﷺ ان کی تخیر کے واقعہ کو دوسری ازواج مطہرات کو نہ بتائیں۔ شاید گمان تھا کہ اسی طرح بعض سے راحت ملے مگر وہ سب کی سب اللہ و رسول کی محبت و اطاعت کی اسی طرح عاشق تھیں۔ سب نے بلا تردد صحبت نبوی اختیار کر لی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا عشرت دنیا ہو سکتی تھی۔ مطالبہ توسیع تو صرف ایک اظہار محبت تھا۔ واقعہ ایلاء و تخیر نے رسول اکرم ﷺ سے ازواج مطہرات کے متحدہ اختلاف کا ایک محبت آگس نمونہ پیش کیا تھا۔ (۱۱۷)

واقعہ اعتکاف:

رسول اکرم ﷺ رمضان شریف کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنے کے لئے صحن مسجد میں خیمہ لگواتے تھے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ نے بھی ایک سال خیمہ لگایا تو حضرت حفصہؓ نے بھی اجازت مانگی اور ان کی خبر سن کر حضرت زینبؓ نے اپنا خیمہ لگایا۔ صحن مسجد ازواج

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

مطہرات کے خیموں سے آراستہ ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ کو یہ آرائش محفل پسند نہ آئی اور تمام خیمے اکٹھے کر کے اور اس سال رمضان کے بجائے شوال میں اعتکاف فرمایا اور کسی دوسرے کو خیمہ لگانے کی اجازت نہیں دی۔ یہ دراصل اعتدال و توازن اور اخلاص نیت کی تعلیم و حکمت نبوی تھی، محض رشک و محبت میں عبادت کا نظریہ و خیال اور عمل خاصا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ (۱۱۸)

نماز کی امامت پر اختلاف:

مرض الوفاۃ میں رسول اکرم ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو کہیں وہ نماز کی امامت کریں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ وہ بہت رقیق القلب شخص ہیں، آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکیں گے لہذا حضرت عمرؓ کو امامت کا حکم دیجئے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم سب یوسف کی صواحب (بہکانے والی عورتیں) ہو، ابوبکرؓ کو امامت کرنے کا حکم پہنچاؤ۔ آخر کار حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کی حیات میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔ روایات و احادیث میں آتا ہے کہ آخری دن غالباً حضرت ابوبکرؓ صدیق کی سُنَّ جانے کی وجہ سے ان کی عدم موجودگی میں حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی تھی اور وہ بھی ایک صحابی کے مشورے پر۔ (۱۱۹)

واقعہ لد:

بیماری کی شدت سے غشی طاری ہو جانے پر حضرت ام سلمہؓ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے بتایا کہ جبشہ میں ایسی حالت میں کھلی اور تیل کی مرکب دوا پلاتے ہیں اور اس سے مریض کو افاقہ ہو جاتا ہے اور ان کے مشورے پر رسول اکرم ﷺ کو مرضی کے خلاف وہ دوا پلا دی گئی۔ ہوش میں آتے ہی آپ ﷺ نے پہچان لیا کہ کیا ہوا اور ان دونوں خواتین کا مشورہ بھی سمجھ لیا کہ وہ دونوں جبشہ میں رہ چکی تھیں۔ آپ ﷺ نے بطور سزا کمرے میں موجود تمام لوگوں کو وہ دوا پلائی جو اس دوا پلانے کے حق میں تھے لیکن حضرت عباسؓ وغیرہ بعض صحابہ کرام کو اس سے مستثنیٰ کر دیا کہ وہ شریک واقعہ نہ تھے۔ (۱۲۰)

ازواج مطہرات کے باہمی اختلافات

سماجی اختلافات میں بھی بسا اوقات اختلاف تو دو فریقوں میں ہوتا تھا مگر وہ اپنی اثر انگیزی کے لحاظ سے ایک طبقہ کو اور بھی کبھی سماج کے متعدد طبقات کو لپیٹ لیتا تھا اور رسول اکرم ﷺ بطور رسول آخر الزماں اور بحیثیت قائد امت بھی متاثر ہوتے تھے۔ ازواج مطہرات میں دو فریقوں کا اختلاف کس طرح تمام طبقہ ازواج کو محیط ہو جاتا تھا اور کس طرح رسول اکرم ﷺ کے سکون خاطر میں خلل ڈالتا تھا بلکہ کیوں کر آپ ﷺ کی بیکراں مہر و محبت کو ابھارتا تھا اور کیسے مثالی ہدایت نما عطا کرتا تھا متعدد واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے اختلاف ازواج کے واقعات میں سے بعض کا حوالہ آچکا، اب باقاعدہ باہمی اختلاف کے تذکرہ میں ان جہات کا ذکر آتا ہے۔

سوتیا چاہ کے نمونے: ہدایائے طعام کے واقعات

رسول اکرم ﷺ کی خاطر عاطر اور توجہ و محبت کی طلب مستقل دل کی لگی تھی۔ ازواج مطہرات ہر طرح سے اور ہر آن منشاء نبوی اور مرضی خاوندی کی جستجو میں رہتی تھیں، خواہ ان میں سے کسی کے پاس آپ ﷺ رہیں۔ باری والی زوجہ محترمہ کے گھر میں رہائش، کھانے پینے، استراحت و خواب اور دوسرے تمام کاروبار زیست کرنے کا انتظام رہتا تھا۔ دوسری ازواج مطہرات اپنی باری کے علاوہ دوسرے ایام محرومی میں بھی اپنے محبوب شوہر نامدار ﷺ کی محبت میں باری والی زوجہ محترمہ کے گھر کھانے اور دوسرے ہدایا بھیجنے کا اہتمام کرتی تھیں۔ اس

میں عام سماجی ریت و روایت کا بھی دخل تھا اور اسلامی طریقہ و آداب طعام کا بھی۔ مگر بعض اوقات سوتیا چاہ کا جذبہ دوسرا رنگ اختیار کر لیتا جو اختلافِ محبت بن جاتا اور خاطر نبوی اور مہرِ والفت محمدی کا رنگ دکھاتا۔ اس کے بعض دلچسپ واقعات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

— اولین ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ کو محبوب ترین زوجہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا بھی نہ تھا مگر زبانِ رسالت مآب ﷺ سے ان کے اتنے محبت آگیں تذکرے مستقل بنا کرتی تھیں کہ بقول خود ان سے اتنی رشک بھری محبت کرتی تھیں کہ کسی اور عورت سے کبھی نہ کی۔ رسول اکرم ﷺ جب کبھی بکری ذبح کرتے یا دوسرے کھانے پینے کا اہتمام فرماتے حضرت خدیجہؓ کے اعزہ و اقرباء خاص کر ان کی سہیلیوں کے گھر پارچہ گوشت اور ہدیہ طعام ضرور بھیجا کرتے اور حضرت عائشہ کو اس پر رشک آتا۔

— محبت بھرے ذکر خدیجہؓ پر حضرت عائشہؓ ایک بار چڑھ گئیں تو زبان سے نکل گیا کہ ایک بڑھیا کے لئے جس کے جسم و بدن کا یہ حال تھا، آپ ﷺ تڑپتے رہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسین ترین عورتیں عطا کی ہیں۔ فرمایا: ”عائشہ ایسا نہ کہو، خدیجہؓ نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب تکذیب پر آمادہ تھے۔ انہوں نے میرے لئے اپنا مال وقف کر دیا، وہ میری اولاد کی ماں ہیں۔“ (۱۲۱)

— حضرت صفیہؓ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا خود بیان ہے کہ وہ بہت عمدہ کھانے پکاتی تھیں اور اس باب میں ان جیسی کوئی اور عورت نظر نہیں آئی۔ ازواجِ مطہرات کی عادت شریفہ اور روایت اسلامی تھی کہ وہ آپ ﷺ کے لئے کھانا بھیجا کرتی تھیں۔ اسی کے مطابق حضرت صفیہؓ نے آپ ﷺ کے لئے ایک دن کھانا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں ایک باندی کے ہاتھ بھیجوا دیا۔ حضرت عائشہؓ کو اس دن رشک سے غصہ آ گیا اور باندی کے کھانے والے ہاتھ پر اپنا ہاتھ ایسا مارا کہ پیالہ ٹوٹ گیا اور کھانا گر گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے بڑے رسان سے خادمہ سے کہا کہ ”تمہاری ماں کو غصہ آ گیا“ اور نفیس نفیس کھانا اٹھا کر ایک

دستر خوان پر چین کر رکھ دیا اور پیالہ کے ٹکڑوں کو جمع کر لیا۔ بعد میں ان کو تاروں سے باندھ دیا۔ حضرت عائشہؓ کو پشیمانی میں دیکھا تو فرمایا کہ ”اس ٹوٹے پیالہ کو اپنے پاس رکھ لو اور اپنا اچھا پیالہ صفیہؓ کو بھیجوا دو۔“ حضرت عائشہؓ نے پیالہ اور کھانا دونوں بھیجوائے۔ (۱۲۲)

— کھانا کے پیالہ کے گرانے کا واقعہ حضرت حفصہؓ کے بارے میں بھی بعض روایات میں آتا ہے۔ (۱۲۳)

— کھانے کے سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک بار اور اختلاف حضرت صفیہؓ سے ہوا تھا۔ دولت کدہ نبویؐ میں کچھ مہمان تھے۔ حضرت عائشہؓ ان کے لئے کھانا تیار کر رہی تھیں مگر اس میں تاخیر ہوتی جاتی تھی۔ اسی دوران حضرت صفیہؓ کے گھر سے خوان نعمت آگیا۔ اس کو دیکھ کر حضرت عائشہؓ کو غصہ آگیا اور کھانے لانے والے خادم کو بہت سی صلواتیں سنا دیں اور حضرت صفیہؓ کو خوب کہنا سنا۔ (۱۲۴)

دوسرے واقعات طعنت و تعریض

دل میں خلش ہو تو زبان پر اس کا اثر دل خراش بن جایا کرتا ہے۔ سوتا چاہ تو ایک مستقل خلش تھی۔ حضرت صفیہؓ کے بارے میں اس نے جلن کی شکل اختیار کر لی تھی کہ وہ بہت حسین و جمیل خاتون تھیں، یہودی قبیلہ بنو النضیر سے تھیں، بہترین کھانا پکاتی تھیں اور بہت سی صفات کی حامل تھیں۔ غزوہ خیبر کے دوران زوجیت نبویؐ میں آئی تھیں اور رشک و رقابت بڑھا گئی تھیں۔ ان اسباب و وجوہ سے بعض ازواج مطہرات سے ان کا اختلاف ناگزیر ہو گیا تھا۔ اس کے چند اہم دلچسپ واقعات ہیں:

— حضرت صفیہؓ کی بطور زوجہ نبویؐ مدینہ میں آمد کی خبر سن کر حضرت عائشہؓ ان کی جھلک دیکھنے ان کی قیامگاہ پر بھی گئیں جہاں وہ ایک انصاری صحابی کے گھر اتریں تھیں۔ حضرت عائشہؓ بھی نقاب لگا کر ان کو دیکھنے گئیں کہ ان کے حسن و جمال کے شہرے سنے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو پہچان لیا تو وہ لجا کر واپس ہوئیں۔ آپ ﷺ نے ان کو جالیا اور پوچھا

کہ صفیہ کیسی لگیں۔ طنزاً بولیں ”ہاں وہ تو یہودیہ ہے“۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب تو وہ مسلمان ہیں“۔ (۱۲۵)

یہودیہ کہنے کا طنز ایک بار حضرت زینبؓ بنت جحش کی زبان سے بے اختیار نکل گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ناراضی کا اظہار فرمایا اور کشیدہ خاطر ہو گئے۔ حضرت زینبؓ اسے برداشت نہ کر سکیں اور حضرت عائشہؓ کی وساطت سے آپ ﷺ کی عفو و معذرت طلب کی اور کمال یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم ﷺ نے اپنی حریف بلکہ حریف جماعت کی امام کی سفارش کی۔ (۱۲۶)

رسول اکرم ﷺ غالباً ازواج مطہرات کے دل میں حضرت صفیہؓ کی طرف سے بیٹھے ہوئے غبار کو صاف کرنے کی خاطر ان کی تعریف و توصیف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے رشک و رقابت کا جذبہ ایک دن اس پر بھڑک گیا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ وہ اتنی سی تو ہیں اور آپ ہیں کہ ان کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں“۔ اشارہ ان کے پست قدموں کی طرف تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی بات پر سخت سرزنش کی اور بیان واقعہ کو بھی غیبت قرار دیا۔ حضرت عائشہؓ نے اس کی معذرت کی۔ اس واقعہ کی اور بھی اسلامی جہات ہیں۔ (۱۲۷)

توجہ طلبی

حضرت زینبؓ بنت جحش دوسری ٹولی کی تھیں لہذا ان کے بارے میں خلش دل کا واقعہ کہا جاسکتا ہے مگر حضرت صفیہؓ کے بارے میں ان ہی کی سفارش کرنے کا واقعہ بتاتا ہے کہ وہ وقتی معاملات رشک تھے بلکہ ان میں رسول اکرم ﷺ کی توجہ ہٹانے کی کوشش کی آہٹ ملتی ہے کہ ذکر ناگوار بند ہو جائے۔ ایسا ہی ایک دلچسپ واقعہ ایک بار حضرت عائشہؓ کے حجرے میں پیش آیا۔ حضرت زینبؓ کسی کام سے یا زیارت و ملاقات کے لئے حجرہ عائشہؓ میں آئیں کہ وہ ازواج مطہرات کے معمولات زیارت میں سے تھا۔ شام کے چھٹے میں رسول اکرم ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو رخ انور حضرت زینبؓ کی طرف ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً توجہ دلائی کہ

”یا رسول اکرم ﷺ اُدھر تو نہ ب ہیں اور میں اُدھر ہوں۔“ یہ توجہ طلبی فطری بھی تھی اور محبت کا تقاضا بھی کہ گھر کی مالکہ کی بجائے رخ کسی اور طرف ہو۔ (۱۲۸)

حضرت حفصہؓ تو حضرت صفیہؓ کی مانند حضرت عائشہؓ کی حامی ٹولی یا حلیف جماعت میں شامل تھیں۔ حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ میں عمر و کمال کے تفاوت کے باوجود بہت قربت تھی اور اس کے بہت سے اسباب تھے جن میں مزاج کی یگانگت اہم ترین تھی۔ ایک سفر کے دوران حضرت عائشہؓ اور حضرت صفیہؓ دونوں ہمرکاب نبوی تھیں کہ سنت کے مطابق قرعہٴ فال اس بار ان دونوں کے نام پڑا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دورانِ سفر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے محل کے قریب آ کر زیادہ تر گفتگو فرماتے اور رات میں کچھ دیر کے لئے استراحت بھی کرتے۔ حضرت حفصہؓ نے توجہ و عنایت طلبی کی خاطر حضرت عائشہؓ کو آمادہ کیا کہ ان سے سواری کا اونٹ بدل لیں۔ اس رات حضرت عائشہؓ کو محرومی کا قلق رہا اور حضرت حفصہؓ کو عنایت کا ثمرہ ملا۔ دونوں کا رویہ اور اس کا نتیجہ انسانی فطرت سے زیادہ ازدواج کی محبت باہمی کا نشان تھا۔ (۱۲۹)

عنایت نبوی بلکہ خوشنودی شوہر کا ایک عظیم و محبت آگیز واقعہ حضرت سودہؓ کے بے مثال واقعہ قربانی میں ملتا ہے۔ ازدواجِ مطہرات کے بارے میں یہ حقیقت حدیث و سیرت کی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ اختلاف و رشک کا جذبہ صرف عنایت طلبی کا نتیجہ تھا۔ وہ ہر آن اور ہر حال میں رسول اکرم ﷺ کی خوشنودی (مرضاۃ) کی طلب گار رہتی تھیں کہ ”وہ تم کو چاہیں تمہارے چاہنے والوں کو چاہیں“ کی خوگر تھیں۔ حضرت سودہؓ کو اسی خوشنودی خاوند کی لک نے اس پر آمادہ کیا کہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی کہ وہ عزیز ترین تھیں۔ بعض شارحین حدیث اور سیرت نگاروں نے باری بہہ کرنے کی وجہ رسول اکرم ﷺ کے ارادہٴ طلاق کو بتایا ہے جو بالکل متن حدیث کے خلاف ہے۔ (۱۳۰)

بعض اور واقعات و روایات رشک و محبت بھی مل سکتے ہیں لیکن ان کا استقصاء کرنا مقصود

نہیں ہے، صرف ازواجِ مطہرات کے باہمی اختلاف و محبت کا ذکر جمیل مطلوب ہے اور یہ دکھانا بھی مقصود ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس اختلاف ازواج کا ہدف محبت بنتے تھے۔

ازواجِ مطہرات کے باہمی اختلاف کے ضمن میں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ کم از کم نو ازواجِ مطہرات میں سے صرف بعض کے بارے میں ان اختلافات باہمی کا ذکر ملتا ہے اور وہ بھی وقتی جذبات کی حشر خیزی کا معاملہ تھا، کسی مستقل رنجش و حسد کا نہیں۔ حدیث و سیرت کی روایات میں صرف حضرت عائشہؓ، حضرت زینبؓ بنت جحشؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت ام سلمہؓ کے باہمی تعلقات کے باب میں یہ جذبات محبت بھڑکتے نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد دوسری ازواجِ مطہرات تھیں جیسے حضرت سودہؓ، حضرت زینبؓ ام المصائبؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ مگر ان کے باہمی تعلقات کی بابت بقول سید سلیمان ندوی ان اختلافات کا پتہ نہیں چلتا لیکن حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے واقعہ مغایر میں شرکت کا اور حضرت حفصہؓ سے اختلاف کا واضح وثابت ذکر ملتا ہے۔ وہ ایک لحاظ سے بہت اہم واقعہ ہے۔ اگر ”طرفین و فریقین“ کے اعتبار سے ان باہمی اختلافات کا تجزیہ کیا جائے تو اور بھی ان کا دائرہ سکڑ جائے گا کیوں کہ متاخر الذکر طبقہ ازواج کے باہمی اختلافات کا تو کیا خیر ذکر، اوّل الذکر طبقہ سے بھی ان کی کہانی تک کا حوالہ نہیں ملتا۔ سو تیا چاہ کا ایسا محبت آگس منظر کبھی آسمان محبت نے کیا دیکھا ہوگا! رسول اکرم ﷺ کی صحبت و تربیت اور تعلیم و تزکیہ نے ان کے دلوں کو صیقل کر کے محبت و مروت سے بھر دیا تھا۔ اس کے کئی گنا واقعات سیرت و حدیث میں موجود ہیں۔ البتہ ان کی انسانی فطرت اور بشری کمزوری سے کبھی ان کے دلوں کے آئینہ خانوں میں گرد و غبار چلا جاتا تو فوری ہدایت محبت اور اسوہ نبوی سے اسے دور کر دیا جاتا اور پھر وہ باہم شیر و شکر ہو جاتیں۔ دراصل ان کی بے پناہ محبت رسول اکرم ﷺ ہی ان کے جذبات رشک و اختلاف کا سبب بنتی تھی اور وہی ان کو دور بھی کرتی تھی۔ (۱۳۱)

مبحث دوم

صحابہ کرام کے باہمی اختلافات

صحابہ کرام کے باہمی اختلافات

صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی اقسام و انواع بھی رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے اختلافات کی طرح گونا گوں اور رنگ رنگ ہیں۔ ان میں سماجی و معاشرتی اختلاف بھی ہوئے، مالی امور پر بھی اختلافات ملتے ہیں۔ زرعی اور اقتصادی اختلافات اسی زمرے میں رکھے جاسکتے ہیں۔ بعض قبائلی عصبیت کے پیدا کردہ اختلافات بھی مذکور ہیں۔ فوجی اور حربی معاملات میں بھی صحابہ کرام کے باہمی نقطہ نظر اور رویہ کا فرق نظر آتا ہے۔ تجارتی اختلافات کی نوعیت مالی اختلافات میں سب سے زیادہ اہم اور دور رس نتائج کی حامل رہی تھی۔ سیاسی اور انتظامی امور پر طبقات و افراد صحابہ کے درمیان فکر و نظر کا اختلاف ملتا ہے۔ اور سب سے زیادہ تشریحی اور فقہی اختلافات کے واقعات مرتب کئے گئے ہیں۔ عام دینی اختلافات میں بعض بہت اہم، متنوع اور دلچسپ ہیں۔ ان میں تفسیری آراء کا اختلاف ہے، وجوہ قراءت اور ان کے امتیازات ہیں اور بعض دوسرے اختلافات بھی ہیں۔ اور ان سب کی وجوہ، اسباب و عوامل اور ان کی کارفرمائی سے عہد نبوی کی تصویر اختلافات بنتی ہے۔ (۱۳۲)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور بعض دوسرے اہل علم نے فقہی اختلافات پر خاصے مدلل و مفصل اور تجزیاتی مباحث پیش کئے ہیں۔ غالباً اس کی وجہ اجتماعی زندگی میں فقہ کی روزمرہ رہنمائی کی ضرورت سب سے زیادہ اہم تھی کہ عوام و خواص دونوں کو ہر معاملہ میں فقہی آراء کی طلب تھی۔ اگرچہ ان کے فقہی اختلافات و تنوعات کتاب و سنت کی تفہیم و تشریح اور ان کے اخذ

وقبول کی بنا پر ہی میں ان کے عہد میں وجود میں آئے تھے لیکن قرآن وحدیث کی تعبیر وتفسیر براہ راست اہل فن سے وابستہ تھی اور عوام تو درکنار، خواص میں سے بیشتر ان سے اعتنا نہیں کرتے تھے۔ (۱۳۳) دوسرے میدان حیات وشعبہ جات کارکردگی میں ان کے باہمی اختلافات کا زیادہ تجزیہ نہیں کیا گیا کہ وہ ان کی روزمرہ کی زندگی پر اتنے اثر انداز نہ تھے۔ صرف سیاسی اختلافات اور اسی کے ذیل میں بعض انتظامی اختلافات وغیرہ پر مدلل ومفصل مباحث اپنے اپنے خاص نقطہ نظر سے ضرور لکھے گئے۔ (۱۳۴)

ان تمام اور گونا گوں سماجی اختلافات صحابہ کواگلے صفحات میں ان کے خاص عناوین کے تحت پیش کیا جا رہا ہے کہ ہر میدان میں سرمہ بصیرت بنیں۔

حضرات صحابہ کرام میں اختلافات علمی اور تنازعات فنی کا سراغ بالعموم عہد نبوی اور خلافت راشدہ کے بعد کے زمانے میں لگایا جاتا ہے۔ حضرت شاہؒ نے بھی یہی نظریہ اپنایا ہے اور دوسروں کی طرح اس کی توجیہ کی ہے کہ خلافت اسلامی کے دوسرے دور میں صحابہ کرام کے مختلف ممالک میں پھیل جانے اور ان کے مختلف قوموں اور ملتوں کے لوگوں کے ربط میں آنے کی بنا پر نئے نئے مسائل پیدا ہوئے اور ان کے حل کی تلاش نے ان کے نظریات مختلف بنادئے۔ زمانی توقیت کا یہ نظریہ صحیح ہے اور نہ اختلافات صحابہ کی توجیہ کا طریقہ۔ بلاشبہ بعض پیچیدہ مسائل نے شدت وحدت پیدا کی تھی مگر بیشتر انواع اختلاف عہد نبوی سے چلے آرہے تھے۔ ان سب میں فہم کا قصور اور شعور کا عجز کارفرما نہیں تھا بلکہ ان میں سے بیشتر میں اختلاف سنن وطرق کا وہ فطری حصہ بھی تھا۔ (۱۳۵)

مثالیں: اختلاف تنوع (۱۳۶)

اختلاف کی کوئی قسم ہو، تنوع یا تضاد وتصادم، دراصل صحابہ کرام سے زیادہ تابعی مفسرین سے مروی ہے۔ اس کی متعدد وجوہ ہیں اور ان میں سے سب سے زیادہ ان کے صحابی اساتذہ وشيوخ کی تعلیم وتفہیم اہم ہے۔ کتب حدیث میں بخاری کی کتاب التفسیر اور کتب تفسیر

میں طبری اور ابن کثیر کی تفسیر میں اس کی کافی سے زیادہ شہادتیں ملتی ہیں۔ بہر حال چند اختلافات صحابہ پیش ہیں:

۱۔ مثلاً صراط مستقیم سے مراد کسی نے انبیاء کا طریقہ لیا ہے، کسی نے رسول اکرم ﷺ کا طریقہ و اسوہ، کسی نے جنت، کسی نے مرضی رب اور وہ سب ایک ہیں۔

۲۔ اسی طرح ”دین“، ”نور“، ”ذکر“ کے بارے میں بھی اختلافِ تنوع ملتے ہیں۔

۳۔ اصحابِ اعراف کے بارے میں اسی قسم کے مختلف افکار و اقوال ہیں۔

۴۔ متعدد آیات اور کلمات کی تفسیر میں اقوال و آراء کا فرق بہت زیادہ ملتا ہے مگر وہ سب اختلافِ تنوع کے ضمن میں آتا ہے۔ (۱۳۷)

اختلافِ تضاد

اختلافِ تضاد کی ایک مثال سورہ ہود: ۱۱۸-۱۱۹: وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ مُمْتَخَلِفِينَ ۝ الْأَمْنُ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ ط ان دونوں آیات کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ہمیشہ مختلف رہیں گے سوائے ان لوگوں کے جن پر تمہارا رب رحم فرمائے اور اسی کے لئے ان کو اس نے پیدا کیا ہے۔ انسانوں کی تخلیق رحمت الہی کے لئے ہوئی ہے یا اختلاف کے لئے؟ بیشتر مفسرین نے اختلاف کے لئے ان کو ”آفریدہ“ بتایا ہے مگر حضرت ابن عباسؓ نے ان کو رحمت الہی کے لئے آفریدہ قرار دیا ہے۔ اور یہی دوسری تعبیر صحیح ہے کہ اس کی تائید میں بہت سی شہادتیں، قرآنی آیات اور تعلیمات ہیں: (۱۳۸)

دوسرے اختلافات تضاد ہیں: ۱۔ ”السبع المثانی والقمران العظیم“ سے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں سورہ فاتحہ مراد ہے اور رولیت نسائی کے مطابق حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک ”السبع الطوال“ (بقرہ تا اعراف و توبہ) مراد ہیں۔ سورہ فاتحہ کو ام الکتاب کہنے پر اسی طرح اختلاف منقول ہے۔ بعض صحابہ کرام حضرت اسحاق کو ذبیح اللہ قرار دیتے تھے جبکہ اکثر صحابہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں۔ حدیث بخاری: ۴۵۳۸ کے مطابق

حضرت عمرؓ کا متعدد صحابہ کرام سے آیت کریمہ: بقرہ ۲۶۶: اَبَدُ احَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہُ جَنَّةٌ“ کی شان نزول پر اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ (۱۳۹)

اختلاف فہم و تصور بشریت

حضرت عدی بن حاتم طائیؓ کے تصور فہم قرآن کی ایک مثال اوپر آچکی ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ ”اَبَا“ کے معنی کے بارے میں لاعلمی کا اظہار فرماتے تھے۔ (۱۴۰) حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں ایک بہت اہم واقعہ روایات میں آتا ہے کہ وہ خالق اور فاطر کے معنی کا فرق نہیں جانتے تھے اور دونوں کے معنی پیدا کرنے والے کے ہی لیتے تھے۔ مگر جب انہوں نے دو بدوؤں کو ایک کنوئیں کی ملکیت پر جھگڑتے ہوئے سنا اور ایک کی دلیل جانی کہ میں نے اس کو سب سے پہلے کھودا تھا: بَلْ اَنَا فَطَرْتُهَا تو اس سے ان کو دونوں کے معنوں کا فرق معلوم ہوا (۱۴۱) آیت بقرہ ۳۱: حَافِظُوْا عَلٰی الصَّلٰوٰتِ وَالصَّلٰوۃُ التَّوَسُّطٰی“ میں بیچ کی نماز سے کیا مراد ہے؟ اس پر صحابہ کرام میں اختلاف تھا۔ حضرات زید بن ثابت و اسامہ بن زید کبھی اس سے نماز ظہر مراد لیتے تھے تو بعض دوسرے صحابہ اس سے نماز فجر مراد لیتے تھے مگر حضرت عائشہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ کی روایات میں آتا ہے کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ (۱۴۲)

آیت بقرہ ۲۸۴: ”وَ اِنْ تَبَدَّلَا مَافِیْ اَنْفُسَکُمْ“ الخ: کو حضرات علی و ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم بعد کی آیت: لَا یَکْفِیْ اللّٰہُ نَفْسًا“ سے منسوخ مانتے تھے مگر حضرت عائشہؓ ان کی ایسی توجیہ کرتی تھیں کہ وہ دونوں محکم آیات بن جاتی ہیں۔ ناسخ و منسوخ پر بہت اختلاف صحابہ ملتا ہے۔ (۱۴۳)

دینی اختلافات

بظاہر صحابہ کرام میں دینی اختلافات کا عنوان اسی طرح گمراہ کن معلوم ہوتا ہے جس

طرح رسول اکرم ﷺ سے ان کے دینی اختلافات کا، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ”شارع“ کا درجہ و مقام عطا فرمایا تھا لہذا فرمان الہی اور فرمان نبوی واجب الاتباع تھے۔ اس سے کسی کو انکار نہ تھا لیکن فہم و آگاہی کی مختلف افرا و طبقات میں کمی بیشی، احوال و پس منظر سے عدم واقفیت، احکام کی علتوں سے کم آگاہی اور صحیح تناظر میں ان کو نہ رکھنے جیسے اسباب و وجوہ سے اختلاف پیدا ہو جاتا تھا۔ ان سب سے زیادہ وین میں اختلاف تنوع تھا اور اس کی بنیادی وجہ رسول اکرم ﷺ کی ”سنتوں، ہدایتوں اور تعلیموں“ کی گونا گونی تھی۔ ان کی تفصیل و تجزیہ سے ان کی حقیقت واضح ہوگی۔ (۱۳۳)

وجوہ قراءت سبعة احرف کا مسئلہ

اسباب، پس منظر اور تفصیل سے قطع نظر، یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید رسول اکرم ﷺ کی درخواست پر سات حروف (سبعة احرف) پر نازل ہوا تا کہ رسول اکرم ﷺ کے بقول آپ کی امی امت کو قرآن مجید کی تلاوت و قراءت میں آسانی رہے۔ سبعة احرف پر نزول قرآن کریم کی بحث خاصی پیچیدہ ہے اور علماء و مفسرین اور شارحین کے مختلف بیانات و نظریات نے اس کی پیچیدگی میں اور اضافہ کیا ہے۔ خاکسار راقم کے خیال و تجزیہ کے مطابق قرآن مجید کے بہت سے الفاظ و کلمات کو مختلف طریقے / الماء / احرف کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانہ خلافت میں تدوین قرآنی کے لئے اختیار کردہ الماء یعنی رسم مصحف کے مطابق ہو۔ اسی لئے ”رسم عثمانی“ کو قرآن مجید کی کتابت کے لئے لازمی قرار دیا جاتا ہے کہ اس میں تمام وجوہ قراءت کی رعایت صحابہ کرام نے برقرار رکھی ہے اور اس سے تجاوز اور ان کو جدید عربی الماء کے مطابق لکھنے کو ”حرام“ قرار دیا جاتا ہے کہ مبادا وجوہ قراءت اس کی بنا پر محدود یا مفقود ہو جائیں۔ (۱۳۵)

اس کا ایک نمائندہ اختلاف اور بہترین مثال حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ہشام بن حکیم بن حزامؓ کی سورہ فرقان کی تلاوت کے اختلاف میں ملتی ہے۔ حدیث بخاری ۴۹۹۲ کے

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

مطابق حضرت عمرؓ بن خطاب عدوی قریشی نے اپنے ایک قریشی صاحب اور ہم قبیلہ حضرت ہشام بن حکیم بن حزام اسدیؓ کو نماز میں سورہ فرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو سخت جزبہ ہوئے کہ ان کی قراءت کا ایک لفظ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کافی مختلف تھی۔ ان کو شدید غصہ آیا کہ وہ نماز میں ہی ان کو پکڑ لیں اور گھسیٹ کر خدمت نبوی میں لے جائیں۔ بہر حال انہوں نے تھوڑا صبر کیا اور نماز پوری کرنے دی اور اس کے بعد ان کو سخت ناراضی کی حالت میں آپ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ ﷺ نے دونوں سے باری باری سورہ فرقان سنی اور پھر فرمایا: ”ہاں میں نے تم دونوں کو اسی طرح الگ الگ قراءت / وجہ کے ساتھ یہ سورہ سکھائی۔“ اس سورہ کریمہ میں وجہ قراءت کا ذکر بھی ملتا ہے۔

حدیث بخاری: ۴۳۸۱ کے مطابق حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے تھے کہ حضرت ابی بن کعب اگرچہ ہمارے سب سے بڑے قاری ہیں لیکن ہم ان کی بیشتر قراءت ترک کرتے ہیں۔ (۱۳۶)

وجہ قراءت یا صحابہ کرام کے سببہ احرف کے باب میں اختلافات کی چند نوعیتیں ہیں۔ ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

ایک کلمہ کی مختلف قراءت

سببہ احرف پر نزول قرآن کریم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کلام الہی کے ہر لفظ یا کلمہ میں ساتوں حروف پائے جاتے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ بعض الفاظ و کلمات میں ایک دو یا زیادہ قراءتیں کی جاسکتی ہیں کہ ان کی رعایت سے وہ اترے ہیں اور اس طرح سات حروف پورے قرآن مجید میں پھیلے ہوئے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان ساتوں حروف کی تعلیم اپنے اصحاب کو دی تھی۔ مثلاً سورہ فاتحہ ۳: ”مَلِكْ يَوْمَ الدِّينِ“ میں مَلِكْ لفظ کو تین طرح سے پڑھا گیا ہے جیسے مَلِكْ جو مشہور ترین قراءت ہے۔ مَلِكْ جو بعض صحابہ کرام پڑھتے تھے۔ ان دونوں میں لفظ مذکور اسم فاعل ہے۔ بعض قراءت میں اس کلمہ کو فعل ماضی ”مَلَكَ“ پڑھا گیا ہے۔

اس صورت میں ”یوم الدین“ اس کا مفعول ہوگا اور یوم پر زبر آئے گا۔ اسی بنا پر اس کلمہ ”مملک“ کی یہی کتابت / الماء لازمی ہے کہ اسی میں ان تین قراءتوں کی گنجائش نکلتی ہے، ”مالک“ لکھ دینے کی صورت میں دو حرف ساقط ہو جاتے ہیں۔ بعض دوسری مثالیں بھی ہیں۔ (۱۳۷)

ایک حرف کا دوسرے حرف سے تبادلہ

عرب قبائل اور قریش بالخصوص بعض قریب الصوت (آواز کے لحاظ سے قریب) حروف کو ایک دوسرے سے بدل دیتے تھے جیسے س کو ص سے۔ قرآن مجید میں سورہ فاتحہ ۵: ”اهدنا الصراط المستقیم“ میں صراط کو سراط بھی لکھا جاتا ہے مگر قریشی الماء ”ص“ سے ہے جس پر قرآن مجید اتر ا تھا۔ تاہم دونوں کی رعایت کی جاسکتی ہے لہذا کتابت و الماء میں مصحف میں الصراط لکھا تو ص سے جاتا ہے مگر اس کے نیچے چھوٹا سا ”س“ بنا دیا جاتا ہے جو اس کی علامت ہے کہ اس کی ایک قراءت ”السراط“ بھی ہے اور وہ دوسرا حرف ہے۔ یہی معاملہ لفظ المسیطر کا ہے کہ وہ ”ص“ اور ”س“ دونوں میں سے کسی سے لکھا جاسکتا ہے مگر ”ص“ کو ترجیح حاصل ہے: ”بمصیطر“۔ سورہ غاشیہ ۲۲ غیر محتاط ناشرین اور جانبدار مسلکی مطالب اپنے شائع کردہ مصاحف میں اس واجب رسم عثمانی کی مخالفت کر کے صرف ایک حرف پر لکھ دیتے ہیں۔ (۱۳۸)

قراءت دیگر

قراءت دیگر کے عنوان سے بعض اہل علم قرآن مجید کے متن میں وارد لفظ یا کلمہ کی جگہ دوسرا لفظ اور کلمہ لکھ کر اسے دوسری قراءت سمجھتے اور سمجھاتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ یا دوسرے صحابہؓ اسی طرح قراءت کرتے تھے۔ وہ دوسرا حرف ہے اور نہ دوسری قراءت، بلکہ وہ صحابہ کرام کی تفسیری وضاحت ہوتی ہے جسے وہ لکھ لیا کرتے تھے یا پڑھتے تھے۔ رسم عثمانی کے خلاف کوئی لفظ و کلمہ قابل قبول نہیں جیسے حضرت عائشہؓ نے ”حافظوا علی الصلوٰۃ الوسطیٰ“ کے بعد اپنے غلام سے ”وصلوٰۃ العصر“ لکھوا دیا تھا جو دراصل

صلوۃ وسطیٰ کی مراد و شرح ہے۔ (۱۳۹)

اسی طرح زبان و حلق کی بے مائیگی کی بنا پر بعض اقوام و طبقات یا ان کے افراد بعض عربی حروف کو ان کے صحیح مخارج سے نکالنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے قبیلہ ہذیل اور ان کے نمائندے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ”حتسی حین“ کو ”عتسی عین“ پڑھا کرتے تھے کہ ح کی جگہ ع کی آواز نکالتے تھے۔ اس کی مثال پنجاب اور حیدرآباد دکن کے بعض لہجوں سے دی جاتی ہے کہ وہ ق کو ک اور خ بالترتیب پڑھتے ہیں جیسے قادر کو کادریا خادر مگر وہ ان کے حلق و زبان کی بے بسی ہے، وہ قراءت دیگر ہے اور نہ حروف سبعہ میں سے کوئی ایک حرف۔ (۱۵۰) اطباء بدلتے ہی وہ قرآنی لفظ نہیں رہتا ہے۔ دوسری طرف حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جن قراءتوں/ چیزوں کو رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے ان کو کبھی ترک نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ سورہ بقرہ: ۱۰۶: ”مانسخ من اية او نُنسخها“ کو ”مانسخ من اية او نُنسخها“ پڑھا کرتے تھے جو عام و مشہور قراءت کے خلاف ہے۔ یہ دراصل سبعۃ احرف کے مسئلہ میں مہاجرین و انصار کا اختلاف تھا اور اس کی ایک مثال قریش کے دو اکابر کے بارے میں پہلے گزر چکی ہے۔ بہر حال اس ضمن میں یہ حقیقت ذہن نشین کرنے کی ہے کہ رسم عثمانی میں یہ دونوں وجوہ قراءت یا سبعۃ احرف کے دو حروف ممکن ہیں۔ (۱۵۱)

سبعۃ احرف کی ایک اور مثال

حضرت ابی بن کعبؓ سے ہی متعلق ہے۔ ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ میں نے دو آدمیوں/ صحابیوں کو قراءت قرآن کرتے ہوئے سنا تو ان دونوں کا انداز و لہجہ قراءت نامانوس معلوم ہوا اور اس پر تکدر ہوا لہذا ان دونوں صحابہ کو لے کر حضرت ابی بن کعبؓ خدمت نبوی میں پہنچے اور دونوں کے بارے میں بتایا کہ ان دونوں کی بالترتیب دو بار قراءت سنی اور مجھ کو دونوں طریقے الگ الگ لگے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان دونوں کی قراءت سن کر ان کی تصدیق کی۔ حضرت ابیؓ کے دل میں دوسوہ پیدا ہو گیا اور اسے رسول اکرم ﷺ نے محسوس

کر کے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ”اے ابی! مجھے حکم دیا گیا کہ قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں۔ میں برابر دعا کرتا رہا کہ زیادہ حروف پر پڑھنے کی اجازت ملے یہاں تک کہ سات حروف پر پڑھنے کی اجازت مل گئی۔“ صحیح مسلم کی اس روایت و حدیث حضرت ابی بن کعبؓ میں ان مختلف یعنی کم از کم تین حروف قرآن بشمول حرف ابی بن کعبؓ کی مثال نہیں ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ اور ابن حکیم بن حزام کے اختلاف قراءت میں نہیں ہے۔ (۱۵۲)

قراءت ابن مسعودؓ

قراءت ابن مسعودؓ کا واقعہ اگرچہ زمانی لحاظ سے کچھ بعد کا ہے مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اکرم ﷺ سے ستر سورتیں براہ راست آپ ﷺ کے دہن مبارک سے سن کر سیکھی تھیں۔ وہ ایک خاص نعمت تھی جس کی بنا پر انہوں نے اپنے مصحف میں صرف ان ہی سورتوں کو لکھا تھا۔ ان کی قراءت بھی خاص تھی جو بقول ان کے وہ اپنے شاگردوں کو سکھاتے تھے۔ ان کے نوجوان اصحاب میں حضرت علقمہ بن قیسؓ بھی تھے جن کی قراءت صحابی جلیل حضرت خباب بن ارتؓ تمیمیؓ کو ان کی فرمائش و جستجو پر سنوائی تھی اور حضرت خبابؓ نے اس کی تحسین بھی کی تھی۔ (۱۵۳)

سورہ یوسف کی قراءت حضرت ابن مسعودؓ کا واقعہ ذرا بعد کا ہے لیکن اس کی وجہ قراءت کا اختلاف عہد نبوی کا ہی ہے۔ حمص کے لوگوں کی فرمائش پر حضرت ابن مسعودؓ نے سورہ یوسف کی تلاوت کی تو ایک شخص نے اعتراض کیا کہ یہ اس طرح نہیں اتری تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے سامنے اسی طرح اس کی تلاوت کی تھی اور آپ ﷺ نے میری قراءت کی خوب تحسین کی تھی۔ (۱۵۴)

واقعہ قرطاس

عہد نبوی کے اہم ترین آخری اختلافات صحابہ میں ایک واقعہ قرطاس ہے جس کی ایک جہت نبی اکرم ﷺ سے بھی اختلاف کی ہے۔ مرض الوفا میں جمعرات کو بیماری کی

شدت نے اور زور پکڑ لیا تو آپ ﷺ نے حاضر خدمت صحابہ کرام سے فرمایا: ”کاغذ (قرطاس) لے آؤ تاکہ میں اس پر لکھوا دوں جسے تم نہ بھولو گے۔ جس کے بعد گمراہ نہ ہو گے۔“ اس کے بعد آپ ﷺ پر غشی طاری ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ رسول اکرم ﷺ پر اس وقت سخت تکلیف طاری ہے لہذا آپ کو مزید تکلیف دینا مناسب نہیں ہے اور پھر ہمارے پاس قرآن مجید تو موجود ہی ہے اور اللہ کی شریعت ہمارے لئے کافی ہے۔“ لوگوں میں اختلاف ہو گیا: کسی نے کہا لکھوا لیا جائے اور کسی نے کہا کہ لکھوانے کی کیا ضرورت ہے؟ روایات میں سے بعض میں یہ آتا ہے کہ اس پر شور و غوغا اتنا بڑھا کہ آپ ﷺ کو ہوش آ گیا اور ناگواری بھی ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کو مجلس سے اٹھا دیا۔ بعض احادیث میں ہے کہ افاقہ کے بعد صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ کو لکھوا دینے کی بات یاد دلائی بھی مگر آپ ﷺ نے صرف تین وصیتیں زبانی کیں اور لوگوں کو رخصت کر دیا۔ (۱۵۵) اس پورے واقعہ پر ایک مفصل بحث الگ سے کی گئی ہے جو اسی کتاب تحقیق سے نکلی ہے۔

دینی شدت پسندی

رسول اکرم ﷺ سے متعلق بعض ایسے واقعات کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ان میں حضرت ابوالدرداءؓ اور ان کی اہلیہ کا ایک واقعہ شامل ہے۔ صحابہ کرام کے دین کے بارے میں صحیح اور افراط و تفریط پر مبنی رویوں کا ذکر اسی دین کے بارے میں شدت پسندی کے حوالے سے بھی آتا ہے، وہ یہ ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ دونوں دینی/مواخاۃ کے بھائی تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ ان کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دن زیارت کو گئے تو حضرت ابوالدرداءؓ موجود نہ تھے، ان کی اہلیہ کو دیکھا کہ وہ برے حال میں تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ تمہارے بھائی کو دنیا کی رغبت ہی نہیں۔ اتنے میں حضرت ابوالدرداءؓ آ گئے۔ ان کے لئے کھانا پکوا کر سامنے رکھا تو حضرت سلمانؓ نے کہا کہ آپ بھی ساتھ کھائیے۔ انہوں نے روزہ کا عذر کیا۔ حضرت سلمانؓ کے اصرار پر انہوں نے بھی کھایا۔ اسی طرح رات کی نماز پڑھنے کے لئے

ان کو دوبار اٹھنے نہ دیا اور سونے کو کہا اور آخر شب میں ان کو نماز شب کے لئے اٹھایا۔ پھر ان سے وہ بات کہی جو حدیث بن گئی ”تمہارے اوپر تمہارے رب کا حق ہے تو تمہارے نفس کا بھی ہے، تمہاری بیوی کا بھی ہے اور ہر حق دار کو اس کا حق دو۔ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں صبح کو حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت سلمانؓ کی تائید کی۔ (۱۵۶)

تفسیری اختلافات

متن قرآن مجید کے علاوہ تفسیر قرآن مجید کے بارے میں اختلافی روایات اتنی کثرت سے ملتی ہیں کہ بعض بعض الفاظ و کلمات اور تعبیرات و عبارات قرآنی کے بارے میں صحابہ کرام کے متعدد اقوال ملتے ہیں اور ان سب کو تفسیری اقوال کہا جاتا ہے جو ایک دلچسپ چیز ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے ان کے لئے ایک نیا فقرہ یا موزوں اصطلاح ایجاد کی ہے کہ وہ اختلاف تنوع ہے یعنی ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں یا متعدد تشریحات جیسے عربی زبان میں تلوار کے لئے عام لفظ سیف ہے مگر اس کے لئے صارم، مہند وغیرہ متعدد الفاظ بھی استعمال کئے جاتے ہیں جیسے روٹی کے لئے خبز عام لفظ ہے مگر اس کی دوسری انواع و اقسام کے لئے دغیف وغیرہ اور کئی الفاظ آتے ہیں۔ یہ بحث انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لئے کی ہے کہ کسی زبان میں بالخصوص قرآن مجید میں مترادفات نہیں ہیں کیوں کہ ہر لفظ مستعمل کے معنی میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے اختلاف تنوع کی سب سے عمدہ مثال سورہ فاتحہ: ۵ میں ”صراط مستقیم“ سے مراد اقوال صحابہ و مفسرین بالخصوص تابعین ہیں۔ اس سے مراد منشائے الہی، دین، اسلام، طریق انبیاء، شریعت محمدی، سنت نبوی، جنت و فلاح کا راستہ وغیرہ میں سے خواہ کوئی مراد لی جائے اس کا معنی و مطلب صرف ایک ہے یعنی صحیح راستہ۔ اس کو وہ تنوع کا اختلاف بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تفسیر و شریعت میں اختلاف تنوع زیادہ پایا جاتا ہے اور اختلاف تضاد نہیں پایا جاتا یا کم پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس میں دو متبادل چیزوں میں سے صرف ایک ہی صحیح ہو سکتا ہے جیسے رات

دن، اندھیرا اجالا، حق و باطل، دین و کفر وغیرہ میں ایک ہی اس جگہ مراد لیا جاسکتا ہے۔ (۱۵۷)

اس طویل تمہیدی وضاحت کے بعد صحابہ کرام کے اختلافات کی تفسیری نوعیت بہت آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم حقیقت کو بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے: وہ یہ کہ قرآن مجید میں بعض الفاظ مختلف معانی رکھتے ہیں جیسے لفظ قراء ہے جو حیض اور اس کے بعد طہر دونوں کے زمانوں کے معانی میں آتا ہے۔ اسی بنا پر بعض نے اس سے مراد حیض لیا ہے اور بعض نے طہر مگر اطلاق کا فرق نہیں پڑتا۔ یہ مثال اختلاف تضاد کو پیش کرتی ہے۔ ایسے متضاد و متضادم اختلافات صحابہ میں پائے جاتے تھے اور ان کا ذکر بہت خوبصورتی سے امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں مختلف اقوال مفسرین کے تضادات کی وضاحت کرتے ہوئے کیا ہے۔ (۱۵۸)

بعض صحابہ کرام سے کلمات والفاظ اور تعبیرات کے سمجھنے میں اختلاف ہوا۔ وہ دراصل اختلافات صحابہ کے زمرے کی بجائے انسانی فہم کے قصور اور اخذ و قبول کے نقص کی طرف یا تعلیم و تربیت کی کمی کی جانب اشارہ کرتا ہے جیسے حضرت عدیؓ بن حاتم طائی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ آیت کریمہ ”حتیٰ یتبین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود“ سے سچ مچ کے سفید و سیاہ دھاگے مراد لیتے تھے جب کہ ان سے مراد صبح میں افق کی سپیدی کا اس کی سیاہی سے واضح ہونا ہے۔ (۱۵۹)

حضرت خضر علیہ السلام

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حر بن قیس فزاریؓ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ”صاحب“ پر اختلاف ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ ان کا نام حضرت خضر بتاتے تھے اور حضرت حرؓ کسی اور کا نام لیتے تھے۔ دونوں کے تفسیری اختلاف کا تصفیہ حضرت ابی بن کعبؓ نے کیا اور حضرت ابن عباسؓ کے خیال کی تائید کی۔ (۱۶۰)

آیتِ قصر نماز کی تفسیر

حضرت یعلیٰ بن امیہؓ کو حالت امن میں لوگوں کے نماز قصر کرنے پر اعتراض پیدا ہوا تو حضرت عمرؓ سے اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کافروں کے فتنہ سے بچنے کے لئے نماز قصر کرنے کا حکم ضرور تھا اور حالت امن میں بھی وہ برقرار رہا تو مجھے تعجب ہوا اور میں نے رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک صدقہ ہے اور اب امن کا زمانہ ہو یا خوف کا حال دونوں صورتوں میں نماز قصر کرنے کی رخصت برقرار ہے۔ (۱۶۱)

تعبیر احادیث کے اختلافات

احادیث و سنن نبوی میں زیادہ تر اختلاف سنت ہے جس کا ذکر اختلاف تنوع کے زیر عنوان ذرا تفصیل سے ہوگا۔ بسا اوقات صحابہ کرام ایک فرمان نبوی کے دو الگ الگ مفہوم و مراد نکالتے تھے جیسے غزوہ بنی قریظہ سے قبل صحابہ کرام کی ایک جماعت کو یہودی قبیلہ کے علاقے کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا کہ بنو قریظہ میں پہنچنے پر ہی نماز عصر پڑھنا: ”لایصلین احد العصر الا فی بنی قریظہ“ بخاری: ۴۱۱۹۔ بعض صحابہ کرام نے ظاہری الفاظ کو حکم سمجھا اور بنو قریظہ میں جا کر نماز عصر ادا کی اور بعض نے مراد و مطلب یہ سمجھا کہ جلدی مسافت طے کریں اور نماز عصر کا وقت آیا تو انہوں نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی۔ رسول اکرم ﷺ کے سامنے دونوں نے اپنا موقف پیش کیا اور آپ ﷺ نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے حوالے سے بعض عمدہ اصولی مباحث پیش کئے ہیں جو حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس میں اجتہاد کرنے، مجتہد کے صحیح (مصیب) ہونے اور قطعیات (قطعی احکام) میں صرف ایک ہی موقف کے مصیب (صحیح) ہونے وغیرہ پر عمدہ کلام کیا ہے۔ (۱۶۲)

کتب احادیث میں بالخصوص اور ان کی شروح میں بالعموم تعبیر و تشریح اور تفہیم

احادیث کے بارے میں اختلافات صحابہ کرام کی بہت سی مثالیں نقل کی گئی ہیں۔ ان کی تحقیق و تحلیل تو اس مقالے کو کتاب عربیہ اور دفتر وسیع بنادے گی۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے صحابہ کرام میں سے بعض پر جو استدراکات کئے تھے وہ بہت عمدہ اور جامع شواہد ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی معرکہ آراء تصنیف سیرۃ عائشہ کے آخر میں ان پر مبنی تالیف سیوطی کو پورا نقل کر دیا ہے: ”عین الاصابة فیما استدرکتہ السیدۃ عائشۃ علی الصحابة“ اس میں مختلف ابواب جیسے طہارت، صلوٰۃ، جنازہ، صیام، حج، وغیرہ کے حوالے سے ان کے استدراکات ہیں:

۱- حضرات عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ عباسؓ اور بعض دوسرے صحابہؓ کا خیال تھا کہ میت پر رونے والوں کے نالہ و بکا سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ان پر استدراک کیا کہ وہ غلط سمجھے، مراد نبوی یہ تھی کہ رونے والے رو رہے ہیں اور میت بیچاری عذاب میں مبتلا ہے۔

۲- مردوں کے سننے کی حدیث کے بارے میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ کا اختلاف تھا کہ ان کو کوئی نہیں سنا سکتا۔ حدیث نبوی کا مفہوم دوسرا ہے۔

۳- حضرت ابو ہریرہؓ عورت، گھوڑے اور گھر میں بدشگونی ایک حدیث کی بنا پر مانتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اس کی توجیہ کی کہ یہ یہود کا خیال ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ پوری حدیث نہیں سن سکے تھے اور اس لئے اسے عام حدیث اور اسلامی خیال سمجھ بیٹھے۔

۴- حضرت ابن عباسؓ اور بعض دوسرے حضرات معراج میں رویت الہی کے قائل تھے مگر حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ اسراء و معراج میں رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات قطعی جھوٹ ہے۔ وہ بھی دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ رویت جبریل علیہ السلام کی قائل تھیں۔

۵- متعہ کے جواز کے قائل صحابہ میں حضرت ابن عباسؓ وغیرہ شامل ہیں جبکہ جمہور صحابہ اور

حضرت عائشہ صدیقہؓ اس کی حرمت کے قائل ہیں اور یہی صحیح ہے۔

سید ندویؒ نے ”مغز خن تک پہنچنا“ کی معنی خیز سرخی لگا کر لکھا ہے کہ ”بعض مسائل کی نسبت صحابہ میں جو اختلاف روایت ہے وہ کسی قدر اختلاف فہم پر مبنی ہے۔ حضرت عائشہ کو اس فہم و ذکا کے عطیہ الہی۔ سے بھی حظ وافر ملا تھا اور انہوں نے اس دولت عظمیٰ سے فن حدیث میں بہت فائدہ اٹھایا۔“ پھر متعدد اختلاف فہم کی مثالیں اور روایات نقل کی ہیں جن کی تلخیص درج ذیل ہے:

۱- ایک بلی کو بھوکا پیسا سا رکھنے اور اس کے سبب اس کے مرجانے کی بنا پر حضرت ابو ہریرہؓ ایک مسلمان کو عذاب الہی کا مستحق بتاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے حدیث ابی ہریرہؓ کی تشریح کی کہ وہ حدیث ایک کافر و ظالم عورت کے بارے میں ہے۔

۲- حضرت ابوسعید خدریؓ نے وفات کے وقت نئے کپڑے منگوا کر پہنے کہ حدیث میں آیا ہے جو مسلمان جس لباس میں مرتا ہے اسی میں اٹھایا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے حدیث کی صحیح تفہیم و تشریح کی کہ الفاظ حدیث میں لباس سے مراد اعمال ہیں، نہ کہ مادی لباس۔

۳- کتب حدیث میں مشہور حدیث ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو بکری کے گوشت میں دست کا گوشت بہت پسند تھا۔ حضرت عائشہؓ کی تشریح ہے کہ ”گوشت کا یہ حصہ فی نفسہ پسند نہ تھا بلکہ بات یہ تھی کہ گوشت روز نہیں ملتا تھا، دست کا گوشت پکنے میں جلد گل جاتا ہے اس لئے آپ ﷺ اس کو پسند کرتے تھے۔“ حدیث عائشہؓ پر استدراک کیا جاسکتا ہے کہ دست کا گوشت سچ مچ پسند خاطر تھا۔ اس کی کئی صحیح احادیث ہیں۔

۴- حضرت ابو ہریرہؓ حدیث بیان کرتے تھے کہ جس نے وتر کی نماز نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے اس کی تردید کر کے صحیح معنی بتائے کہ وہ سنت وتر کی تاکید کے معنی رکھتی ہے، نہ کہ بخشش کی اجازت ہے۔

۵- حضرت ابن عمرؓ وغیرہ کا خیال تھا کہ وضو کے بعد زوجہ کا بوسہ لینے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا

نہاتے وقت عورت کو اپنی چوٹی کھول لینی چاہئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ دونوں فتاویٰ/روایات حدیث کا صحیح اظہار نہیں کرتے۔ بوسے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور غسل میں چوٹی کھولنا بھی ضروری نہیں۔

۶۔ نماز میں مرد کے سامنے سے اگر گدھا، عورت یا کتا گزر جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے اس خیال و روایت پر نکیر کی کہ عورت کو تم نے گدھے اور کتے کے برابر کر دیا۔ پھر اپنی خاص حدیث سے اس کی تردید کی۔

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ جنہی شخص کے بحالت جنابت روزہ نہ رکھنے کا فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ دونوں نے ان کے خیال کی تردید کی کہ جنہی شخص بحالت جنابت روزہ شروع کر سکتا ہے۔

حضرت سید صاحبؒ نے اس مقام پر اور دوسرے عناوین کے تحت حج و عمرہ، کفن، احرام وغیرہ کے بارے میں متعدد صحابہ کرام پر حضرت عائشہؓ کے استدراکات کا ذکر کیا ہے جن میں تعبیر حدیث کے علاوہ فقہی اختلافات بھی ہیں۔ (۱۲۳)

فقہی اختلافات

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اختلافات صحابہ کی سات صورتیں قرار دی ہیں:

- ۱:- حدیث معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اجتہاد کرنا اور اس اجتہاد میں اختلاف کرنا۔
- ۲:- سنت و عمل نبویؐ کو دو صحابیوں کا دو پر یا زیادہ صحابہ کرام کا مختلف محلولوں پر محمول کرنا۔
- ۳:- وہم و گمان کی وجہ سے ان میں اختلاف ہونا۔
- ۴:- سہو و نسیان کی بنا پر دو یا زیادہ صحابہ میں اختلاف ہونا۔
- ۵:- روایت/حدیث اخذ کرنے میں باہم اختلاف کرنا۔
- ۶:- احکام علت کا استنباط کرنے میں ان کا باہم مختلف ہونا۔

۷:- دو/متضاد روایات میں تطبیق دینے میں اختلاف کرنا۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے صحابہ کرام کے ان تمام فقہی اختلافات کو فروغ میں اختلاف کا عنوان دیا ہے۔ اصول میں ان کا اختلاف نہ تھا اور نہ دوسرے فقہاء کا۔ چوں کہ صحابہ کرام کے ساتھ تابعین عظام بھی وابستہ تھے اس لئے ان کے فروغ فقہ میں اختلافات کا ذکر بھی ساتھ آتا گیا ہے اور وہ بہت اہم ہے۔ اس میں تسلسل اختلاف کے علاوہ بعد کے فقہ کے اماموں اور مجتہدوں کے فقہی اختلافات کی حقیقت بھی مستور ہے جو حل اختلافات کی کلید بھی ہے۔ (۱۲۳)

اختلافات صحابہ کی ساتوں صورتوں کی متعدد ذیلی قسمیں کی ہیں اور ان کے تحت ہر ایک کی خاص صورت اختلاف بیان کی ہے۔ حضرت شاہ کی اس بحث کی تلخیص یہاں پیش کرنے سے اصل مقصد کے ساتھ اختلافات فقہی کے ایک عظیم علمی تجزیے کی خدمت بھی ہو جائے گی:

۱- حدیث و کتاب کے حکم کی عدم موجودگی میں اجتہاد

صحابہ کرام ایسی صورت میں اپنی بصیرت سے اجتہاد کرتے تھے اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ ان کے اجتہاد کی تصدیق کسی دوسرے صحابی کی بعد میں بیان کردہ روایت و حدیث سے ہو جاتی تھی جیسے حضرت ابن مسعودؓ کے ایک اجتہاد کی تصدیق حضرت معقلؓ بن یسار کی حدیث سے ہو گئی تھی۔

کسی فقہی مسئلہ پر علمی بحث کی صورت میں کسی صحابی نے دوسرے صحابی کی حدیث یا رائے سن کر اپنی رائے و فتوے سے رجوع کر لیا جیسے حضرت ابو ہریرہؓ نے جنابی کے بحالت جنابت روزہ رکھنے کے مسئلہ پر دوام المؤمنین عائشہؓ و ام سلمہؓ کی حدیث و سنت سن کر رجوع کر لیا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ کسی صحابی نے دوسرے صحابی کی حدیث سن کر رجوع نہیں کیا۔ کیوں کہ ان کو اس سے اطمینان نہیں ہوتا تھا جیسے حضرت عمرؓ کو حضرت عمارؓ نے جنابی شخص کے لئے یتیم کی حدیث سنائی مگر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی رائے سے رجوع نہیں کیا۔ اسی طرح

حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی مطلقہ بائنتہ کے نان نفقہ کی حدیث سن کر بھی اپنی رائے نہیں بدلی تھی کہ معلوم نہیں کہ صحابی محترم اور صحابیہ محترمہ کو صحیح معلوم بھی تھا یا نہیں۔

کسی صحابی کو حدیث ملی تو اپنی رائے اور فتوے سے رجوع کر لیا جیسے ابن عمرؓ نے عورت کے غسل جنابت میں اپنی چوٹی کے بال کھولنے کے فتوے سے حضرت عائشہؓ وغیرہ کی حدیث سن کر رجوع کر لیا تھا۔

۲- سنت و عمل کے دو حالتوں پر محمول

سنت و عمل کے دو حالتوں پر محمول کرنے میں صورت اختلاف یہ تھی کہ بعض اسے عبادت سمجھتے تھے اور بعض اباحت (جائز)۔ مقام اٹح میں نبوی قیام و سکونت کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہؓ وابن عمرؓ اسے مناسک حج میں شمار کر کے عبادت ٹھہراتے تھے جبکہ حضرت عائشہؓ وابن عباسؓ اس کو ایک اتفاقی معاملہ قرار دے کر مناسک حج میں شمار نہیں کرتے تھے۔

طواف میں رمل کرنا جمہور صحابہؓ کے نزدیک سنت ہے مگر حضرت ابن عباسؓ اسے ایک اتفاقی اور مصلحت آمیز امر سمجھتے تھے۔

۳- وہم و گمان کا اختلاف

حجۃ الوداع کے بارے میں صحابہ کرام کا اختلاف اسی خیال و گمان پر مبنی ہے: بعض کے نزدیک وہ حج تمتع تھا، بعض کے نزدیک قرآن اور بعض کے نزدیک افراد۔ اسی طرح اس مقام کے بارے میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ نے احرام کس جگہ سے باندھا تھا: ذوالحلیفہ سے یا جب آپ اونٹنی پر سوار ہونے لگے تھے یا بیداء نامی جگہ سے: تینوں قسم کی روایات/ احادیث ملتی ہیں اور ہر صحابی نے اپنے مشاہدہ کو حکم بنایا ہے۔

۴- سہو و نسیان کی وجہ سے اختلاف

حدیث عائشہؓ وغیرہ کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے مدنی دور میں تمام چار عمرے ماہ ذوالقعدہ میں کئے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ان میں سے ایک عمرہ ماہ رجب میں کیا

تھا۔ شاہ صاحب نے اس اختلاف کو اس ذیل میں رکھا ہے مگر بعض اہل علم و تحقیق کا خیال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے بیان میں اس کا قوی امکان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ماہ رجب میں بھی کوئی عمرہ کیا ہو۔ دراصل رسول اکرم ﷺ کے مدنی زمانے کے عمروں اور حج کے بارے میں محدثین نے روایات نقل کی ہیں اور مکی دور کے حج و عمرات کی تعداد یا حقیقت سے بحث نہیں کی۔

۵۔ ضبط / اخذ روایت میں اختلاف

میت / مردے پر رونے سے میت کو عذاب دئے جانے کی حدیث ابن عمرؓ اس کی مثال ہے، حضرت عائشہؓ نے اس کی صحیح صورت و تعبیر بتائی تھی۔

۶۔ حکم کی علت کے استنباط میں اختلاف

جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہونے کی علت نکالنے پر اختلاف ہوا کہ ہر میت کے لئے یہ حکم ہے یا صرف مسلم کے جنازے کے لئے یا غیر مسلم کے جنازے کے لئے بھی ہے۔ صحابہ کی آراء مختلف ہیں۔

۷۔ دو مختلف روایتوں میں تطبیق دینے میں اختلاف

متعہ کی ایک بار اجازت دی پھر ممانعت کی، پھر دوسرے موقع پر اجازت دی پھر ممانعت کی۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں یہ اجازت ضرورت کی بنا پر ہے اس لئے متعہ آج بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ جمہور صحابہ کی رائے یہ ہے کہ متعہ کی اجازت اب قطعی منسوخ ہے۔ بوقت استنجا قبلہ کی طرف رخ کرنا یا پیٹھ کرنا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ عام صحابہ کرام اسے حکم مانتے ہیں مگر حضرت جابرؓ کے نزدیک وہ منسوخ ہے اور یہی خیال حضرت ابن عمرؓ کا ہے کیونکہ ان دونوں نے رسول اکرم ﷺ کو قبلہ کی طرف رخ کر کے بول و براز کرتے دیکھا تھا۔ (۱۶۵)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اس تجزیہ اختلافات صحابہ کا ایک تنقیدی تجزیہ کرنا اسی جگہ زیادہ موزوں لگتا ہے۔ اس کو مختلف نکات کی شکل میں وضاحت و صراحت کی خاطر کیا جا رہا ہے:

۱- فروغ میں صحابہ کرام کا اختلاف تھا، اصول میں نہیں۔ یہ نظریہ شاہ بالکل صحیح ہے اور اسی پر امت کا اجماع بھی ہے۔

۲- علم فقہ کے آغاز کے بارے میں حضرت شاہ کا خیال کتاب و سنت اور تاریخ و سیرت کے شواہد سے پوری طرح میل نہیں کھاتا۔ بلاشبہ عہد نبوی میں علم فقہ مدون نہیں تھا اور نہ ہی احکام شرعیہ کی فقیہانہ بحثیں تھیں۔ لیکن فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کا فرق اس دور میں بھی واضح تھا۔ رسول اکرم ﷺ کو عبادات و معاملات کرتے ہوئے صحابہ کرام دیکھتے تھے اور ان کی اتباع و پیروی بھی خلوص سے کرتے تھے مگر ان کے امتیازات کو بھی جانتے اور پہچانتے تھے۔ ان میں سے بیشتر کی وضاحت قرآن و سنت نے خود کی تھی اور بقیہ میں صحابہ کا ملکہ راسخ کار گر ہوا تھا۔ حضرت شاہ نے وضو، نماز، حج، کی مثالیں دی ہیں اور خیال ظاہر کیا ہے کہ ان کے فرائض و واجبات، سے صحابہ کرام آگاہ نہ تھے مگر یہ خیال صحیح نہیں ہے کیوں کہ وضو کے چار فرائض کا ذکر قرآن مجید میں اور سنتوں کا اضافہ حدیث و سنت میں ہے۔ فرض و نفل اور سنت نمازوں کا فرق بھی ان پر واضح تھا۔ دونوں مآخذ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ حج کے ارکان و فرائض اور سنن و مستحبات کا ذکر ملت حنفی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آ رہا تھا اور ان کی وضاحت خاص فرمان رسول اکرم ﷺ نے کی تھی اور اسی قدر قدیم روایات عرب نے بھی ان کو واضح کیا تھا۔ ورنہ حج تو آپ ﷺ نے بعد ہجرت صرف ایک کیا تھا اور اس کو دیکھ کر وہ صحابہ کرام کیا کیا سیکھتے۔ دوسرے اس کو بھرپور دیکھنے کے باوجود ان میں افراد، قرآن اور تمتع کی افضلیت کا اختلاف پیدا ہو گیا کہ صرف مشاہدہ و ملاحظہ نے کیا کیا گمان دئے تھے اور ان کے نتیجے میں یہ بھی ہوا کہ حجۃ الوداع کی نوعیت پر اختلاف ہو گیا۔ (۱۶۶)

۳- خلافتِ شیخین میں بالخصوص اور خلافتِ راشدہ میں بالعموم صحابہ کرام کے حدیث کی دریافت، حدیث میں حکم نہ ملنے کی صورت میں مشورہ اور اجماع کرنے کی وجہ سے اجتماعیت برقرار رہنے اور اختلاف نہ ہونے کا خیال بھی صرف اسی خاص مبارک عہد کے لئے خاص

نہیں ہے، ان سب طریقوں کا وجود و ظہور بلکہ شہود بعد کے ادوار میں بھی تھا۔ کم اختلاف ہو یا زیادہ، اختلاف تو تھا۔ پھر مسائل کے انبار نے اختلافات کو بڑھایا۔

۴۔ صحابہ کرام خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں اطراف و ممالک میں بلاشبہ زیادہ پھیلے کہ اسلامی ریاست زیادہ پھیل گئی تھی۔ اور اس سے زیادہ اموی خلافت میں صحابہ کرام کا پھیلاؤ ہوا تھا جو ایک طرح سے عالمی بن گیا۔ مسائل کی کثرت ضرور ہوئی لیکن وجوہ اختلاف کی نہیں۔

۵۔ حضرت شاہؒ نے جن سات صورتوں (ضروب اختلاف) کا ذکر کیا ہے وہ سب کی سب عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں بھی موجود تھیں۔ دلچسپ بات ہے کہ ان ساتوں کی جتنی مثالیں حضرت شاہؒ نے دی ہیں وہ سب اکابر صحابہ کے بارے میں ہیں جو زیادہ تر مدینہ منورہ میں مقیم رہے تھے۔

کتب حدیث و سیرت میں بعض فقہی اختلافات کا ذکر ملتا ہے جو صحابہ کرام کے درمیان ہوئے اور ان کا تصفیہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ان فقہی اختلافات میں مختلف قسم کے معاملات و امور شامل ہیں اور دوسرے عناوین کے تحت مذکور اختلافات کو بھی اس زمرے میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن چند خاص فقہی اختلافات کا ذکر اسی جگہ اور اسی سرخی کے تحت موزوں معلوم ہوتا ہے۔

حضرت سبیعہؒ بنت حارث اسلمی کے شوہر حضرت سعدؒ بن خولہ کا انتقال حجتہ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں ہو گیا۔ وہ اس وقت حاملہ تھیں۔ حضرت ابوالسائبؒ نے ان کو نکاح کا پیغام دینا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ بچہ کی ولادت کچھ دنوں بعد ہو گئی تو حضرت سبیعہؒ نے خود نکاح ثانی کرنا چاہا۔ اس پر حضرت ابوالسائبؒ بن بعلمک نے ان سے کہا: واللہ تمہارے لئے اس وقت تک نکاح جائز نہیں جب تک عدت کی دونوں مدتوں میں سے زیادہ مدت والی عدت نہ گزر جائے۔ بیوہ کے لئے چار ماہ دس دن کی عدت مقرر ہے اور حاملہ بیوہ کے لئے صرف وضع حمل تک کی مدت۔ حضرت سبیعہؒ نے رسول اکرم ﷺ سے رجوع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا

کہ تم نکاح کر سکتی ہو اور انہوں نے اپنی پسند کا نکاح ثانی کر لیا کہ وضع حمل کی مدت / عدت گزر چکی تھی۔ (۱۶۷)

سنن کے اختلافات تنوع

دینی و شرعی معاملات ہوں یا فقہی و قانونی امور، بلکہ کسی حد تک تمام اجتماعی اور معاشرتی معاملات میں بھی صحابہ کرام کے اختلافات سنن نبوی کے اختلافات تنوع پر مبنی تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اصول و مبادی پر سب میں اتفاق پیدا کر دیا تھا۔ اس کے بعد فروع میں اختلاف بلکہ دوسرے صحیح تر معنی میں ”تنوع“ کو بنفس نفیس متعارف ہی نہیں کرایا بلکہ اسے اپنے حکیمانہ طریقے سے مستحکم کیا۔ اس پر تجزیاتی اور تنقیدی بحث تو آخری تنقیدی مطالعہ میں آئے گی۔ یہاں صرف سنن کے اختلافات صحابہ کا ایک مختصر جائزہ دیا جاتا ہے (۱۶۸) تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ سارے اختلافات صحابہ زحمت نہیں تھے بلکہ وہ امت اسلامی اور عام انسانیت کے لئے بھی رحمت تھے اور آج بھی رحمت و سہولت ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس موضوع پر خاص کر اور دوسرے علماء و فقہاء اور اہل علم نے عام طور سے ایک جگہ مدلل و مفصل بحث نہیں کی ہے مگر وہ ان تمام سنن نبوی کے اپنے مقامات پر ان سے کسی نہ کسی طرح تعرض کرتے گئے ہیں۔ حکمت ولی اللہی کا ایک یہ بھی امتیاز ہے کہ حضرت شاہؒ نے تمام عبادات و معاملات میں سنن کے اختلاف تنوع کا ذکر ہر باب میں کیا ہے، اسی کو وہ اسرار دین بھی کہتے ہیں اور دوسروں نے بھی سنن کے اختلاف تنوع پر کلام کیا ہے مگر وہ زیادہ مفصل و مدلل نہیں ہے۔ (۱۶۹)

اس تمہیدی بحث میں ایک اصولی بات یہ بھی کہنی ضروری معلوم ہوتی کہ صحابہ کرام کا مختلف سنتوں سے الگ الگ تمسک کرنا (پکڑنا)، اور ان پر عمل کرنا اور ان کی تعلیم و تدریس کرنا ٹھیک طریقہ نبوی کے مطابق تھا۔ وہ فرمان عالی اور سنت سامی کے مطابق امت مرحومہ اور عالم

بشریت کے لئے مبشر بن کر پھیلے تھے، وہ بشارت و سہولت عطا فرماتے تھے، نفرت و تگلی نہیں پیدا کرتے تھے۔ فروع اور سنن اور مستحب و نوافل میں تنوع دراصل اسی سہولت کی خاطر رسول اکرم ﷺ نے بنفس نفیس پیدا فرمایا تھا۔ سنت نبوی اور تعلیم محمدی کی بنا پر صحابہ کرام نے وضو، طہارت، نماز، روزہ، صدقہ و زکوٰۃ، عمرہ حج جیسی عبادات میں اور دوسرے تمام معاملات میں حتیٰ کہ آداب معاشرت میں سہولت و کشادگی پیدا کی تھی اور سب کے لئے راحت رسانی کی تھی۔ بقول حضرت شاہ رسول اکرم ﷺ ”ملت حنیفیہ سمحہ بیضاء“ کے احیاء و استحکام کے لئے مبعوث کئے گئے تھے اور اس میں سب سے زیادہ زور سیدھی ملت پر تھا جو سادہ اور آسان ہو اور واضح و روشن ہو۔ سنن کا اختلاف تنوع اس کا ثبوت محکم ہے۔ (۱۷۰)

سنن کا اختلاف تنوع تو وسیع و طویل بحث چاہتا ہے اور اس پر پہلے ہی ایک تحقیقی کتاب پیش کر چکا ہوں۔ اختلافات صحابہ کرام کے ضمن میں ان کا ایک مختصر تجزیہ یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ عبادات میں فقہی و مسلکی اختلاف کی حقیقت واضح ہو سکے۔ (۱۷۱)

باب طہارت:

وضو: میں چار فرائض و ارکان۔ منہ دھونے، کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھونے، سر کا مسح کرنے اور دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھونے۔ کے علاوہ تمام دوسرے کام سنت ہیں جیسے شروع میں دونوں ہتھیلیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھونا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، کانوں کا مسح کرنا وغیرہ۔ ان سنتوں میں بعض تنوعات ہیں:

۱- اعضاء کو دو دو بار دھونا بھی سنت ہے اور تین تین بار دھونا بھی سنت ہے۔ دونوں پر صحابہ کرام کے مختلف طبقات کا عمل تھا۔

۲- اعضاء کو وضو کے دوران صرف دھونا بھی سنت ہے اور ان کو ملنا بھی سنت ہے۔

غسل: میں صرف ایک فرض یہ ہے کہ پورے بدن کو دھولیا جائے۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنت۔ غسل سے پہلے پورا

وضو کرنا سنت ہے، جسم پر تین بار پانی بہانا سنت ہے اور بدن کا ملنا بھی سنت ہے۔
 غسل جنابت کی فرضیت کے سبب پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق حضرات
 مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں اختلاف ہوا کہ وہ کب فرض ہوا ہے؟ حضرت ابو موسیٰ نے
 حضرت عائشہؓ سے فتویٰ پوچھا اور مسئلہ حل ہو گیا۔ بعض صحابہ کا خیال تھا کہ بلا انزال دخول سے
 غسل واجب نہیں ہوتا۔

باب اذان و اقامت:

اذان دینا اور جماعت کے لئے اقامت / تکبیر کہنا دو الگ الگ سنتیں ہیں۔ اذان
 میں تکبیر کو چار بار کہنے کے بعد دوسرے تمام کلمات دو دو بار کہنا سنت ہے اور اقامت بھی اذان
 کی طرح ہے۔ اس کی دوسری سنت یہ ہے کہ ان کو ایک ایک بار کہا جائے۔ صحابہ سے دونوں
 منقول ہیں کیوں کہ اسی طرح تعلیم نبوی تھی۔ نماز فجر میں حسی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ
 خیر من النوم دو بار کہنا سنت ہے۔

باب نماز:

سنتوں کا تنوع اور اختلاف صحابہ وضو، غسل اور طہارت میں اتنا زیادہ نہیں ملتا جتنا
 نماز میں ملتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کا سب سے بڑا رکن اور دین کا سب
 سے اہم عماد (ستون) ہے۔ اس میں اعمال بھی بہت ہیں۔ بینات و رکعات کے علاوہ ان
 اختلافات کا تعلق نماز کے اوقات سے بھی ہے اور متعدد دوسری چیزوں سے بھی ہے اور اسی میں
 مسلکی اختلاف بھی زیادہ پایا جاتا ہے۔ وہ دراصل اصول کا اختلاف نہیں بلکہ فروع کا ہے اور
 ایسی فروع کا کہ ان میں سے کسی ایک پر عمل کر لیا جائے تو سنت کا اجر و ثواب ملتا ہے اور رسول
 اکرم ﷺ کی پیروی بھی خوب ہو جاتی ہے، اس میں ترک سنت کا شائبہ بھی نہیں۔

نماز کے اوقات:

مواقیت الصلوٰۃ یعنی نماز کے اوقات کے بارے میں دو قسم کی سنتیں ملتی ہیں:

۱- تمام نمازیں۔ پانچوں فرض نمازیں۔ بالکل اول وقت میں پڑھ لی جائیں۔ یہ ایک سنت ہے اور اس پر صحابہ کا عمل تھا۔

۲- پنج گانہ نمازیں اول وقت کے بعد دوسری نماز کے وقت کے آنے سے قبل پڑھ لی جائیں، یہ دوسرا تنوع اور سنت ہے۔ پھر خاص احوال و حالات میں بھی بعض نمازوں کی سنتیں یا ان کا تنوع ملتا ہے۔

- نماز فجر اندھیرے (غلس) میں پڑھی جائے یا کافی اجالے (اسفار) میں، وہ بھی سنت ہے۔ دونوں پر عمل ہے۔

- شدید گرمی میں نماز ظہر زوال کے کافی دیر بعد ٹھنڈی کر کے پڑھی جائے جسے تبرید کہتے ہیں، یہ ایک اور تنوع ہے۔

- نماز عشاء کو ایک تہائی رات گزرنے پر پڑھا جائے تو وہ بھی سنت کا تنوع ہے۔
- نماز وتر عشاء کے فرض ساتھ پڑھی جائے یہ عام لوگوں کے لئے زیادہ صحیح سنت ہے اور تہجد گزاروں کے لئے دوسری سنت یہ ہے کہ وہ تہجد کی رکعات کے بعد بالکل فجر کے قریب پڑھی جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو رسول اکرم ﷺ نے سونے سے قبل نماز وتر پڑھ لینے کی وصیت کی تھی جیسا کہ وتر کی حدیث بخاری میں ہے۔

نماز کی سنتوں کا تنوع

نماز کی نیت، قبلہ رخ ہونے اور تکبیر تحریمہ تین فرائض ادا کرنے کے بعد نماز کا خاص عمل شروع ہوتا ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین یعنی دونوں ہاتھوں کے اٹھانے میں تین تین اختلافات تنوع ملتے ہیں اور تینوں سنت ہیں:

۱- کندھوں تک دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں۔

۲- کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں۔

۳- کانوں کی دونوں لودوں کے برابر تک دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں۔

ہاتھ باندھنے کی سنتیں

تکبیر تحریرہ کے بعد ایک سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو جسم و بدن پر غلام کی طرح باندھ لیا جائے۔ دوسری سنت یا تنوع یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں اطراف میں لٹکائے رکھا جائے جسے ارسال کہتے ہیں۔

ہاتھ باندھنے میں تین انواع اختلاف ملتے ہیں اور تینوں پر عمل صحابہ تھا:

۱- سینے پر دونوں ہاتھ بایاں نیچے اور داہنا اوپر رکھ کر باندھ لیا جائے۔

۲- ناف پر اسی طرح باندھ لیا جائے۔

۳- ناف کے نیچے کے حصہ میں دونوں کو باندھا جائے۔ سب پر عمل تھا اور سب سنتیں ہیں۔

ثناء:

ہاتھ باندھنے کے بعد اصل سنت ثناء و حمد الہی ہے اور اس کی مسنون دعائیں متنوع ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پڑھ لی جائے سنت ادا ہو جائے گی۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام نے مختلف احوال و معاملات میں مختلف ثنائیں پڑھی تھیں۔ ان کی تعداد چھ سات سے زیادہ ہے۔

تعوذ و بسملہ:

تعوذ و بسملہ کو ثناء کے بعد پڑھنا سنت ہے۔ تعوذ کو سب آہستہ سے پڑھتے تھے اور بسملہ کو بیشتر صحابہ کرام بلا آواز پڑھتے تھے لیکن بعض کے نزدیک بسملہ جہری نمازوں میں بھی بالجہر یا آواز کے ساتھ پڑھنا بھی سنت ہے اور بعض صحابہ کا اس پر عمل تھا۔

سورہ فاتحہ اور آمین

سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب یا ضروری ہے، اس کے ختم پر آمین کہنا سنت ہے۔ اس میں دو اختلاف تنوع ملتے ہیں: ایک آہستہ سے آمین کہی جائے اور جہری نمازوں میں بھی آہستہ کہی جائے مگر دوسری سنت یہ بھی ہے کہ جہری نمازوں میں بالجہر آمین کہی جائے۔

رفع یدین

سورہ فاتحہ اور آمین کے بعد ایک اور مختصر سورت یا کم از کم تین آیات یا ایک بڑی آیت قرآن پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بعد رکوع میں جانے سے قبل دونوں کانوں تک پھر تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھوں کا اٹھانا (رفع یدین کرنا) بھی سنت ہے اور اس رفع یدین کا ترک کرنا بھی سنت ہے۔ ان دونوں پر صحابہ کرام کا اختلاف عمل تھا کہ دونوں طرح سے یہ سنت نبوی مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرام صرف شروع نماز میں رفع یدین کے قائل تھے اور بہت سے دوسرے صحابہ بعد میں بھی رفع یدین کرتے تھے۔ اس باب میں رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں بطور سنت نبوی و عمل صحابہ ثابت ہیں۔ کثرت روایات باعث التزام نہیں ہے۔

تسبیحات نماز

رکوع، قوے، سجود، دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ، دو رکعتوں میں دوسری رکعت میں اور چار رکعتوں والی نمازوں میں چوتھی رکعت میں التیات/تشہد کے بعد درود و صلوٰۃ اور دعائے نماز کی مختلف سنتیں ہیں۔ ان سب میں مختلف مسنون تسبیحات، اذکار اور دعاؤں کا ذکر ملتا ہے۔ اور ان میں بھی خوب تنوع پایا جاتا ہے جیسے رکوع کی تسبیح، رکوع کے بعد کھڑے ہونے پر قومہ کی تسبیحات، سجدوں کی تسبیحات پانچ چھ ملتی ہیں۔ سجدوں کے درمیان جلسہ کی دعاء تسبیح میں تنوع اس طرح ملتا ہے کہ ان کے سات، پانچ یا صرف ایک دو کلمات کو کافی بتایا گیا ہے۔ تشہد/التیات کی دعائیں آٹھ نو ملتی ہیں، درود و صلوٰۃ کی ایک درجن سے زیادہ ہیں اور دعائے نماز بھی کافی متنوع ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پڑھ لے سنت ادا ہو جائے گی۔ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی مانند ان میں سے مختلف اوقات میں مختلف تسبیحات و اذکار پڑھتے تھے۔ اسی طرح نماز کے بعد کے جلسہ اذکار و تسبیحات، دعا مانگنے، اس کے لئے ہاتھ اٹھانے وغیرہ کی سنتوں میں تنوع ملتا ہے اور وہ صحابہ سے ثابت ہے۔

نماز پنج گانہ کی سنتیں

فرض نمازوں کے ساتھ، پہلے یا بعد میں، مسنون نمازوں کو رواتب/مؤکدہ کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد بعض نمازوں میں مقرر ہے جیسے نماز فجر میں فرض سے قبل دو، نماز ظہر و مغرب و عشاء کے فرض کے بعد دو دو رکعات ہیں۔ البتہ نماز ظہر سے قبل دو رکعات اور چار رکعات کا تنوع ملتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ بعض احادیث کے مطابق روزانہ بارہ رکعات مسنون ہیں یا صرف دس رکعات۔

دوسری روزانہ کی مسنون نمازوں میں بھی اسی طرح رکعات کا تنوع پایا جاتا ہے: نماز اشراق کی دو رکعات بھی ہیں اور چار بھی، وقفہ نماز چاشت میں چار، آٹھ، بارہ وغیرہ کی تعداد بھی آئی ہے۔ نماز تہجد میں اسی طرح آٹھ رکعات کی تاکید ملتی ہے تو زیادہ رکعات کی سنت بھی ملتی ہے۔ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی سنت اور اس کی تعلیم کے مطابق ان نمازوں کے تنوع پر عمل کرتے تھے اور ان کے درمیان یہ اختلاف خیر ملتا ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ سے قبل۔ یعنی فرض رکعات سے پہلے۔ اور ان کے بعد دو اور چار اور دو چار رکعات کا فرق و تنوع ملتا ہے اور بعض حضرات نے بعد کی مسنون رکعتوں کی تعداد چھ تک بتائی ہے۔

نماز تراویح

رمضان کی راتوں میں خاص نماز تراویح رسول اکرم ﷺ نے صرف تین راتوں تک باجماعت پڑھی اور پڑھائی تھی۔ اس سے متعلق روایات میں رکعات کی تعداد کا ذکر نہیں ملتا۔ حدیث عائشہؓ کی بنا پر قیاس کیا گیا ہے کہ وہ وتر سمیت صرف گیارہ رکعتیں تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان میں پورے قرآن کریم کی قراءت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کے فرض قرار دئے جانے کے خدشے سے ان کو بند کر دیا تھا۔ حضرات صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی سنتوں، اسلام کے مزاج و روح اور عبادت کے طریقوں کے سب سے بڑے جاننے والے تھے۔ لہذا خلافت فاروقی میں حضرت عمر فاروقؓ کے اقدام و مشورے سے نماز تراویح کی

تفصیلات طے کیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- انفرادی نماز کی جگہ باجماعت اور مسجد میں نماز تراویح شروع کی اور اول شب میں نماز عشاء کے ساتھ اس کا وقت طے کیا۔

۲- پہلے صرف گیارہ رکعات مع وتر پڑھائی جاتیں جن میں آٹھ رکعت تراویح تھیں۔

۳- صحابہ کرام کے اجماع سے نماز تراویح کی بیس رکعات اور تین رکعت وتر ملا کر تیس رکعات مقرر کیں۔

۴- امام نماز تراویح دو دو رکعات کر کے پانچ ترویحوں (آرام و ذکر کے وقفوں) میں بیس رکعات تراویح پڑھاتا تھا۔

۵- مختلف مساجد مدینہ اور دوسرے اصصار و دیار میں تمام مساجد میں دوسرے امام نماز تراویح پڑھاتے تھے۔

۶- پورے رمضان میں تراویح کی نماز اوّل شب رمضان سے آخر شب رمضان تک پڑھائی جاتی۔

۷- اس میں پورا قرآن مجید شروع سے آخر تک ختم کیا جاتا ہے۔ یہ صحابہ کرام کا ہی معمول نہیں تمام فقہاء و علماء کا اجماع ہے۔ اب اگر کوئی شخص یا جماعت صرف گیارہ یا آٹھ رکعات تراویح پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے کہ اس کی بھی ایک قیاسی سند ہے۔

عیدین کی نمازوں

عیدین کی نمازوں میں دو رکعات میں زائد تکبیرات میں تنوع پایا جاتا ہے:

۱- اول رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جائیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا اسی پر عمل تھا۔

۲- دونوں رکعتوں میں تین تین زائد تکبیریں کہی جائیں۔ اس پر بیشتر صحابہ کا عمل تھا۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ میں میت کے لئے صرف دعاء مغفرت کی جاتی ہے اور اس کے قبول ہونے کے لئے پہلے ثناء ربانی اور درود نبوی پڑھا جاتا ہے اور آخر میں دعاء ہوتی ہے چونکہ اس میں نماز کے ارکان نہیں ہیں یعنی رکوع، سجدہ، تشهد وغیرہ اس لئے اس میں بعض صحابہ قرآن نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ وابن عمرؓ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔

بعض احادیث کی بنا پر بعض صحابہ کرام نماز جنازہ میں بھی سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے جیسے حضرت ابن عباسؓ فاتحہ پڑھتے تھے۔

میت کی دعائے مغفرت کے لئے متعدد و متنوع مسنون دعائیں کتب حدیث میں مروی ہیں۔ حصن حصین وغیرہ میں سات دعائیں کم از کم منقول ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی پڑھ لی جائے سنت ادا ہو جائے گی۔

نماز وتر کی رکعات و قنوت

متعدد احادیث میں وتر کی مختلف رکعات کا ذکر ملتا ہے۔

۱۔ ان میں مشہور تین رکعات ہیں جن میں سے اول رکعت میں سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری میں سورہ قل یا ایہا الکفرون اور تیسری میں سورہ قل هو اللہ احد رسول اکرم ﷺ پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ حدیث بخاری کے مطابق رسول اکرم ﷺ اور بعض صحابہ کرام نے صرف ایک رکعت وتر کی پڑھی ہے۔

۳۔ بعض روایات میں ہے کہ وتر کی نو یا سات رکعات بھی مسنون ہیں۔ دوسری تعداد بھی ملتی ہے۔ دعائے قنوت کے دو مواقع حدیث میں ملتے ہیں:

۱۔ آخری رکعت میں رکوع سے قبل۔

۲۔ رکوع کے بعد قومہ میں قنوت وتر کی دعائیں/ اذکار بہت مختلف ہیں، جو چاہیں پڑھیں۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اللہم انا نستعینک الخ پڑھا کرتے تھے۔

سجدہ سہو:

سجدہ سہو میں اسی طرح ایک تنوع ملتا ہے:

۱- بعض احادیث کے مطابق تشہد کے بعد ایک طرف سلام پھیرے اور دو سجدے ادا کرے۔

۲- دوسری روایات کے مطابق سلام پھیرے بغیر دو سجدے تکبیر کے ساتھ ادا کرے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ اور متعدد صحابہ سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرتے تھے اور

حضرت عبداللہ بن حکیمہ سلام سے قبل سجدہ سہو ادا کرتے تھے۔

نماز میں ان تمام متنوع سنتوں کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض طبقات کا ایک قسم کی سنت پر عمل تھا اور بعض کا دوسری قسم کی سنت پر۔ دو سے زیادہ تنوعات ہوتے تو ان میں سے ہر ایک پر عمل کیا جاتا تھا کہ وہ بہر حال سنن نبوی تھیں۔

دوسری عبادتوں میں سنتوں کا تنوع

جس مقام اور جس عبادت میں رسول اکرم ﷺ سے ایک سے زیادہ سنتیں منقول و مروی ہیں ان میں سے ہر ایک پر صحابہ کرام کا عمل تھا اور اسی بنا پر اختلاف تنوع وجود میں آیا تھا جو اچھا ہی نہیں بہتر بھی ہے کہ محبوب رسول اکرم ﷺ کی تمام سنتیں زندہ رہیں اور امت مرحومہ کو وہ سب وراثت میں ملیں تاکہ ان کو اسلامی عبادات و معاملات میں سہولت بھی حاصل ہو۔ دوسری عبادتوں اور معاملوں میں بھی اختلاف سنن یا اختلاف تنوع ملتا ہے لیکن ان کا مفصل ذکر مشکل ہے۔ لہذا صرف چند چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان دیگر عبادات میں بھی اختلاف تنوع اور اس کے سبب اختلافات صحابہ کا ایک موٹا سا اندازہ ہو جائے:

باب زکوٰۃ وصدقہ

زکوٰۃ کا نصاب: حدیث میں سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کا نصاب دو سو درہم۔ نصاب میں تنوع دراصل درہم اور دینار کے مختلف وزن کی وجہ سے آیا ہے۔ بعض

دنائیر و درابم زیادہ وزن کے ہوتے تھے اور بعض مختلف کم اوزان کے۔ خلافت عبدالملک کے زمانے میں ان کے معیاری اوزان مقرر کرنے تک بلکہ اس کے بعد بھی دور دراز کے ممالک میں ان کے اوزان مختلف رہے۔ اسی بنا پر صحابہ نے ان کی مختلف مقدار مقرر کی۔

عمورتوں کے زیورات: پرزکوۃ کے وجوب میں تنوع فکر ملتا ہے: ۱- حضرت عائشہؓ و حضرت ابن عمرؓ وغیرہ خواتین کے استعمالی زیورات پر زکوۃ واجب نہیں سمجھتے تھے۔ ۲- مگر متعدد دوسرے صحابہ ان پر زکوۃ کے واجب ہونے کے قائل ہیں۔ دونوں کا مدار تفہیم حدیث پر ہے۔ زکوۃ الفطر: ۱- رمضان کے روزوں کے خاتمہ پر عید الفطر کے دن اس کی زکوۃ (صدقہ) نکالنے کو بعض صحابہ کرام فرض و واجب قرار دیتے تھے۔

۲- حضرت ابن عمرؓ اور ابوسعید خدریؓ وغیرہ اس کو صرف سنت سمجھتے تھے۔

باب صیام: رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ مسنون روزوں میں عاشورا کا روزہ ہے، اس کی تین سنتیں بیان کی جاتی ہیں:

۱- صرف دس محرم کا روزہ رکھا جائے۔

۲- دو دنوں یعنی ۹ اور ۱۰ محرم یا ۱۰ اور ۱۱ محرم کا روزہ رکھا جائے۔

۳- تین دن ۹، ۱۰، ۱۱ کا روزہ رکھا جائے۔ صحابہ کرام صرف دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے کیوں کہ رسول اکرم ﷺ سے صرف دس تاریخ کا روزہ ثابت ہے۔ مفصل بحث خاکسار کے تحقیقی مقالے ”احادیث عاشورا کے تنقیدی مطالعہ“ میں ملے گی۔

— روزہ کی نیت کرنے کا وقت بعض صحابہ و فقہاء کے نزدیک رات کا وقت ہے اور بعض نے نصف النہار تک نیت کرنے کی اجازت دی ہے۔

— سفر کے دوران روزہ رمضان رکھ بھی سکتا ہے اور افطار بھی کر سکتا ہے، دونوں پر صحابہ کرام کا بیک وقت عمل تھا۔ مسنون روزوں میں بھی یہی عمل تھا۔

— نفل روزہ کی قضا بعض صحابہ کے نزدیک ضروری ہے اور بعض کے نزدیک ضروری نہیں

ہے۔ اسی طرح دوران روزہ مسواک کرنے کا معاملہ ہے۔

باب حج و عمرہ

حج کی تین اقسام ہیں: ۱- افراد۔ ۲- قرآن۔ ۳- تمتع اور تینوں برابر کے افضل ہیں صحابہ کرام نے بیک وقت ان کو انجام دیا ہے۔

۱- حج و عمرہ کے لئے کہاں سے احرام باندھا جائے۔ جعرانہ سے، تنعیم سے، حدیبیہ سے عمرہ کے لئے اور حج میں میقات خاص سے۔ اسی طرح تلبیہ، اس کی دعاؤں، سنت اقامہ وغیرہ پر مختلف طرق صحابہ ملتے ہیں۔ قربانی کی سنت یا وجوب کا بھی یہی معاملہ ہے۔ حج کے بعض دوسرے مناسک میں ترتیب کے وجوب اور سنت کا تنوع ہے۔ ان تمام عبادات میں دراصل حکمت سنت یہ ہے کہ امت کے لئے سہولت و آسانی پیدا کی جائے۔

عید الاضحیٰ کی قربانی

سنت نبوی اور تعامل صحابہ دونوں سے واضح ہوتا ہے کہ بالعموم گائے اونٹ جیسے بڑے جانوروں کی قربانی سات افراد کے لئے کافی ہوتی تھی اور چھوٹے مویشیوں جیسے بھیڑ بکری کی قربانی صرف ایک فرد کی طرف سے کی جاتی تھی۔ یہ عام معمول تھا مگر بعض صحابہ کرام ایک بکری بکرے اور بھیڑ کی قربانی پورے اہل بیت (خاندان/گھر) کی طرف سے کافی سمجھتے تھے خواہ ان میں کتنے ہی افراد شامل ہوں۔

فرمان نبوی پہلے یہ تھا کہ قربانی کا گوشت تین دنوں سے زیادہ نہ رکھا جائے پھر تبدیلی کر کے اجازت دی گئی کہ جب تک جس کا جی چاہے وہ قربانی کا گوشت رکھے اور کھائے اور کھلائے۔ بعض صحابہ کرام نے قربانی کے گوشت کو مستقل رکھ کر کھانے سے اختلاف بھی کیا تھا۔

افضل عبادت کا اختلاف

رسول اکرم ﷺ کی مختلف احادیث شریفہ میں مختلف عبادات اور اعمال صالحہ کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر بینوں کو اس سے غلجان ہے کہ ان میں سے سچ حج کون افضل ہے: ایمان

افضل ہے، جہاد افضل ہے، خدمت والدین ہے یا کسی قسم کی اور عبادت و عمل؟ دراصل متفرق اعمال کی اس افضلیت کے پیچھے یہ حقیقت و حکمت کارفرما ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کی ضرورت اور احوال کی مناسبت سے مختلف جوابات و ارشادات دئے تھے۔ ایسا ہی ایک اختلاف صحابہ کا واقعہ بھی نظر آتا ہے:

صحابہ کرام کی ایک جماعت مسجد نبوی میں جمعہ کے دن جمع تھی: ایک صحابی نے فرمایا کہ میں صرف حاجیوں کو پانی پلانے کا ہی عمل صالح کروں گا۔ دوسرے نے مسجد حرام کو آباد کرنے کی عبادت کا عہد کیا۔ تیسرے صحابی نے ان سے اختلاف کر کے جہاد فی سبیل اللہ کو افضل بتایا۔ حضرت عمرؓ نے ان کی باتیں بلند آوازوں میں سنیں تو ان کو نصیحت کی کہ تیز نہ بولا کریں اور میں خود رسول اکرم ﷺ سے نماز جمعہ کے بعد افضل عبادت پوچھوں گا۔ بعد میں سورہ توبہ کی آیات اتریں جن میں جہاد کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ یہ حدیث بہر حال ایک واقعہ ہے اور تمام احادیث کا مجموعی فیصلہ یہ ہے کہ وقت پر اور شخص کے لحاظ سے ہی افضل اعمال کا فیصلہ ہوتا ہے۔

ہجرت کی سبقت

حضرت اسماء بنت عمیسؓ اور بعض مہاجرین حبشہ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے ہجرت میں تم سے سبقت کی لہذا ہم رسول اکرم ﷺ کے شرف صحبت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو حضرت عمرؓ پر سخت غصہ آیا اور کہا: ”تم نے سخت غلط بات کہی تم تو بلاشبہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے جو بھوکوں کو کھلاتے اور نادانوں کو سکھاتے تھے اور ہم حبشہ کے اجنبی اور دور دراز ملک میں رہتے تھے اور ہر وقت خدشات اور بے اطمینانی میں مبتلا رہتے تھے اور یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے برداشت کرتے تھے۔“ انہوں نے حضرت عمرؓ کی شکایت رسول اکرم ﷺ سے کی۔ آپ ﷺ نے ان کو دلجوئی کی اور فرمایا: ”انہوں نے تو صرف ایک ہجرت کی اور کشتی والوں (مہاجرین حبشہ) نے دو دو ہجرتیں کیں لہذا وہ زیادہ نصیبہ ور ہیں۔“

سماجی معاملات میں باہمی اختلاف

بہت سے سماجی معاملات کا تعلق سنت سے بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے معاشرتی امور کے باب میں ہدایات دی ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار معاشرتی معاملات ایسے ہیں جن میں سنت نہیں بیان کی گئی لیکن رسول اکرم ﷺ نے اپنے طریقے سے ان میں اباحت و جواز کا موقعہ یا آسانی پیدا فرمادی۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہ رسول اکرم ﷺ اسی آسانی کی خاطر مبعوث فرمائے گئے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی تھیں کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے جب دو معاملات آتے جن میں سے ایک مشکل ہوتا اور دوسرا آسان تو آپ ﷺ آسان کو اختیار فرما لیتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی آسان پہلو اختیار کرنے کی نصیحت فرماتے تھے۔

سنن طعام و مشروب

کھانے پینے سے متعلق کچھ سننیں ایسی ہیں جن میں دوسری چیزوں کی مانند تنوع نہیں ہے جیسے کھانے سے پہلے بسملہ پڑھنا، دونوں ہاتھوں کو دھونا، اپنے سامنے رکابی میں سے لینا، پینے میں تین بار برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا وغیرہ۔ ان کے علاوہ بہت سی سنتوں میں تنوع پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک صورت سنت ہے اور دو یا زیادہ سنتوں میں اختیار کی سہولت ہے۔ کھانے پینے میں اسلام اور رسول اکرم ﷺ نے افراد کے عام و خاص مذاق کی رعایت کی ہے۔ اگرچہ تمام پاک چیزیں (طیبات) حلال ہیں جیسے رسول اکرم ﷺ نے گوہ

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

اور بعض دوسرے جانوروں اور پرندوں کا گوشت نہیں کھایا مگر صحابہ کرام میں سے بعض نے کھایا اور بعض نے نہیں کھایا۔

آپ ﷺ کی ایک سنت یہ تھی کہ مجلس میں پیالہ مشروب داہنی طرف سے بائیں کو گردش کرتا تھا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ داہنی جانب نوجوان یا اعرابی بیٹھے تھے اور بائیں طرف شیوخ قریش جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ لیکن حضرات صحابہ بنے مشروب نبوی کی فضیلت کا حق حاصل کرنے کے لئے اختلاف کیا۔

ساتھ یا الگ کھانا

گھریا باہر مل جل کر ساتھ کھانا بھی مسنون ہے اور قرآن کریم نے تنہا کھانے کی بھی اجازت دی ہے اور دونوں طریقے سنت و تعامل صحابہ سے مروی ہیں۔ ان میں ساتھ کھانے کو فضیلت حاصل ہے مگر تنہا کھانے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔

عمدہ اور سادہ کھانا

دونوں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اور متعدد صحابہ کرام بہت عمدہ کھانے کھاتے تھے۔ اور سادہ اور عام روٹی چٹنی پر بھی گزارہ کر لیتے تھے۔ ایک بہت دلچسپ تنوع طعام ان صحابہ کرام کے بارے میں ملتا ہے جو ”درمک“ (سفید میدہ) نامی طعام شامی خود کھاتے تھے اور اپنے اہل و عیال کو جو کی روٹی کھلاتے تھے۔ صحابہ کرام کے کھانے اتنے متنوع تھے کہ ان کا اختلاف ایک کتاب الاختلاف کا مواد رکھتا ہے۔ اکابر اور قدیم مدنی صحابہ کو بعد کے خوشحال لوگوں (مترفعہ/مرفہ الحال) کے عمدہ کھانوں سے اختلاف تھا مثلاً بعد کے مالدار لوگ کھجور کے اندر کی گٹھلی نکال کر اس کی جگہ مکھن بھر کر کھاتے کھلاتے تھے۔ بعض صحابہ کرام کو بیک وقت متعدد سالنوں کے اہتمام پر اختلاف ہوا تھا۔ دعوتوں کے باب میں ان کے اختلافات اور تنوعات مذکور ہیں۔ (۱۷۲)

لباس کے اختلافات

سیرت وحدیث دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہر طرح کے ملبوسات استعمال فرماتے۔ عمدہ سے عمدہ، جھوٹے موٹے اور سادہ، بہترین اونی، سوتی اور کسی حد تک ریشمی، ملکی اور غیر ملکی اور ہر رنگ و ترنگ کے کپڑے شامل تھے۔ صحابہ کرام کے ملبوسات میں اس سے زیادہ تنوع و اختلاف تھا: ان کے بیشتر افراد شروع زمانے میں صرف ایک کملی اوڑھ لیتے تھے۔ اسی زمانے میں بعض مالدار صحابہ دو دو بلکہ تین تین لباس بیک وقت اور عمدہ قسم کے استعمال کرتے تھے کیوں کہ وہ اس کی استطاعت رکھتے تھے۔ خاص احوال میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف وزبیر بن عوام کو خالص ریشمی کپڑے استعمال کی اجازت دی تھی جو دوسروں کے لئے بس بقدر کفاف ہی جائز تھی۔ ان تمام چیزوں میں عام مذاق عرب کے علاوہ اسلامی معیار نظافت اور مالی حیثیت و استطاعت کی رعایت کی گئی تھی۔ صحابہ کرام کے اپنے زمانہ خیر میں ہی ملبوسات کے بارے میں اختلافات کا ذکر ملتا ہے۔

ریشمی ملبوسات

حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بعض اصحاب کرام نے ریشمی ملبوسات کی سخت مخالفت کی اور بسا اوقات ریشم کی مقدارِ جائز پر بھی تکیر کی۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے رسول اکرم ﷺ کا خاص ریشمی جبہ لوگوں کو دکھایا اور ان کی حرف گیری اور نکتہ چینی سے اختلاف کیا۔

سادہ اور اونی لباس

سادہ اور اونی لباس کو تقویٰ اور سنت نبوی کا درجہ دیا گیا تو بعض صحابہ کرام خاص کر ازواجِ مطہرات نے ملبوسات نبوی میں سے ریشمی کپڑوں کو لوگوں کو دکھایا یا دوسرے صحابہ کرام نے بہترین جبوں، قمیصوں اور چادروں وغیرہ کے نبوی استعمال کی احادیث بیان کیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے بہترین باریک اور لمبل نما کپڑوں کے استعمال پر عمال و ولایہ (افسروں اور گورنروں) کے لئے پابندی عائد کر دی تھی۔ حضرت معاویہؓ اور بعض دوسرے

عالموں اور گورنروں نے ان کا استعمال احوال کے مطابق کیا تو اس پر کبیر کی گئی لیکن خلیفہ وقت نے بعض احوال میں اس کی اجازت دی۔

حضرت زینب بنت جحشؓ کی تدفین کے وقت بعض نوجوانوں نے سرخ رنگ کے شوخ کپڑے پہن رکھے تھے جن پر حضرت عمرؓ نے اعتراض کیا کہ وہ موقعہ محل کے مناسب نہیں ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنے کفن کے لئے اپنے پرانی قمیص و ازار کو دھو کر کفن بنانے کا حکم دیا تھا جس پر بعض صحابہ نے سنت سے اختلاف کا ذکر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا کہ پرانے کپڑے مردوں کے لئے اور نئے کپڑے زندوں کے لئے زیادہ مناسب ہیں۔

رنگ لباس پر اختلاف

حمرہ نامی یمنی چادریں اور دوسرے ملبوسات تھے جو رسول اکرم ﷺ کو بہت زیادہ پسند تھے۔ صحابہ کرام بھی ان کو استعمال کرتے تھے۔ ان چادروں میں جو رنگ یا تانا بانا استعمال کیا جاتا تھا وہ بعض مویشیوں کے پیشاب سے رنگا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے ان کے استعمال پر پابندی عائد کرنی چاہی مگر حضرت ابی بن کعبؓ جیسے صحابہ کرام نے اس سے اختلاف کیا کہ ہم ان کو عہد نبوی سے پہنتے چلے آ رہے ہیں اب ان پر پابندی کیونکر ممکن ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے اتفاق کیا۔ محدثین کرام نے اس رنگ پیشاب کی فقہی توجیہ بھی کی ہے اور بخاری میں تراجم ابواب میں اور اس کی شرح فتح الباری میں دلچسپ بحث ملتی ہے۔

ایسے رنگدار لباسوں کے استعمال پر ایک اور اختلاف صحابہ ملتا ہے۔ ۱۔ بعض صحابہ کا خیال تھا کہ ان کو دھونے کے بعد استعمال کرنا چاہئے۔ ۲۔ متعدد صحابہ کا خیال ہی نہیں عمل بھی تھا کہ وہ ان کو بلا دھوئے استعمال کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے تن مبارک پر اسی کپڑے کی بلا دھلی قمیص دیکھی گئی۔ ان تمام اختلافات صحابہ کا زمانہ عہد نبوی سے متصل ہے اور بعض نے تو اسی مبارک زمانے کی فکر صحابہ کا اظہار کیا ہے۔

ازار کی لمبائی

سنت و فرمان نبوی کے مطابق ان کی دو حدیں ہیں: ۱- نخنے تک لمبائی ہو۔ ۲- آدھی پنڈلی (نصف ساق) تک ہو، دونوں ایک قیمت و فضیلت کی سنتیں ہیں۔ نصف ساق تک لمبائی معیار تقویٰ نہیں ہے، صحابہ کرام دونوں حدوں تک اپنی ازار رکھتے تھے۔

اسبالی ازار

اسبالی ازار کے بارے میں صحابہ کرام کا مسلک ہے: ۱- وہ مکہ وہ تحریمی ہے۔ ۲- وہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اگرچہ یہ دونوں اصطلاحات بعد کے زمانے کے فقہاء کی ایجاد کردہ ہیں لیکن ان کا معنی و مفہوم عہد صحابہ میں بھی واضح تھا۔ ان میں سے قطعاً حرام کوئی نہیں سمجھتا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلے پر فتح الباری میں طویل و مدلل بحث کی ہے، اختلاف صحابہ و فقہاء کو اجاگر کیا ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ اسبالی ازار مکروہ تنزیہی ہے اور اس کا مجرم گناہ صغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے جو نیکیوں کے کرنے سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔

تحفہ و ہدیہ کی چادر کا سوال

رسول اکرم ﷺ کو ایک خاتون نے ایک چادر ہدیہ کی جسے آپ ﷺ نے ازار بنالیا۔ مسجد تشریف لائے تو ایک صحابی نے وہ چادر رسول اکرم ﷺ سے مانگی اور آپ ﷺ اسے اتارنے کے لئے گھر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام نے ہدیہ مانگنے والے صحابی کو لعن طعن کی کہ رسول اکرم ﷺ کو اس چادر کی ضرورت تھی اور تم یہ بھی جانتے تھے کہ آپ ﷺ سوال رو نہیں فرماتے اس کے باوجود تم نے مانگ لی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اسے اپنے کفن کے لئے مانگا ہے اور سچ سچ وہی چادر ان کا کفن بنی۔

طلائی نقرئی انگوٹھی

عام حدیث ہے اور فتویٰ بھی کہ سونا مردوں کے لئے حرام ہے اور مسلمانوں کی عورتوں کے لئے حلال و جائز ہے۔ سنت و حدیث میں ریشم کی قدر جائز کی مانند سونے کی قدر

جائز کا بھی استثنائتا ہے۔ حدیث میں اس کو مقطوعاً (تھوڑا) کہا گیا ہے۔ شارحین اور فقہاء نے اس تھوڑے کی مقدار کی تعیین کرنے کی کوشش کی ہے: بعض نے اتنی مقدار، جس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو اس سے مراد لی ہے۔ بہر حال یہ سنت بھی یا عمل نبوی بھی ثابت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے پہلے پہل طلائی انگشتری استعمال کی تھی خواہ کسی مقصد عالی کے لئے کی ہو۔ صحابہ کرام نے اس عمل نبوی کو دیکھ کر طلائی انگشتریاں بنوالیں۔ ان کے زیب و زینت کی بنا پر رسول اکرم ﷺ نے طلائی انگوٹھی کا استعمال ترک کر دیا اور چاندی کی انگوٹھی بنوالی۔ صحابہ کرام میں سے بیشتر نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں استعمال کرنی شروع کر دیں۔ اس کے باوجود بعض صحابہ کرام نے طلائی انگوٹھیوں کا استعمال جاری رکھا اور بعض اکابر صحابہ کرام کی تو وہ مستقل خاتم زینت تھی۔ ان میں حضرات طلحہ بن عبید اللہ تمیمیؓ، زبیر بن غوامؓ اسدی، عبدالرحمن بن عوفؓ زہری جیسے اکابر صحابہ شامل تھے جو مستقل طلائی انگوٹھی استعمال کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے اس پر کافی مواد و شواہد پیش کئے ہیں۔

حضرت خباب بن ارت تمیمیؓ کی طلائی انگوٹھی دیکھ کر حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے صحابہ نے اعتراض کیا تو انہوں نے اسے اتار دیا اور کبھی سونے کی انگوٹھی استعمال نہ کرنے کا عہد کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کے اعتراض پر ان کے طلائی انگوٹھی اتار دینے کا واقعہ بخاری میں ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ نے اپنی طلائی انگشتری صحابہ کرام کے مسلسل اختلاف و نقد کے باوجود نہیں اتاری کہ وہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو اپنے دست مبارک سے پہنائی تھی۔ یہی ان کی دلیل تھی کہ ”اسے کیسے اتاروں جسے رسول اکرم ﷺ نے خود پہنایا ہو؟“

آداب مجلس

رسول اکرم ﷺ اپنی مجلس میں پانی، دودھ یا کسی اور مشروب کے پیالے کی گردش کا اصول رکھتے تھے کہ خود نوش فرمانے کے بعد اپنی دائیں جانب سے اپنے صحابہ کرام میں اسے گردش دیتے جو حلقہ کی صورت میں بیٹھے ہوئے صحابہ کرام کے درمیان چلتا رہتا پھر آپ ﷺ تک پہنچتا

تھا۔ یہ دراصل سنت یمن کا معاملہ تھا۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے دائیں طرف کوئی نوجوان صحابی یا کوئی اعرابی ہوتے تھے اور بائیں طرف حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسے شیوخ و اکابر۔ اصحاب الیمن صحابہ کرام کسی طرح بھی اپنا حق نہ چھوڑتے اور وہ رسول اکرم ﷺ کے مشورے یا بعض اکابر کے عندیہ کے باوجود پیالے کی داہنی گردش پر اصرار کرتے اور رسول اکرم ﷺ اسے تسلیم کرتے۔ کتاب الاثریہ اور کتاب المساقاۃ کے متعدد ابواب و احادیث میں ان کے دلچسپ واقعات اور حسین اختلافات کا ذکر ملتا ہے جیسے احادیث بخاری: ۲۳۵۱-۲۳۵۲ اور ان کے متعدد اطراف میں ہے۔

نکاح و طلاق

سماجی زندگی میں بالخصوص خاندانی نظام معاشرت میں نکاح و طلاق کے امور و معاملات پر زیادہ اختلافات ہوتے ہیں۔ اس میں صرف زوجین-میاں بیوی- کے دو فریقین ہی شامل و متاثر نہیں ہوتے بلکہ والدین اور دو خاندانوں کے ساتھ سماج کا ایک بڑا طبقہ بھی فریق بن جاتا ہے۔ شادی بیاہ والدین یا ولی حضرات کا فریضہ بھی ہے اور سماجی و طیرہ بھی اور زوجین کی زندگی پر مسرت طریقہ بھی۔ اس کے لئے لڑکی اور لڑکے کی مرضی، پسند و ناپسند اور ذہنی، سماجی اور جمالی مفاہمت ضروری ہوتی ہے اور ان کے خاندانوں کے اکابر کی پسند و ناپسند بھی۔ ازدواجی تعلقات کے آغاز سے پہلے جس طرح بعض عوامل کا رگذاری کرتے ہیں اسی طرح وہ ازدواجی ارتباط کے زمانے میں بھی کارفرمائی کرتے رہتے ہیں۔ ان کی کارگزاری مثبت خطوط پر چلتی ہے تو فریقین کے روابط شگفتہ رہتے ہیں۔ تعلقات میں بال پڑتے ہی زندگی میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں یا تو زہر حیات پی پی کر کسی طرح گزارا کر لیا جاتا ہے جو اسلامی اقدار نکاح کے منافی ہے یا عقد نکاح توڑ دیا جاتا ہے جو شریعت میں مبغوض ترین (سخت ناپسندیدہ) ہے۔ عہد نبوی کے بشری معاشرے میں یہ ازدواجی اختلافات ہر طبقہ اور ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں پیدا ہوتے

رہے حتیٰ کہ دامن رسالت پر بھی اس کے چھینٹے پڑے۔ صحابہ و صحابیات کے ازدواجی اختلافات نے اور وسیع تر اور موثر تر منظر نامہ پیش کیا جس کی چند مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں: (۱۷۳)

خواتین کے جبری نکاح

لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیاں بالخصوص روایتی معاشروں کی بچیاں مختلف قسم کے جبر و دباؤ کا شکار بنتی ہیں۔ بسا اوقات والد یا دوسرا کوئی ”ولی نکاح“ ان کی پسند و ناپسند کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ بے زبان اپنی پسند کا اظہار نہیں کر پاتیں اور ناپسندیدہ اشخاص کے پہلے باندھ دی جاتی ہیں۔ اسلامی اقدارِ نکاح اور رسول اکرم ﷺ کی بیکراں مہر و محبت اور بے پناہ تہذیب انسانیت کی فطرت نے ان بے زبانوں کو بھی اپنی بات کہنے کا یا رابخش دیا تھا لہذا متعدد بچیوں، لڑکیوں حتیٰ کہ بڑی عمر کی عورتوں کے ناپسندیدہ نکاح فسخ کئے گئے اور پسندیدہ رشتے استوار کئے گئے اور ایسا بالعموم کافی اختلاف و انتشار کے بعد ہی ہوسکا۔

حضرت خدام بن ودیعہ اویؓ نے، جو ابوودیعہ انصاریؓ کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، اپنی پکی عمر (شیب) دختر حضرت خنساءؓ کا نکاح ان کی مرضی کے خلاف کر دیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی فریاد پر اس نکاح کو فسخ کر دیا اور ان کی پسندیدہ شادی کرادی۔ حضرت خنساءؓ بیوہ تھیں اور اپنے ایک چچا زاد سے شادی کی خواہش مند تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان پر جبر کو پسند نہ کیا اور حضرت ابولبابہؓ سے ان کی شادی کردی۔

حضرت قدامہ بن مظعونؓ حمّیؓ قدیم صحابہ اور اکابر امت میں تھے۔ انہوں نے اپنی بھتیجی حضرت زینبؓ بنت عثمان بن مظعونؓ حمّیؓ کی شادی ان کے والد ماجد کی شہادت کے بعد ایک شخص سے کر دی جو حضرت زینبؓ اور ان کی ماں دونوں کو ناپسند تھی۔ ماں ہی کہنے پر حضرت زینبؓ نے عدالت نبوی سے رجوع کیا اور ماں نے بھی فریاد کی تو آپ ﷺ نے ان کا نکاح مسترد کر کے ان کی مرضی سے حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ سے ان کا نکاح کر دیا۔ اس نکاح کے بارے میں سماجی اختلاف کا ایک اور پہلو بھی بہت اہم ہے۔ ولی نکاح عم مکرم نے پہلا نکاح

لڑکی کے عزیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مشورے سے کیا تھا۔ حضرت مغیرہؓ بھی اس نکاح کے خلاف تھے اور لڑکی والوں کو زیادہ رقم مہر دینے کا وعدہ کر چکے تھے لہذا وہ اول نکاح لڑکی اور ان کی ماں کو ناپسندیدہ لگا۔ (۱۷۴)

ایک کنواری بچی کی شادی اس کی ماں نے اس کی مرضی کے خلاف کر دی۔ رسول اکرم ﷺ نے شکایت پر وہ نکاح فسخ کر دیا۔ نسائی کی روایت حضرت جابرؓ کے مطابق ایک باپ نے بھی اپنی باکرہ (کنواری) لڑکی کی شادی اس کی پسند کے مطابق نہیں کی تو اس نے فریاد کی اور آپ ﷺ نے اس جوڑے کو توڑ دیا۔

اسی طرح کی ایک اور روایت ہے کہ ایک لڑکی کی شادی اس کے باپ نے ایک شخص سے کر دی جو اسے ناپسند تھا۔ اس نے خدمت گرامی میں آکر فریاد کی اور آپ ﷺ نے اس لڑکی کو اختیار دیا کہ چاہے نکاح باقی رکھے یا فسخ کر دے۔ اس کی شادی نابالغی میں کر دی گئی تھی۔

تخیر کا حق

ایک اسلامی اور فقہی حکم یہ ہے کہ نابالغی میں والد اپنی لڑکی کی شادی کر سکتا ہے اور وہ بعض فقہاء کے مطابق بلوغ کے بعد لڑکی فسخ نہیں کر سکتی لیکن عہد نبوی میں اس کے خلاف بھی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا روایت نسائی وابن ماجہ وغیرہ میں آچکا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بہر حال کنواری، نابالغ لڑکی، اور باندی دونوں کو بالترتیب نابالغی اور غلامی کے زمانے میں ولی کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرنے کا حق یا حق تخیر دیا ہے یعنی وہ بالغ یا آزاد ہوتے ہی اس نکاح کو باقی بھی رکھ سکتی ہے، اگر چاہے تو فسخ بھی کر سکتی ہے۔

حضرت بریرہؓ نے اپنی غلامی میں حضرت مغیثؓ سے کئے گئے نکاح کو اسی حق تخیر کے تحت فسخ کیا تھا جیسا کہ ذکر آچکا ہے۔ اس نکاح کے فسخ کے سلسلے میں سماجی اختلاف کی کئی جہات اور معاشرتی ارتباط کی کئی ابعاد کا ذکر ملتا ہے جیسے:

۱۔ حضرت مغیثؓ کی عاشقانہ تڑپ اور نکاح باقی رکھنے کی مسلسل التجا۔

۲- متعدد صحابہ کرام کی حضرت مغیثؓ سے ہمدردی اور ان کے نکاح کو باقی رکھنے کی انتہائی کوششیں۔

۳- صحابہ کرام کی رسول اکرم ﷺ سے حضرت مغیثؓ کی حالت زار کی بنا پر سفارش۔

۴- رسول اکرم ﷺ کی حضرت بریرہؓ سے سفارش خاص۔

۵- حضرت بریرہؓ کا مشورہ نبوی اور سفارش محمدی کو تسلیم کرنے سے انکار۔ اور یہ سب کچھ اسی حق تخییر کے استعمال کے سبب ہوا تھا۔ (۱۷۵)

۶- حضرت عائشہ کے بقول اس واقعہ بریرہ میں تین ”سنن“ تھیں: ۱- آزادی کے بعد شوہر کے بارے میں تخییر کا حق۔ ۲- آزاد کرنے والے کا حق ولاء۔ ۳- باندی و غلام پر کیا گیا صدقہ دوسرے اہل بیت یا لوگوں کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے: حدیث: ۵۲۷۹ وغیرہ۔

طلاق و خلع کا حق

اگرچہ اوپر کے واقعات میں ان دونوں صورتوں کا ذکر ملتا ہے مگر مضمر طور سے لہذا عورتوں کے طلاق حاصل کرنے یا خلع پانے کے حق کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ شادی شدہ خواتین ازدواجی مکروہات اور سماجی اختلافات کی صورت میں ہی اس ناگزیر حل کو تلاش کرتی تھیں۔ (۱۷۶)

حضرت ثابت بن قیسؓ کی زوجہ محترمہ نے محض شوہر کو ناپسند کرنے کی بنا پر شوہر کا دیا ہوا باغ واپس کر کے خلع حاصل کر لیا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس واقعہ و حدیث پر بہت مفصل و مدلل بحث کی ہے اور اس میں متعدد دوسرے واقعات و معاملات کا بھی ذکر کیا ہے۔

زوجین میں مفاہمت

حضرت معقل بن یسار مزنیؓ کا برصحابہ میں شمار ہوتے ہیں، وہ بہت اوصاف والے بھی تھے۔ ان کی ایک بہن تھی جس کا نکاح انہوں نے ایک شخص سے کر دیا جس نے کچھ مدت بعد اپنی زوجہ کو طلاق دے دی جو رجعی تھی۔ عدت کے دوران ہی شوہر نے حضرت معقلؓ سے اپنی زوجہ کو واپس کرنے اور اسے پھر سے عقد میں لینے کی خواہش کا اظہار کیا مگر حضرت معقلؓ

نے اس سے اختلاف کیا اور دوبارہ اپنی بہن کو اس کے پاس بھیجنے سے انکار کر دیا مگر ان کی بہن بھی اپنے سابق شوہر کے پاس واپس جانا چاہتی تھی۔ حضرت معقلؓ نے اس سے بھی اختلاف کیا۔ بالآخر قرآنی حکم کے نزول کے بعد حضرت معقلؓ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اپنی بہن کا اس کے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنے کے لئے تیار ہوں اور اس پر فوری عمل کیا۔ امام بخاری نے یہ روایت اختلاف کتاب النکاح کے ایک باب میں نقل کی ہے۔ (۱۷۷)

پیغام و نسبت نکاح

اس باب میں ایک دلچسپ، معنی خیز اور نکتہ آفریں معاملہ حضرت حفصہؓ کے نکاح ثانی کا ہے۔ ان کے شوہر اول حضرت قیس بن حذافہ سہمیؓ کے غزوہ بدر کے بعد وفات پا جانے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو ان کی دوسری شادی کی بہت فکر تھی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے حضرت عثمانؓ سے نکاح کرنے کی تجویز رکھی جس پر حضرت عثمانؓ نے غور کرنے کا وعدہ کیا مگر ایک مدت گزر گئی اور جواب نہ آیا۔ تب حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے ان سے نکاح کی تجویز رکھی اور وہ بھی بالکل خاموش رہے۔ دونوں مواقع پر حضرت عمرؓ کو سخت صدمہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد رسول اکرم ﷺ نے خود حضرت حفصہؓ کے لئے پیغام دیا اور حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے ان کا نکاح کر دیا جو ان کے لئے باعث سعادت تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بعد میں حضرت عمرؓ سے اپنے موقف کی وضاحت کی کہ وہ ارادہ نبوی سے واقف تھے لہذا خاموش رہے کہ جواب دیتے تو راز نبوی فاش ہو جاتا ورنہ مدائنت کا الزام لگتا۔ حضرت عمرؓ کی خفگی دور ہو گئی۔ غالباً حضرت عثمانؓ بھی اسی وجہ سے تردد میں تھے۔ (۱۷۸)

ازواج کی عدم توجہی

عہد نبوی میں دوسری سماجی صورتوں کی طرح ایک عام اختلاف زوجین کے درمیان کسی فریق کی کشیدگی و عدم توجہی، ازدواجی ارتباط کی کمی، لاپرواہی وغیرہ کی وجہ سے بھی پیدا ہوا تھا۔ بعض حضرات صحابہؓ نماز و روزہ اور عبادات میں اتنے غرق رہتے کہ اپنی ازواج کی طرف

توجہ ہی نہ دیتے۔ غالباً یہی شکایت بعض شوہروں کو اپنی بیویوں کی حالت استغراق سے ہوتی تھی کہ وہ شوہر انہ حقوق کا لحاظ نہ رکھتی تھیں۔ بعض دوسرے سماجی رویے اور فطری روشیں بھی اس قسم کے ازدواجی عدم توجہی کی باعث بنی تھیں۔

دینی استغراق

دینی استغراق کا سب سے اہم، وسیع تر اور کثیر الجہات واقعہ حضرت ابوالدرداءؓ اور ان کی زوجہ محترمہ ام الدرداءؓ کا ہے۔ حضرت ام الدرداءؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ان کے گھر میں زیارت کے لئے آئیں تو ان کا حال زار زار، ان کا لباس پرانگندہ اور ان کے بال و خدو خال نبے حال تھے۔ اسی دوران رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور ان کو پہچان کر ان کے شوہر نامدار کا حال احوال پوچھا۔ حضرت ام الدرداءؓ نے ان کی خوب تعریف کی کہ ان کا کیا پوچھنا وہ تو دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہیں، پھر واپس چلی گئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کی تحسین و تعریف کی کہ کیا عمدہ خاتون ہیں کہ اپنے شوہر کی تعریف میں رطب اللسان تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ دراصل اپنے شوہر کی عدم توجہی کی شکایت کر رہی تھیں کہ نماز و روزہ کے سبب وہ ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔“ آپ ﷺ نے حضرت ابوالدرداءؓ کو سمجھایا کہ اللہ کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے نفس اور اپنے زوج/شوہر و بیوی کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ حضرت ام الدرداءؓ کی حالت زار اس کے بعد بدل گئی۔ (۱۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سہمیؓ نو جوان صحابی تھے اور انتہائی پاکیزہ صفات کے حامل اور عبادات و مجاہدات کے انتہائی خوگر۔ ان کے والد ماجد مشہور صحابی اور وقت کے ذہین ترین شخص حضرت عمرو بن عاصؓ سہمیؓ فرزند کے گھر گئے تو بہو کی حالت زار دیکھ کر سب سمجھ گئے اور رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ حضرت عبداللہؓ کو سمجھائیں۔ تذکیر و نصیحت نبوی کے بعد حضرت عبداللہ سہمیؓ کی زوجہ محترمہ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ (۱۸۰)

خدمت گذاری سے اختلاف

حضرت بلال حبشیؓ رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں دن رات حاضر رہا کرتے تھے اور اپنے گھر بہت کم جا پاتے تھے۔ وہ ہر وقت اور ہر حال میں خدمت نبوی کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ کو شکایت تھی کہ وہ بہانہ سازی کرتے ہیں، عدم توجہی کا تو بہر حال شکوہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس حال اختلاف کا احساس فرمایا اور بنفس نفیس حضرت بلالؓ حبشی کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی اہلیہ محترمہ کا دل ان کے شوہر کی طرف سے صاف کیا کہ وہ سچ مچ کے خدمت گزار ہیں، بہانہ ساز ہرگز نہیں۔ (ix)

نان نفقہ کی شکایات کا اختلاف

عہد نبوی کی متعدد ازواج صحابہ کو اپنے شوہروں سے نان نفقہ کی شکایات ہوئیں کہ یا تو وہ دیتے ہی نہیں یا ضرورت سے کم دیتے ہیں۔ اسلامی شریعت میں شوہر پر اس کی مالی حیثیت کے مطابق نان نفقہ دینا واجب ہے۔ اس ازدواجی اختلاف نے بسا اوقات وسیع تر اور گہرے سماجی اختلاف کی صورت اختیار کر لی کہ نہ صرف فریقین کا خاندان و اعزہ اس کا شکار ہو گئے بلکہ سماج کے دوسرے افراد و طبقات بھی اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے حل کے لئے مختلف حکیمانہ طریقے اختیار کئے:

— ازواج مطہرات کے مطالبہ نان نفقہ اور اس میں توسیع کا ذکر واقعہ ایلاء کے حوالے سے آچکا ہے اور وہ بہر حال ایک عظیم ترین اسلامی قدر بیان کرتا ہے کہ ازواج بالخصوص ازواج مطہرات تنگی ترشی یا فقیرانہ زندگی میں بھی شوہر کی رفاقت کرتی رہیں۔

— حضرت زینبؓ زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کی ایک ہم نام صحابیہ نے اپنے اپنے شوہروں کی اقتصادی بد حالی، نان نفقہ کی کمی یا کُلی فقدان کی شکایت کی تھی۔ بہر حال وہ اپنے شوہروں سے شاکہ ہونے کے باوجود ان کی رفاقت و صحبت کی متمنی بھی تھیں لہذا وہ اپنی دستکاری اور کام کے ذریعہ اپنے بچوں کی ہی نہیں اپنے شوہروں کی بھی کفالت

کرتی تھیں۔

— اسی ضمن میں حضرت زینبؓ زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اپنے شوہر سے ایک اور مالی اختلاف کا ذکر کرنا موزوں معلوم ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے خاص خطبہ کے زیر اثر بہت سی خواتین عہد نے اپنے زیورات رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بطور صدقات پیش کر دیئے۔ حضرت زینبؓ بھی اسی جذبہ سے اپنے زیورات لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے ان کے شوہر نامدار بھی جناب نبویؐ میں پہنچے۔ ان کو اپنی بیوی کے عام صدقہ و خیرات سے اختلاف تھا کہ ان کے اپنے شوہر اور بچے ان کے زیادہ مستحق تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابن مسعودؓ کی دلیل، ضرورت اور وسیع و مفید تر عملی صدقہ کے اعتبار سے ان سے اتفاق کیا اور حضرت زینبؓ کے زیورات صدقہ عام میں قبول نہیں فرمائے۔

— مشہور سردار قریش حضرت ابوسفیان بن حرب امویؓ کی شکایت ان کی اہلیہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ عیشمیؓ نے کی کہ ”وہ ضرورت بھرناں نفقہ نہیں دیتے کہ خاصے جزرہ شخص ہیں حالانکہ مالدار ترین لوگوں میں شامل ہیں۔ لہذا میں ان کی جیب سے ضرورت بھر مال نکال لیتی ہوں۔“ رسول اکرم ﷺ نے ان کو ”ضرورت بھر مال“ نکال لینے کی اجازت دے دی۔ (۱۸۲)

دورانِ عدت نان نفقہ کا مطالبہ

اسلامی قوانین نکاح و طلاق اور ان سے زیادہ اسلامی تصور و عمل احسان و عدل کی بنا پر عورت/بیوی کو طلاق کے بعد اس کی عدت کے دوران بھی شوہر نان نفقہ اور رہائش کا انتظام حسب سابق اپنی استطاعت کے مطابق کرتا ہے اور مدت پوری ہونے کے بعد اسے متعہ/متاع حسن دے کر رخصت کر دیتا ہے تاکہ وہ اپنی دوسری شادی اور دوسرے انتظام تک مالی خسارے اور معاشی نقصان کی شکار نہ ہو۔ لیکن طلاق مغلظہ/البتہ کی صورت میں متاع اور نان نفقہ کی

ادائیگی کا حکم دوسرا ہے۔ ان دونوں صورتوں کے بعض واقعات نے عہد نبوی میں سماجی اختلاف کی وسیع تر صورت اختیار کر لی جس کے سایے بعد میں بھی پڑتے رہے۔

حضرت فاطمہ بنت قیس فہریؓ کو ان کے شوہر نامدار حضرت ابو عمرو بن حفص مخزومی نے تین طلاقیں دے دیں اور ایک غزوہ میں یمن چلے گئے۔ شوہر نامدار نے اپنے وکیل کے ذریعہ حضرت فاطمہؓ کے لئے پانچ صاع کھجوریں اور پانچ صاع جو بطور نان نفقہ/متاع بھجوائے۔ حضرت فاطمہؓ کو متاع کی یہ مقدار پسند نہیں آئی۔ دوسرا اختلاف حضرت فاطمہؓ سے ان کے سرسالی عزیزوں یعنی شوہر کے خاندان والوں سے ہوا۔ انہوں نے حضرت فاطمہؓ کا نان نفقہ دورانِ عدت دینے سے انکار کر دیا اور ان کو اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر سے جانے کے لئے بھی کہا۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیسؓ فہری نے حضرت خالد بن ولید مخزومی کو، جو ان کے شوہر کے خاندان کے ایک فرد تھے، اپنا وکیل بنا کر خدمت اقدس میں بھیجا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے مطالبہ نان نفقہ سکنتی کو تسلیم نہیں کیا کہ ان کا اب کوئی حق نہیں رہا۔ حضرت خالدؓ کی سفارت و وکالت کے بعد وہ خود بھی خدمت گرامی میں آئیں۔ مگر آپ ﷺ نے ان کا مطالبہ نہیں تسلیم کیا۔ البتہ ان کے لئے گھر کا انتظام فرما دیا کہ وہ وہاں عدت کے دن پورے کریں۔ دوسرے گھر میں مطلقہ کے عدت کے دن پورے کرنے کا یہ واقعہ خاص ہے ورنہ مطلقہ کو شوہر کے گھر ہی میں وہ دن گزارنے چاہئے۔ اس خاص صورتِ اختلاف نے حضرت عمرؓ اور بعد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت مروان بن حکمؓ اموی گورنر مدینہ کے زمانوں میں بھی فقہی اور سماجی اختلاف کی صورت پیدا کی۔ (۱۸۳)

واقعہ ظہار

حضرت خولہؓ حضرت اوس بن صامت کی بیوی تھیں اور پوری زندگی بڑھاپے تک شوہر کی خدمت میں گذاردی تھی۔ حضرت اوس بن صامتؓ نے ان کو براہ راست طلاق نہیں دی بلکہ ظہار کے طریقے کے مطابق ان سے علیحدگی اختیار کرنی چاہی۔ حضرت خولہؓ نے خدمت

گرامی میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کی شکایت کی اور ان کے ظہار کا مداوا چاہا۔ رسول اکرم ﷺ نے سورہ مجادلہ کی آیات کریمہ کے مطابق حضرت اوسؓ کو کفارہ ظہار ادا کر کے بیوی کو ساتھ رکھنے پر مجبور کیا۔ اس طرح نہ صرف اختلاف زوجین کو ختم کیا بلکہ زوجہ کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور احسان و عدل کا اسلامی معیار قائم کیا۔ دوسرا واقعہ ظہار حضرت سلمہ بن صحز کا تھا جس کا ذکر حافظ موصوف نے اپنی شرح میں کیا ہے۔ دوسری کتب حدیث - ابوداؤد و ترمذی کے حوالے سے بعض اور واقعات ظہار کا ذکر بھی ملا ہے جن میں حکم و کفارہ اور تمام مسائل کا بیان ہے۔ (۱۸۴)

سماجی مزاج کا اختلاف

امام سماجیات و تاریخ ابن خلدونؒ اور بعض دوسرے صاحبان علم کا خیال ہے کہ انسانی مزاج کو گونا گوں رنگ دینے میں فطرت کے علاوہ متعدد دنیاوی عوامل بھی کار فرما ہوتے ہیں۔ ان میں خاص جغرافیائی حالات کی سختی اور نرمی کا بھی کافی دخل ہوتا ہے۔ ان کے صد ہا برسوں کے پروردہ خیالات و افکار، سماجی اور تہذیبی رویوں اور قومی اقدار و روایات بھی اپنی اپنی کار فرمائی کرتی ہیں۔ اسلامی تاریخ اور سیرت و حدیث سے بھی سماجی مزاج کے تشکیل عناصر کا پتہ چلتا ہے اور مختلف قبائل عرب کے قومی مزاج و تشخص کی انفرادیت معلوم ہوتی ہے۔ عہد نبوی کے سماجی مزاج کا ایک تحقیقی مطالعہ اور تنقیدی تجزیہ ایک عمدہ مطالعہ ہوگا۔

قریش مکہ اور عرب قبائل مدینہ بالخصوص اوس و خزرج کے سماجی مزاج کے فرق کا ایک اظہار تو ان کی خشونت اور نرمی میں ہوتا ہے۔ قریش مکہ بلکہ تمام ساکنان مکہ میں ایک طرح کی خشونت، سختی اور کدورت پائی جاتی ہے جسے صلابت بھی کہا جاسکتا ہے۔ اہل مدینہ منورہ کے مزاج میں ایک طرح کی لطافت، نرمی اور دریا دلی ملتی ہے جو عرب فطرت و اصطلاح میں مروت کہلاتی ہے۔ مکہ مکرمہ کے باسیوں کی صلابت و خشونت مزاج کا اظہار ان کے سماجی مزاج کی بنا پر تھا جو اس کے تشکیلی عناصر نے بنایا تھا۔ اور اہل مدینہ کے لطافت و نرمی مزاج کی تعمیر میں اس کی

معتدل آب و ہوا اور ان کی جنوبی عرب کی قبائلی نسبت بھی کارگر ہوئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ اور اسلام کے ساتھ ان دونوں مقامات مقدسہ کے لوگوں کے تعلقات اور رویوں سے بھی ان کے سماجی مزاج کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ قریش اور ساکنان مکہ مدتوں سے بیت اللہ کے متولی تھے، عرب قبائل میں فوجی، اقتصادی اور تہذیبی اعتبارات سے ممتاز تھے۔ فوجی اور عسکری قوت رکھتے تھے جو مدتوں سے ناقابل تسخیر رہی تھی۔ اس لئے ان میں ایک طرح کا تکبر بھی تھا۔ دوسری طرف وہ دین حنیفی کے پیروکار بھی رہے تھے۔ اور حق جان کر قبول کر لینے کے لئے آمادہ ہو جاتے تھے۔ مگر مسابقت کا جذبہ اس کے آڑے آتا تھا۔ ساکنان مدینہ اپنی نرم خوئی، قومی و قبائلی گروہ بندی، جغرافیائی نرمی، اہل کتاب کی صحبت وغیرہ کی بنا پر جلد سمجھوتہ کرنے کا مزاج رکھتے تھے۔

سماجی اختلافات کے حوالے سے قریش مکہ اور انصار مدینہ میں اسی گری اور نرمی کا فرق و امتیاز ہر شعبہ زندگی میں ملتا ہے۔ اس کا ایک دلچسپ اظہار قریشی اور مدنی شوہروں کے مزاج میں پایا جاتا ہے جو وہ عام طور سے اپنی بیویوں کے بارے میں اپناتے تھے۔ قریشی مزاج کے ایک پیکر عظیم حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ انکا تجزیہ تھا کہ قریشی مرد اپنی عورتوں کو ہر معاملہ میں دبا کر رکھتے تھے اور حکومت کرنے کے خوگر تھے۔ دوسری طرف مدنی مردوں میں نرمی کے سبب ان کی عورتوں کو کافی آزادی حاصل تھی وہ اپنی مرضی چلا سکتی تھیں اور بات منوا بھی لیتی تھیں۔ سماجی مزاج کے اس اختلاف نے خاندانی نظام، نبوی معاشرت اور زوجین کے تعلقات میں بسا اوقات بڑے گل کھلائے۔ (۱۸۵)

ازواج کی مار پیٹ کے واقعات

عورتوں کو ان کے مردوں بالخصوص بیویوں کو ان کے شوہروں کے مارنے پیٹنے کے واقعات کو دراصل اسی صلابت طبعیت اور لطافت مزاج کے فرق نے جنم دیا تھا۔ کئی دور میں بعض افراد و طبقات کی خشونت مزاج کا ذکر حدیث میں بھی ملتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک صحابیہ کو ایک مشہور شیخ قریش سے شادی نہ کرنے کا مشورہ صرف اس بنا پر دیا تھا کہ وہ ڈنڈے باز

تھے۔ اس کے بالقابل ان کو ایک ایسے شخص سے رشتہ استوار کرنے کا مشورہ دیا تھا جو نرم خور اور لطیف مزاج تھے اور اپنے اہل کو خوش رکھتے تھے۔ قریش مکہ کے اکابر کو اپنے علاقے میں تو سماجی مزاج کے اختلاف کا اتنا تلخ تجربہ نہیں ہوا جتنا مدینہ منورہ آنے کے بعد ان کو ہوا تھا۔ (۱۸۶)

حضرت عمر فاروقؓ کا ہی تجربہ تھا کہ ایک دن ان کی گائے جیسی سیدھی بیوی نے ان کو پلٹ کر کسی بات کا جواب دے دیا۔ حضرت عمرؓ کو سخت تاؤ آیا کہ مجھ سے زبان لڑاتی ہے۔ جواب میں اہلیہ محترمہ نے مثال بلخ پیش کر دی کہ تمہاری بیٹی تو رسول اکرم ﷺ کو جواب دیتی ہے۔ سخت حیران و پریشان ہوئے اور گھر کا مسئلہ جوں کا توں چھوڑ کر بیت نبوی کا رخ کیا اور حضرت حفصہؓ کے سر پر جاسوار ہوئے۔ جواب طلبی کر رہے تھے کہ دوسری ازواج مطہرات میں سے کسی نے دخل دیا کہ ”عمر! تمہاری یہ جسارت کہ تم اب خانوادہ نبوی کے معاملات میں بھی دخل ہو رہے ہو۔“ حضرت عمر فاروقؓ خاموش تو ہو گئے مگر مطمئن نہیں ہوئے کہ مردانہ وقار اور شوہرانہ مزاج کو سخت ٹھیس لگی تھی۔ (۱۸۷)

صحابہ کرام بالخصوص قریشی مردوں کو اپنی بیویوں کی تلخ زبانی اور درشت مزاجی سے زیادہ نافرمانی کا قلق و ملال ہوا تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ آپ ﷺ کی نرمی اور بیویوں/عورتوں کو نہ مارنے کے حکم نے ان کو سرچڑھا دیا ہے اور نافرمان بنا دیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے نافرمانی پر ان کو ہلکی مار مارنے کی اجازت دے دی جیسی کہ قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ میں بھی اس کی اجازت ہے۔ اسی رات جانکاح میں بیویاں اپنے شوہروں کے ہاتھوں خوب زد و کوب ہوئیں کہ شوہروں نے شاید اگلی پچھلی تمام کسر اسی دن نکال لی تھی۔ دوسرے دن ستر خاندانوں کی عورتوں نے خانہ نبوی کو گھیر لیا اور شوہروں کے ظلم و ستم اور مار پیٹ کی شکایت اجتماعی طور سے کی۔ یہ واقعہ رسول اکرم ﷺ کی طبع نازک اور نرم مزاج کے خلاف تھا۔ آپ ﷺ نے ان خواتین کی دلجوئی کی اور ان کے شوہروں کو صبر و ضبط کرنے کی تلقین کی اور ذرا سی بات پر ہاتھ چھوڑ دینے کی عادت سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ اسی تناظر میں ان

احادیث شریفہ کا نزول و ورود سمجھا جاسکتا ہے جن میں آپ ﷺ نے عورتوں کو آگینے فرمایا کہ ذرا سی ٹھیس ان میں بال ڈال سکتی ہے اور ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنا چاہئے۔ ساری کبھی دور کرنے کی کوشش ان کو یکسر توڑ دینے کے برابر ہوگی۔ ایسی تمام احادیث سماجی مزاج اور سماجی اختلاف کی فطرت بتاتی ہیں۔ (۱۸۸)

حجاب پر اختلاف

اسی سماجی مزاج، قریشی خشونت اور مردانہ وجاہت کا ایک اظہار حجاب کے سختی سے نفاذ کے سلسلے میں نظر آتا ہے۔ حجاب اور پردہ کی حکمت، ان کی نوعیت اور اس کے نفاذ سے رسول اکرم ﷺ سب سے زیادہ واقف تھے کہ آپ ﷺ نہ صرف صاحبِ وحی تھے بلکہ انسانی فطرت کے نبض شناس، مرد و عورت کے مزاج کے آشنا اور حکیم و رمز آشنا بھی تھے۔ حجاب پر رسول اکرم ﷺ کا رویہ نرم، معتدل، خاص اسلامی، سماجی انصاف کا مظہر، روح حجاب کا علمبردار اور صحیح ترین رویہ تھا۔ دوسری طرف حضرت عمرؓ کا موقف حجاب تھا جو مردانہ صلابت اور کسی حد تک سخت رویہ و مزاج کا پردان چڑھایا ہوا تھا۔

ان دونوں مختلف مزاجوں کے دو واقعات کم از کم ان کا اور حجاب کے بارے میں سماجی اختلاف کا بہت حکیمانہ انداز سے اظہار کرتے ہیں۔

— حضرت سودہؓ ام المومنین اپنے کسی خاص کام سے باہر گئیں تو حضرت عمرؓ بن خطاب نے ان کو ان کے قد و قامت کی کشیدگی کی وجہ سے پہچان لیا اور ان کو جتا بھی دیا۔ حضرت سودہؓ ان کے جتانے کا مقصد سمجھ گئیں اور واپس رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچیں جو اس وقت حضرت عائشہؓ کے گھر میں کھانا کھا رہے تھے۔ ام المومنین نے اپنی شکایت کہی ہی تھی کہ وحی حدیث اتری جس نے عورتوں کو ضرورت سے گھر کے باہر جانے کی اجازت دے دی۔ یہ حجاب کے معاملہ میں کسی قسم کے سمجھوتے پر مبنی نہیں تھی جیسا کہ بعض فاروقی مزاج کے حامل اہل علم ثابت کرتے

ہیں بلکہ یہ خواتین حق فطری حق اور حجاب اسلامی کے صحیح تناظر کی اجازت تھی۔ (۱۸۹)

— رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالی تھا کہ اللہ کی بندویوں یعنی عورتوں کو مسجدوں میں نماز وغیرہ کے لئے جانے سے نہ روکا جائے اور خود آپ ﷺ ازواج مطہرات کو جانے کی اجازت دیتے تھے۔ اور نہ صرف مساجد میں بلکہ سیرت کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ سماجی تقریبات جیسے شادی، موت وغیرہ کے مواقع پر بھی جانے دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ عورتوں کے مسجدوں میں بھی جانے کے خلاف تھے مگر فرمان رسول اکرم ﷺ اور سنت واسوۂ نبوی کی وجہ سے بھی کسی قدر مجبور تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ مسجد جانے کی اجازت مانگتی اور غالباً ہر نماز پر مانگتی تھیں تو ان کو اطاعت نبوی میں اجازت تو دے دیتے مگر بادل نخواستہ۔ یہ صرف ایک واقعہ ہے۔ امکان ہے کہ ایسے واقعات اور بھی ہوں گے جن میں شوہران نامدار بالخصوص اور دوسرے مردان امت اپنی عورتوں کو اجازت دینے سے کتراتے ہوں گے۔ (۱۹۰)

— حجاب کے مسئلہ پر حضرت عمرؓ رسول اکرم ﷺ سے مسلسل التجا کرتے رہتے تھے کہ ازواج مطہرات کو اس کا خاص پابند کریں۔ جب آیات حجاب اتریں تو ان کو بطور خاص خوشی ہوئی اور انہوں نے وحی الہی سے اپنی موافقت رائے کا تذکرہ تین امور کے حوالہ سے کیا، ان میں ایک حجاب کا مسئلہ بھی تھا۔ بعض اہل علم رسول اکرم ﷺ موقف کے بارے میں یہ رویہ اختیار کرتے ہیں کہ آپ ﷺ وحی الہی کی ہدایت کے منتظر تھے۔ بلاشبہ وہ ایک وجہ اختلاف رہی تھی مگر رسول اکرم ﷺ نے جس طرح حجاب کا نفاذ کیا وہ موقف فاروقی سے بالکل ہم آہنگ اور متفق نہ تھا۔ اس میں بڑی لچک تھی۔ ایک نابینا صحابی سے ازواج مطہرات کو حجاب کا حکم دیا تو ان ہی نابینا کے گھر میں حضرت فاطمہؓ بنت قیس کو عدت گزارنے کا حکم دیا تھا۔

— حجاب کے مسئلہ پر بالخصوص اور دوسرے معاشرتی معاملات میں بالعموم رسول اکرم ﷺ کا رویہ خاصا لچکدار تھا۔ اس کے بالمقابل حضرت عمرؓ کا رویہ خاصا سخت تھا۔ ان دونوں میں اسلامی مزاج سے زیادہ شخصی مزاج کی نرمی اور سختی عامل خاص تھی۔ ازواج مطہرات کے حجاب

کے معاملہ پر حضرت عمرؓ مسلسل اصرار فرماتے رہتے تھے کہ ان کو خاص حجاب میں اور صرف گھروں تک محدود رہنا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ کا نقطہ نظر خالص اسلامی و فطری تھا کہ خواتین کو بشمول ازواج مطہرات گھروں سے باہر نکلنے کی آزادی ہونی چاہئے۔ یہ دراصل حجاب کے بارے میں دو نقطہ نظر تھے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا نقطہ نظر اور رویہ عمل خالص اسلامی نہ تھا۔ (۱۹۱)

— خانہ نبوی میں کچھ قریشی خواتین رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں اور بلند آوازوں میں اپنی باتیں کر رہی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ ان کی بعض شکایت بھری باتیں بھی سن رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ کی آواز آئی جو اذن باریابی مانگ رہے تھے۔ ان کی آواز سنتے ہی قریشی خواتین پردے کے پیچھے چلی گئیں اور رسول اکرم ﷺ اس پر ہنس پڑے۔ حضرت عمرؓ کے استفسار پر فرمایا کہ ”مجھے ان عورتوں پر حیرت ہے کہ تمہاری آواز سنتے ہی پردے کے پیچھے چلی گئیں۔“ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ان کو کیا آپ سے زیادہ ڈرنا چاہئے، پھر عورتوں کو مخاطب کر کے کہا: اے اپنی جانوں کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اکرم ﷺ سے نہیں ڈرتیں۔ انہوں نے جواب دیا تم رسول اکرم ﷺ کے مقابلے میں سخت مزاج ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کی توصیف کی کہ شیطان تمہارے راستے سے بھاگ لیتا ہے۔ فضیلت فاروقی کا اطلاق اس واقعہ معاشرت پر کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ عام افضلیت فاروقی تھی۔ (۱۹۲)

غلاموں سے بدسلوکی

آقا اور غلام کے درمیان اختلاف کیا گیا لیکن اسلام نے غلاموں کے حقوق مقرر کر کے آقاؤں کے ہاتھ باندھ دئے تھے۔ بسا اوقات غلاموں نے اپنے آقاؤں سے اور باندیوں نے اپنے مالکوں سے اختلاف کیا اور ان کے اختلاف کو تسلیم کیا گیا۔ غلاموں اور باندیوں سے بدسلوکی اور اسلامی برتاؤ نہ کرنے کے واقعات کو بھی سماجی اختلافات کی ایک خاص

نوع سمجھا جاسکتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان بدنام واقعات کو سخت ناپسند کیا اور ان کے ذمہ دار افراد کو اپنے غلاموں اور باندیوں سے حسن سلوک کی ہدایت کی۔ اس کے نتیجے میں غلاموں اور باندیوں کی سماجی حیثیت بہتر ہوئی اور بسا اوقات ان کو ان ہی کے سبب آزادی کی نعمت ملی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے ایک غلام کو ماں کی گالی دے دی جس کو سن کر رسول اکرم ﷺ نے ان کو جاہلیت کی خصلت کا حامل بتایا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے غلاموں کو اس واقعہ کے بعد اپنا جیسا کھانا کھلاتے اور اپنا جیسا لباس پہناتے تھے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے۔ (۱۹۳)

حضرت معاویہ بن حکمؓ کی ایک باندی ان کی بکریاں چراتی تھی۔ ایک دن ایک بھیڑیا ان کی ایک بکری کو اٹھالے گیا۔ حضرت معاویہؓ کو اس کی خبر ملی تو باندی پر ناراض ہوئے اور اس کو ایک طمانچہ مار دیا۔ بعد میں ان کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور اسے آزاد کر دیا۔ (۱۹۴)

مشہور صحابی حضرت ابو مسعود انصاریؓ اپنے ایک غلام کو کوڑے مار رہے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے دیکھ لیا اور ان کو عذاب الہی سے ڈرایا۔ انھوں نے نہ صرف غلاموں کو آئندہ نہ مارنے کی قسم کھائی اور گزشتہ پر توبہ کی بلکہ اپنے اس غلام کو آزاد کر دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل پر ان کی تحسین کی۔ (۱۹۵)

حضرت سوید بن مقرنؓ کے چھ بھائیوں میں سے سب سے چھوٹے بھائی نے اپنے ایک غلام کو ایک طمانچہ مار دیا۔ رسول اکرم ﷺ کو خبر ہوئی، آپ ﷺ نے اس غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ حضرت سویدؓ نے عرض کیا: ہمارے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا غلام نہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دی کہ وہ اس سے خدمت لیتے رہیں اور جب سہولت ملے تو اسے آزاد کر دیں۔ (۱۹۶)

حضرت سوید بن مقرنؓ کے ایک فرزند حضرت معاویہؓ نے غلام کو طمانچہ مار دیا۔ صحابی جلیل نے فرزند سے غلام کو بدلہ دلانا چاہا مگر غلام نے ان کو معاف کر دیا۔ (۱۹۷)

حضرت عمیرؓ حضرت آبی اللحمؓ کے غلام تھے۔ وہ اپنے مالک کا گوشت سکھا رہے تھے کہ ایک مسکین نے آکر سوال کیا اور انہوں نے اسے گوشت دے دیا۔ مالک نے ان کو بلا اجازت صدقہ دینے پر مارا۔ رسول اکرم ﷺ سے غلام نے شکایت کی تو آپ ﷺ نے مالک کی سرزنش کی اور فرمایا: اجر تم دونوں کو برابر کا ملے گا۔ (۱۹۸)

اختلاف شیخینؓ

حضرات شیخینؓ — ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما — میں مزاج کے سخت اختلاف کے باوجود بڑی ہم آہنگی اور موافقت تھی۔ اس کی متعدد وجوہ تھیں: ان میں سے ایک ان دونوں کی مکی مواخاۃ کا واقعہ بھی تھا جو رسول اکرم ﷺ سماجی، مالی، اقتصادی اور دوسری تمام مشترکہ خصوصیات و اسباب کی وجہ سے دو مختلف خاندانوں کے دو افراد کے درمیان کراتے تھے۔ اور یہ دینی مواخاۃ ان دونوں برادران کو تا زندگی ایک دوسرے کے ساتھ ایسی وابستہ کر دیتی تھیں کہ ان میں فکر و نظر اور اقدام و عمل کی دائمی مفاہمت پیدا ہو جاتی تھی اور وہ ایک دوسرے کا ہر حال میں ساتھ دیتے تھے۔ اس کے باوجود بعض اوقات بعض مسائل و امور میں فکر و نظر کے اختلاف سے ان میں اختلاف ہو جاتا تھا اور وہ کبھی کبھی حضرات شیخینؓ میں ابھر کر سامنے آیا۔ ان دونوں عظیم ترین اکابر امت میں اختلاف کی مختلف نوعیتیں تھیں۔ تاہم ان کو الگ الگ عناوین کے تحت ذکر کرنے کے بجائے خاص ان دونوں کے حوالے سے بعض واقعات اختلاف کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اکابر بھی اختلاف کرتے تھے۔ اور ان کے اختلافات کیسے دور ہوتے تھے۔

غزوہ بدر میں قریشی اسیروں کے سلسلے میں ان دونوں کے اختلاف کا ذکر آچکا ہے: حضرت ابو بکر صدیق ان کو فدیہ لے کر آزاد کرنے کے حق میں تھے۔ اور حضرت عمر فاروق ان کو قتل کرنے کے حق میں۔ فیصلہ نبوی حضرت صدیقؓ کے مشورے پر ہوا تھا۔

صالح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو جندلؓ کے خاص واقعہ اور صلح کی ذلت آمیز شرائط قبول کرنے پر سب سے پہلے حضرت رسول اکرم ﷺ سے پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بحث کی تھی اور حضرت صدیقؓ نے موقف نبوی کی بھرپور تائید کی تھی۔ حضرت عمرؓ کو بعد میں اس پر پشیمانی ہوئی۔ امام بخاری نے کتاب الشروط وغیرہ میں حضرات شیخین کے درمیان ہونے والے مکالمات نقل کئے ہیں جو ان کے وجوہ اختلاف کو بتاتے ہیں جیسے اسی سال عمرہ کرنے کی بات وغیرہ۔ (۱۹۹)

بنو تمیم کے وفد کی خدمت اقدس میں حاضری کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اکرم ﷺ کو مشورہ دیا کہ حضرت قعقاع بن معبد کو ان کا امیر مقرر کر دیجئے جبکہ حضرت عمرؓ نے حضرت اقرع بن حابسؓ کو ان کا امیر بنانے کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا کہ تم نے صرف میری مخالفت میں یہ مشورہ دیا ہے۔ اور حضرت عمر فاروقؓ نے اس کی تردید کی اور دونوں کی آوازیں بحثا بحثی میں کافی بلند ہو گئیں۔ روایات حدیث و تفسیر میں یہ واقعہ اختلاف سورہ حجرات: ۴ کی شان نزول میں امام بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اس اختلاف فکر و نظر کے بعض عمدہ پہلو بھی ہیں اور دوسرے اصول بھی جن سے بحث آخری تنقیدی محاکمہ میں ہوگی۔ (۲۰۰)

حضرات شیخین کے درمیان ایک اہم واقعہ اختلاف اور ہے جو امام بخاریؒ نے فضائل صدیقؓ کے باب میں نقل کیا ہے۔ کسی بات پر دونوں بزرگوں کا سخت اختلاف ہوا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو اشتعال میں آکر بہت کچھ سخت کہہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بعد میں اس پر پشیمانی ہوئی تو حضرت عمرؓ فاروق کے گھر معافی مانگنے گئے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کی معافی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت صدیقؓ کی پریشانی خاطر ان کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئی اور آپ ﷺ نے ان کا چہرہ دیکھتے ہی صحابہ کرام سے فرمایا کہ تمہارے دوست کسی سے لڑ کر آرہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سارا ماجرا کہہ سنایا

تو رسول اکرم ﷺ نے تین بار فرمایا کہ اللہ تمہیں معاف کرے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ کو ندامت نے آگھیرا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر پر گئے، وہاں پتہ چلا کہ وہ خدمت نبوی میں گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی ادھر کا رخ کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا چہرہ دیکھ کر رسول اکرم ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ بدلنے لگا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دو زانو ہو کر عرض کیا کہ زیادتی تو میری ہی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے بڑے جذبے سے فرمایا کہ ”اللہ نے مجھے نبی بنایا، تمہارے پاس بھیجا تو سب نے میری تکذیب کی، صرف ابو بکر صدیقؓ نے میری تصدیق کی، انہوں نے اپنے مال و جان سے سب سے زیادہ میری مدد کی، تو تم لوگ میری خاطر بھی میرے دوست کو نہ چھوڑو گے“ اور یہ آپ ﷺ بار بار فرماتے رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد کسی صحابی کو اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کسی طرح سے ستا سکے۔ (۲۰۱)

وفات نبوی

وفات نبوی پر حضرات شیخینؓ کا اختلاف فکر و نظر اہل سیر نے بہت مشہور کر دیا ہے حالاں کہ اس کی حقیقت کچھ اور تھی اور حکیمانہ بھی تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی وفات کی خبر سن کر صحابہ کرام صدے سے نڈھال ہو گئے مگر حضرت عمرؓ نے تلوار سونت لی اور زور زور سے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ ”جس نے کہا کہ آپ ﷺ وفات پا گئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔“ حضرت ابو بکرؓ صدیق جب اپنے گاؤں سخ (س ن ح) سے واپس مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ مسجد میں بانگ دہل یہی کہہ رہے تھے اور پھر خطبہ بھی دینا شروع کیا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق دیدار نبوی کے بعد مسجد میں آ کر خطبہ دینے کیلئے منبر پر چڑھے۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمرؓ کو تنہا چھوڑ دیا۔ کچھ دیر بعد حضرت عمرؓ بھی ان کا خطبہ سننے لگے۔ بہر حال حضرت عمرؓ کو اطمینان قلب ہو گیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث کے مطابق ان دونوں اکابر شیخین کے خطبوں میں امت کی مصالح تھیں۔ اس واقعہ میں شیخین کے اختلاف فکر و نظر کی بہت سی تفصیلات ہیں لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث سے اس کو مربوط نہیں کیا گیا ہے۔ (۲۰۲)

گھریلو اختلافات

ازواج مطہرات، صحابہ کرام کی ازواج طاہرات وغیرہ کے تذکرے میں بعض گھریلو اختلافات کا ذکر آچکا ہے جو ایک خاص سماجی قسم ہے۔ گھریلو معاملات میں بسا اوقات مختلف قسم کے سماجی اختلافات مختلف افرادِ خاندان کے درمیان ہو جایا کرتے ہیں اور ان کا ہونا فطری ہے۔ وہ فریقین کے فکر و نظر کے اختلاف، اسوہ و طریقہ کے فرق کی بنا پر بھی واقع ہوتے ہیں اور کبھی کبھی دوسرے اسباب سے جن میں غلطی کسی کی نہیں ہوتی، بلکہ حالات و احوال کی ستم ظریفی ہوتی ہے۔ ایسے کچھ گھریلو اختلافات کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے تاکہ اس خاص قسم کے اختلاف کا علم ہو اور عہد نبوی کے اختلافات کی تصویر ان کی صحیح حیثیت میں اور ان کے صحیح تناظر میں نظر آ سکے۔ (۲۰۲)

دعوت و میزبانی

سنت نبوی کے مطابق مہمانوں میں سے چند اصحاب کی میزبانی کی خدمت حضرت ابوبکر صدیق کے حصہ میں بھی آئی۔ وہ اپنے مہمانوں کو گھر لے گئے اور اپنے فرزند اکبر حضرت عبدالرحمنؓ اور اپنی اہلیہ سے ان کی خبر گیری کرنے اور شام کا کھانا کھلا دینے کی ہدایت کی۔ شام/رات کا کھانا ان کے سامنے پیش کیا گیا مگر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے واپس آنے تک کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رات تک وقت گزارنے اور کھانا کھانے کی عادت تھی لہذا ان کو کافی تاخیر ہوگئی۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے مہمانوں سے بار بار کہا کہ وہ کھانا کھالیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق دیر سے آئیں گے اور وہ خاصے سخت گیر شخص ہیں لہذا وہ میری گوشمالی کریں گے۔ اس کے باوجود مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا۔ حضرت ابوبکر صدیق جب رات گئے گھر واپس آئے تو اہلیہ محترمہ نے ان سے پوچھا کہ اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں رہ گئے تھے۔ مہمانوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ اور بار بار کھانا پیش

کرنے کا معاملہ بھی ان کو بتایا۔ حضرت عبدالرحمنؓ ڈر کے مارے کہیں چھپ گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو سخت برا بھلا کہا اور انہوں نے سامنے آ کر اپنی صفائی پیش کی۔ بہر حال حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مہمانوں سے کہا کہ وہ کھانا کھالیں اور وہ خود نہیں کھائیں گے۔ مہمانوں کو بھی ضد ہو گئی اگر آپ کھائیں گے تو ہم بھی کھائیں گے ورنہ نہیں۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور اپنی قسم توڑ دی۔ بعد میں سارا ماجرا رسول اکرم ﷺ کو کہہ سنایا اور آپ ﷺ نے ان کی تالیف قلب بھی کی اور تعریف و تحسین بھی۔ (۲۰۴)

۔ حضرت ابن مسعودؓ کا اپنی اہلیہ سے نان نفقہ اور صدقہ پر اختلاف ہوا تھا جس کا ذکر اسی سرخی کے تحت آچکا ہے۔

۔ حضرت عمرؓ کا اپنی اہلیہ سے اختلاف شوہر کو جواب دینے اور مسجد میں جا کر نماز پڑھنے پر ہوا تھا۔

۔ حضرت فاطمہؓ اور ان کے شوہر کے اختلافات کا ذکر الگ سرخی کے ساتھ آگے آتا ہے۔

زوجین کے اختلافات

گھریلو زندگی میں اختلاف ہونا بشری فطرت کے عین مطابق ہے۔ وہ کبھی اختلاف فکر و نظر کی وجہ سے ہو جاتے ہیں۔ کبھی فریقین میں سے کسی ایک کی زیادتی کی بنا پر اور کبھی کسی غلط فہمی کے سبب۔ سماجی بی جمالو بھی ان اختلافات کو پیدا کرنے کی باعث بنتی ہیں۔ ان کی وجہ کی مانند ان کی نوعیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ عام کھٹ پٹ ہو جاتی ہے جو توازنِ خاطر اور توافقِ مزاج کی کسی کمی کی بنا پر ہوتی ہے۔ نان نفقہ کے مسائل بھی ہوتے ہیں۔ مرد و شوہر کی حاکمانہ انا بھی ان کی وجہ بنتی ہے جس طرح عورت کی فطری کجی رنگ اختلاف پیدا کرتی ہے۔ ان میں سے معمولی جھگڑے اور تنازعات تو آسانی سے سلجھ جاتے ہیں مگر گمبھیر معاملات و اختلافات خاصی خطرناک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

لعان

عورت/بیوی کی پاکدامنی پر شبہ یا اس کی بدچلنی کا ثبوت و معاملہ شوہر کی غیرت کے لئے سب سے بڑا صدمہ ہے۔ دوسری طرف بھولی بھالی عورتوں پر الزامات و اتہامات لگا دینے کی بدفطرتی بھی ہوتی ہے۔ ان تمام صورتوں میں اسلامی احکام موجود ہیں۔ ان میں سے ایک لعان کا قاعدہ ہے کہ شوہر ہی کے پاس بیوی کی بدکاری کا ثبوت صرف اس کا مشاہدہ ہو اور گواہ نہ ہوں تو دونوں ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور پھر ان میں تفریق کرا دی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کی صورت و قانون مذکور ہے اور احادیث میں ان کے واقعات بھی۔ (۲۰۵)

—ایسا ہی ایک واقعہ لعان حضرت عویمرؓ کے ساتھ پیش آیا۔ انہوں نے قبیلہ بنو عکبان کے شیخ عاصم بن عدیؓ سے آکر پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو وہ اسے اگر قتل کر دے تو کیا وہ بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ ایسا شخص کیا کرے۔ آپ ﷺ سے اس کے بارے میں معلوم کر کے مجھے بتائیں۔ حضرت عاصمؓ کے استفسار پر رسول اکرم ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور اس کے بعد ہی لعان کی آیات کا نزول ہوا: سورہ نور: ۶-۸: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ..... اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

—لعان کا دوسرا واقعہ اسی کے ساتھ حدیث بخاری: ۴۷۴۷: میں بیان ہوا ہے جس کے مطابق حضرت بلالؓ بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ بتلائے گناہ ہونے کی تہمت لگائی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ثبوت (البینہ) لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے/حد لگے گی۔ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو دیکھتا ہے تو کیا وہ ثبوت و گواہی (البینہ) تلاش کرنے جاتا ہے؟“ رسول اکرم ﷺ اپنی بات پر اصرار فرماتے رہے تب حضرت بلالؓ نے عرض کیا: ”اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں بالکل سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور ایسی وحی نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے محفوظ کر دے۔“ اسی وقت حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور

(سورہ نور: ۶-۹) ان آیات کریمہ کو ”صادقین“ تک نازل کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اس کے بعد حضرت ہلالؓ کی زوجہ کو بلایا تو فرمایا کہ ”تم میں ایک جھوٹا ہے تو کیا وہ توبہ کرتا ہے۔ مگر خاتون نے چار بار گواہی دی، پانچویں پر لوگوں نے روک دیا کہ وہ واجب کرنے والی ہے تو وہ ذرا متردد ہوئی مگر یہ کہہ کر کہ میں آج اپنی تمام قوم کو رسوا نہیں کروں گی پانچویں قسم بھی کھالی۔ (۲۰۶)

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے اختلافات

اگرچہ دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے اور ان کی رفاقت و محبت کی مثال دی جاتی تھی تاہم بعض معاملات و امور پر ان کے درمیان کبھی کبھی اختلاف یا شکر رنجی ہو جاتی تھی جو میاں بیوی میں کبھی اختلاف فکر و نظر سے ہو جایا کرتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ عدم واقفیت اور معلومات کی کمی کی بنا پر غلط فہمی ہو گئی۔ ایسے بعض واقعات بہت دلچسپ ہیں اور چشم کشا بھی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہیں لائے ہیں وہ عمرہ کرنے کے بعد اپنے احرام کھول دیں اور حج کی تاریخیں آئیں تو حج کا احرام نئے سرے سے باندھ لیں۔ حضرت فاطمہؓ چونکہ قربانی کے جانور ساتھ نہیں لے گئی تھیں اس لئے انہوں نے احرام کھول دیا اور سرمہ لگانے اور زیب زینت کرنے کے علاوہ رنگین کپڑے پہن لئے۔ حضرت علیؓ سیدھے یمن سے مکہ معظمہ پہنچے تھے اور ان کو اعلان نبوی کا علم نہ تھا لہذا جب وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس پہنچے اور ان کو اس حال میں دیکھا تو ناراض ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کو فرمان نبوی سنایا اور وہ اس کی تصدیق کرنے خدمت نبوی میں پہنچے اور آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے بیان و عمل کی تائید فرمادی۔ (۲۰۷)

ابو تراب کا خطاب نبوی

حضرت فاطمہؓ سے کسی ایسی ہی گھریلو بات پر حضرت علیؓ ناراض ہو کر مسجد نبوی چلے گئے اور وہاں چادر اوڑھ کر فرش خاک پر لیٹ رہے۔ رسول اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لے

گئے تو حضرت فاطمہؓ نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ رسول اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حضرت علیؓ کی چادر ان کے جسم سے اتر گئی ہے اور خاک ان کی پیٹھ کو آراستہ کر گئی ہے اور وہ بے خبر سو رہے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ ان کے پاس محبت سے بیٹھ گئے اور ہولے ہولے ان کو ابوتراب کہہ کر جگانے لگے۔ ان کے گھریلو معاملہ کا پھر تصفیہ فرمایا۔ (۲۰۸)

دوسری شادی پر اختلاف

ایک اور گزشتہ باب و بحث میں یہ واقعہ اختلاف آچکا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ سے ان کی موجودگی میں ابو جہل کی دختر سے شادی کرنے پر ان کے لئے نکاح کا پیغام بھجوانے پر اختلاف کیا تھا اور جو بعد میں رسول اکرم ﷺ سے اختلاف حضرت علیؓ بن گیا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بارے میں بعض دوسرے اختلافات کتب حدیث و سیرت میں ملتے ہیں لیکن ان سب کا استقواء مراد نہیں۔ اس موضوع پر حضرت فاطمہؓ و حضرت علیؓ کے واقعہ کے حوالے سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الطلاق کے باب الشقاق الخ میں حدیث بخاری: ۵۲۷۸ وغیرہ کے تحت دوسرے واقعات کا ذکر کیا ہے اور ان پر بحث بھی کی ہے۔

یتیم بچی کی کفالت کا مسئلہ

قرآن مجید میں یتیم بچیوں کی کفالت کے بارے میں احکام دے گئے ہیں اور بعض لوگوں کی افراط و تفریط پر تنقید کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام میں سے بعض افراد و طبقات کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے۔ ان میں سے بعض اختلافات کے پیچھے مالی حرص و طمع تھی اور نفسانی خواہش کی کار فرمائی بھی۔ لیکن بعض اختلافات حسین و جمیل بھی تھے کہ وہ صحابہ کرام کے جذبہ خیر و صلہ رحمی کے مظاہرے تھے۔

عمرۃ القضاء ۷۷ھ/۶۲۹ء کے موقع پر رسول اکرم ﷺ کے شہید عم مکرم حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب ہاشمی کی نوجوان بچی رسول اکرم ﷺ سے بیچا بیچا کہتی ہوئی چٹ گئی۔ وہ آپ ﷺ کی رضاعت کے رشتہ سے بھتیجی بھی تھی۔ کیوں کہ حضرت حمزہؓ رضاعی بھائی بھی تھے کہ

دونوں کو حضرت ثویبؓ نے دودھ پلایا تھا۔ اس موقع پر حضرت علیؓ، زید بن حارثہ اور جعفرؓ بن ابی طالب کے درمیان اس بچی کی کفالت پر اختلاف ہوا۔ حضرت علیؓ کی دلیل تھی کہ میں اسے لے آیا ہوں اور وہ میرے چچا کی لڑکی ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ کا دعویٰ تھا کہ وہ میرے دینی بھائی کی دختر ہے۔ حضرت جعفرؓ کا بیان تھا کہ وہ میرے چچا کی دختر ہونے کے علاوہ میں اس کا خالو ہوں کہ اس کی سگی خالہ میری بیوی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے بچی کی کفالت حضرت جعفرؓ کے سپرد کر دی کہ خالہ ماں کی طرح ہوتی ہے اور بقیہ دونوں اصحاب کی دلجوئی کی اور ان کی تحسین و تعریف بھی فرمائی۔ (۲۰۹)

عزیز و قریب کی جوار و پناہ

فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے بعض مجرموں کو قتل کر دینے کے عام احکام جاری فرمادئے تھے۔ ان میں حضرت علیؓ کی بڑی بہن حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب ہاشمی کے شوہر ہمیرہ بن وہب مخزومی بھی شامل تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت ام ہانیؓ نے اپنے شوہر کو پناہ دے دی۔ دونوں بہن بھائی میں اختلاف ہو گیا۔ اور بہن نے رسول اکرم ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کی پناہ و جوار کو تسلیم کیا کہ وہ اللہ کے رسول کی بھی پناہ ہے۔ (۲۱۰)

مکانات کی تزئین

سادہ مکانات اور ضروری اسباب معیشت رسول اکرم ﷺ کو پسند تھے اور بے جا تعمیر و ترفہ ناپسند کرتے تھے۔ حدیث و سیرت کی روایات میں آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مختلف صحابہ کرام کے عالی شان مکانات اور ان کے سجانے سنوارنے کو پسند نہیں کیا۔ دروازوں پر عام و سادہ پردے تو حجاب و تنہائی اور خلوت گزینی کی خاطر پسند تھے مگر ریشمی اور بالتصویر پردوں سے اختلاف تھا۔

— حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کے دروازے اور کوٹلی پر با تصویر پردے دیکھے تو ان کے اتر دیا۔ ان کا دوسرا استعمال پسند فرمایا۔

— حضرت فاطمہؓ کے گھر گئے اور دروازے پر ریشمی دروازہ پڑا ہوا دیکھا تو واپس تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے وہ پردہ اتار کر حسب حکم نبوی ایک ضرورت مند کو دے دیا۔ (۲۱۱)

بلند و بالا تعمیرات پر نکیر

اسی طرح بعض انصاری صحابہ کرام کے بلند و بالا مکانات خاص کربوں وغیرہ کی تعمیر پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور صحابہ کرام نے ان کو ڈھا دیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کی تعمیر میں دکھاوے، فخر اور عجب کا اظہار تھا جو بشری کمزوری ہے۔ ورنہ اس دور نبوی میں بھی اور اس سے قبل کے عرب جاہلی زمانے میں بھی بلند و بالا مکانات اور وسیع و عریض تعمیرات موجود تھیں اور ان پر کسی قسم کی نکیر و اعتراض نہیں کیا گیا کیونکہ وہ ضروری دفاع اور معاشرتی ضرورت کی بنا پر تعمیر کی گئی تھیں جیسے متعدد صحابہ کرام کے آطام و حصون (قلعے) تھے، یا ان کی گڑھیاں تھیں جن کا ذکر غزوات خندق وغیرہ کے حوالے سے کتب حدیث و سیرت میں آتا ہے۔

بہر حال جن مکانات پر رسول اکرم ﷺ نے اعتراض فرمایا ان میں حدیث ابوداؤد: ۵۲۳۷ کے مطابق ایک انصاری کا مکان تھا جس کے اوپر انہوں نے ایک بلند قبة (قبہ مشرفہ) تعمیر کر لیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں مالک مکان حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ناراضی کا اظہار کر دیا حالانکہ آپ ﷺ نے زبان مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا تھا۔ انصاری صحابی کی فراست اور رسول اکرم ﷺ کی پسند و خاطر مبارک کی رعایت تھی کہ فوراً مجلس نبوی سے واپس آئے اور اس قبة کو زمین بوس کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ کی ناراضی دور ہو گئی۔ کتاب الادب جیسی کتب و ابواب حدیث میں اور بعض دوسری کتب صحیحین میں بھی ایسی روایات موجود ہیں۔ مکانات اور ان کے دیوار و بام کی بیجا تزئین و تعمیر اور ان کو فضول سجانے سنوارنے سے رسول

اکرم ﷺ نے ہمیشہ اختلاف کیا اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے حکم و منشا کو سر آنکھوں پر رکھا جیسا کہ تعمیرات، پردوں، قبوں اور زیب و زینت کے باب میں بہت سی روایات آتی ہیں۔ (۱۱۲)

بحالتِ احرام شکار کا مسئلہ

احرام کی حالت میں خشکی پر شکار کرنے کی ممانعت قرآن و حدیث میں آئی ہے البتہ غیر محرم ان کا شکار کر سکتا ہے اور ان کے شکار کا گوشت احرام والے بھی کھا سکتے ہیں۔ وہ شکاری کو کسی قسم کا اشارہ یا اس کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوقحادہؓ نے صلح حدیبیہ کے زمانے میں ایک جنگلی گدھے کو دیکھا تو اس کا شکار کرنے کے لئے اپنے گھوڑے پر چڑھ گئے کہ وہ بلا احرام تھے۔ جلدی میں انہوں نے نیزہ اور کوڑا وغیرہ نہیں لیا تھا۔ وہ انہوں نے محرم صحابہ کرام سے مانگے تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوقحادہؓ کو ان کے انکار پر غصہ آگیا۔ پھر وہ خود ہی ان کو اٹھا کر لے گئے اور شکار مار لائے اور محرم صحابہ کو اور رسول اکرم ﷺ کو بھی اس کا گوشت کھلایا۔ (۱۱۳)

سانپ بچھو کے ڈسے ہوئے شخص کا منتر

ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت ایک مہم کے دوران ایک گاؤں پہنچی مگر اس کے شیخ نے ان کی میزبانی کرنے سے انکار کر دیا اور ان کو گاؤں میں نکلنے بھی نہیں دیا۔ گاؤں سے نکلنے کے بعد انہوں نے ویرانے میں ڈیرا ڈالا۔ اسی دوران اس گاؤں کے شیخ یا کھیا کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا اور اس نے صحابہ کرام کو بلایا کہ شاید وہ اس کی تکلیف دور کر سکیں۔ ایک صحابی نے اپنے قیاس و فراست سے سورہ فاتحہ پڑھ کر متاثرہ جگہ پر پھونک دی اور اس کو آرام آگیا۔ اس نے بطور شکرانہ ان کو بہت سی بکریاں دیں۔ جماعت صحابہ میں اس پر اختلاف ہو گیا کہ ان بکریوں کا لینا اور کھانا جائز ہے یا نہیں، کچھ جواز کے قائل تھے۔ بہر حال رسول اکرم ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا۔ (۱۱۴) اور جھاڑ پھونک کرنے والے صحابی سے پوچھا کہ ان کو سورہ فاتحہ کو منتر بنانے کا خیال کیسے آیا۔ انہوں نے اس عظیم سورہ قرآن کے فضائل کا

حوالہ دیا۔ اس حدیث نبوی میں کتاب اللہ پر اجرت لینے کے جواز کا اہم مسئلہ بھی بیان ہوا ہے اور بعض دوسرے اہم احکام و اصول بھی ہیں۔

قبائلی حمیت

رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث ہے: ”انصار کے بہترین خاندان ہیں: بنو نجار اول ہیں پھر بنو عبد الاشہل ہیں پھر بنو حارث پھر بنو ساعدہ۔“ مزید فرمایا کہ ”انصار کے ہر خاندان میں خیر ہے۔“ حضرت سعد بن عبادہ خزرجی ساعدی کو یہ فرمان نبوی سننے کو ملا تو کہنے لگے: ”ہم چاروں خاندانوں کے اخیر میں رہے۔ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس وضاحت کے لئے جاتا ہوں۔“ ان کے بھتیجے حضرت سہل بن سعد ساعدی نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا: ”کیا آپ ﷺ کی بات کو رد کرنے جارہے ہیں جب کہ آپ ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔“ حضرت سعد بن عبادہ نے اس وقت اس سے اتفاق کر لیا اور خدمت نبوی میں نہیں گئے لیکن جیسے ہی ملاقات ہوئی تو عرض کر بیٹھے: ”آپ نے ہمیں بالکل آخر میں کر دیا۔“ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تم بہترین خاندانوں میں شامل ہو۔“ (۲۱۵)

قبائلی عصبیت

بہر حال اصولی بحث سے قبل یہاں بطور واقعہ ایک اہم اختلاف صحابہ کرام کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبائلی عصبیت کا واقعہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائے جانے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں اپنے حزن و ملال اور تکلیف کا اظہار فرمایا۔ قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا: ”اگر قبیلہ اوس کا کوئی شخص اس تہمت طرازی کا مجرم ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر قبیلہ خزرج کا شخص مجرم ہے تو جیسا آپ ﷺ ہمیں حکم دیں، اس کی تعمیل کریں گے۔“ اس پر قبیلہ خزرج کے شیخ حضرت سعد بن عبادہؓ کو غصہ آگیا اور وہ کھڑے ہو کر چلا پڑے: ”تم غلط کہہ رہے ہو، تم خزرج کے کسی شخص کو قتل نہیں کر سکتے۔“ ایک اور اسی حضرت اسید بن حضیرؓ نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو جھوٹا

کہا اور اعلان کیا کہ ”ہم اس خزر جی کو بھی مار ڈالیں گے۔ اور تم منافق ہو کہ منافقوں کی حمایت کر رہے ہو۔“ اس مسئلہ پر دونوں قبیلوں کے لوگ بھڑک اٹھے اور قبیلہ اوس و خزر ج میں جنگ ہونے کے آثار پیدا ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان دونوں فریقوں کو خاموش کرا دیا۔ اس واقعہ میں قبائلی عصبیت کے بھڑکنے کی وجہ یہ تھی کہ تہمت لگانے والا سردار منافقین قبیلہ خزر ج ہی کا تھا اور بہت با اثر شخص تھا۔ (۲۱۹) حضرت سعد بن عبادہؓ اس شخص کے بارے میں خاصا نرم رویہ رکھتے تھے۔

غزوہٴ مرسیع / بنوالمصطلق ہی کے دوران مہاجرین و انصار کے درمیان قبائلی عصبیت کی بنا پر اختلاف نے بدنام صورت اختیار کر لی تھی۔ ایک واقعہ پرانے قبائلی اختلاف کی یاد دلاتا ہے۔ پانی پلانے پر عربوں میں جھگڑا ہوتا تھا۔ اس غزوہ کے دوران ایسا ہی ایک واقعہ ہوا۔ ایک دن چشمے سے پانی پلانے اور پانی لینے پر حضرت عمرؓ کے اجیر / غلام مولیٰ حضرت جبجہ غفاریؓ سے کسی انصاری کا اختلاف ہوا اور دونوں نے مہاجرین اور انصار کو اپنی اپنی مدد کے لئے پکارا۔ دونوں طرف کے لوگوں نے تلواریں سونت لیں اور جنگ کا خطرہ پیدا ہو گیا مگر چند سمجھدار لوگوں نے فریقین کو خاموش کرایا اور ان کی صلح صفائی سے اس قبائلی عصبیت کی آگ پھیلنے سے روک دیا گیا۔ (۲۱۷)

اس میں چند جہات ہیں اور ان سب سے زیادہ رسول اکرم ﷺ کا منافقین کے قتل نہ کرنے کے بارے میں حکیمانہ فیصلہ ہے کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ دو کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں: ”لایتحدث الناس ان محمدا يقتل اصحابه“

مہاجرین و انصار کے ایک مخلوط اجتماعی اکل و شرب میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص زہری نے غالباً ترنگ میں یہ فرمادیا کہ مہاجرین انصار سے زیادہ افضل ہیں۔ یہ سن کر ایک انصاری کو غصہ آ گیا اور اس نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھا کر ان کے ایسے ماری کہ ان کی ناک زخمی ہو گئی اور اس میں ایک شکاف پڑ گیا جو تا عمر باقی رہا۔ حضرت سعدؓ نے رسول اکرم ﷺ سے آکر اس کی شکایت کی جس پر شراب کی تحریم کا اعلان ہوا۔ اس حدیث میں قبائلی عصبیت اور باہمی نزاع کا معاملہ نہیں سلجھایا گیا یا اس کے سلجھانے کا ذکر نہیں ہے۔ سارا الزام ”شراب خانہ

خراب“ کے سر ڈال دیا گیا ہے۔ (۲۱۸)

واقعہ افک

عہد نبوی کے معاشرتی اختلافات میں سب سے نمایاں واقعہ بہتان تراشی کا ہے جو حدیث و سیرت میں واقعہ افک کے عنوان سے مشہور ہے۔ واقعہ بس اتنا ہے کہ غزوہ مرہ-سیح/بنوالمصطلق سے واپسی پر حضرت عائشہ صدیقہٗ اسلامی لشکر سے ایک حادثہ کی بنا پر پیچھے رہ گئیں۔ وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے لشکر گاہ سے ذرا دور چلی گئی تھی۔ اسی دوران بانگ پر خادموں نے ان کا کجاوہ اونٹ پر رکھ دیا، یہ سمجھ کر کہ ام المومنین اس کے اندر موجود ہیں۔ بقول حضرت ام المومنین ان کی اس میں خطا بھی نہ تھی کہ وہ اس زمانے میں ایسی ہی ہلکی پھلکی تھیں کہ ان کا وزن اندازے میں نہ آسکا۔ ام المومنین جب واپس لشکر گاہ پہنچیں تو لشکر اور سالار ﷺ کو نہ پا کر کافی پریشان ہوئیں۔ ان کی فراست نے ان کو سمجھایا کہ اسی جگہ قیام و آرام کریں جہاں ان کا کجاوہ /محل تھا کہ تلاش کرنے والے ان کو وہیں تلاش کریں گے، لہذا وہیں چادر اوڑھ کر لیٹ گئیں۔ کچھ مدت بعد حضرت صفوان بن معطل سلمیٰؓ، جو طلیحہ موخرہ یعنی پیچھے رہ جانے والے دستہ کا کام کرتے تھے، اس مقام پر پہنچے اور ام المومنین کو اپنے اونٹ پر بیٹھا کر تیز رفتاری سے چلے اور اگلے پڑاؤ پر اسلامی لشکر کو جالیا اور ام المومنین اپنے محل میں پہنچ گئیں۔ منافقین اور ان کے سردار عبداللہ بن سلول خزرجی کو ایک موقع مل گیا اور انہوں نے ام المومنین کی عصمت عالیہ پر تہمت دھردی۔ ان کی حرکت ناشائستہ اور عام فطرت بیہودہ سے سب ہی واقف تھے لیکن اس افواہ کے انتشار نے بعض سادہ لوح مسلمانوں کو بھی ورغلا دیا۔ بعض حضرات و خواتین نے تو تہمت طرازی میں حصہ لیا، کچھ نے خاموشی و سکوت بیجا اختیار کیا اور غالب اکثریت نے صاف تہمت کی تردید کی۔

جماعت صحابہ کرام کے اس معاشرتی اختلاف اور روش کی فوری تردید رسول اکرم ﷺ بنفس نفیس کر سکتے تھے کہ آپ ﷺ کو عصمت صدیقہ کے بارے میں ذرا بھی شک نہ تھا لیکن صرف اس خیال سے خاموش رہے کہ اپنے ”اہل“ کی حمایت کا الزام نہ لگے۔

فراست نبوی نے یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ اس واقعہ افک کی تردید راست وحی الہی سے ہو تو اصول وضوابط بھی وجود میں آئیں گے۔ بہر حال رسول اکرم ﷺ نے اس بارے میں صحابہ و صحابیات کی رائے لی اور سب نے حضرت صدیقہؓ کی پاکدامنی کی قسمیں کھائیں۔ حضرت صدیقہؓ کی سب سے بڑی حریف اور سوت حضرت زینبؓ بنت جحش نے ان کی عفت مآبی کی شہادت دی اور اسی طرح حضرت ام مسطحؓ اور خادمہ نے بھی، لیکن حضرت زینبؓ کی بہن حضرت حمہؓ، حضرت ام مسطحؓ کے فرزند حضرت مسطحؓ اور بعض دوسرے حضرات نے منافقانہ پروپگنڈے سے تاثر لیا۔ بہر حال رسول اکرم ﷺ نے معاملہ کے تفتیش تک حضرت عائشہؓ کو ان کے والدین کے گھر بھیج دیا۔ اس پر بھی ام المومنین کو سخت ملال ہوا۔ چالیس دنوں کے کرب و دلاء کی مدت مدید کے بعد سورہ نور: ۱۰-۲۰ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ کی براءت ہی نہیں ثابت کی بلکہ ایسے واقعات افک کا سد باب کر دیا اور بہت سے اصول وضوابط بنا دیئے۔ ان کا ذکر بعد میں تجزیہ میں آتا ہے۔ اس واقعہ نے بہر کیف پورے معاشرے کو متاثر کیا تھا۔ (۲۱۹)

سامی زیارت

عہد نبوی میں رسول اکرم ﷺ مختلف صحابہ و صحابیات کے گھروں کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام میں حضرات و خواتین بھی ایک دوسرے کے گھروں میں جایا کرتے تھے۔ یہ ایک سامی روایت تھی جس کی اجازت قرآن مجید میں بھی ہے۔ احادیث و روایات سیرت میں ایسے معاشرتی واقعات زیارت بہت کثرت سے مذکور ہیں۔ ان میں باہمی ملاطفت کا بھی ذکر ہے۔ (۲۲۰) لیکن کبھی کبھی ان سامی زیارتوں میں اختلافات بھی پیدا ہو جاتے تھے اور ان کی بنا پر بہت سے قواعد وضوابط وجود میں آئے اور وہ اسلامی اصول و احکام بنے۔ بعض زیارتی اختلافات صحابہ کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

حضرت اسماءؓ بنت عمیس غنمی کے پہلے شوہر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب ہاشمی بہت مخیر اور فیاض انسان تھے۔ وہ مہمانوں، دوستوں عزیزوں اور خاص کر اصحاب صفہ کو اپنے گھر لے

جایا کرتے تھے اور ان کی ضیافت کیا کرتے تھے۔ ان کی اس سماجی قدر نے حضرت اسماءؓ کے تعلقات بہت سے صحابہ کرام سے استوار کر دئے تھے۔ ان میں بنو ہاشم کے لوگ بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔ حضرت اسماءؓ نے بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شادی کر لی تھی۔ ان کے آخری زمانے میں کچھ ہاشمی حضرات حضرت اسماءؓ کے گھر ملنے کے لئے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر پہنچے تو ان کی عدم موجودگی میں ان کا آنا ان کو ناگوار گذرا۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا اور ساتھ ہی حضرت اسماءؓ کی پاکدامنی اور وفاداری کا بھی اظہار کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اظہار پر ایک خطبہ دیا۔ اس میں وضاحت فرمائی: ”کوئی شخص اکیلا کسی عورت کے گھر اس کے شوہر کی عدم موجودگی میں نہ جائے البتہ وہ دو یا ایک آدمی کے ساتھ جاسکتا ہے۔“ (rr1)

سماجی زیارتوں کے سلسلے میں بعض اور اختلافات صحابہ و صحابیات کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر کسی اور حوالے سے آچکا جیسے حضرات حمزہؓ بن عبدالمطلب اور علیؓ بن ابی طالب ہاشمی کا واقعہ ہے جس میں ایک اونٹنی کا جبریہ ذبح باعث بن گیا۔ رسول اکرم ﷺ کو بنفس نفیس حضرت سعدؓ بن عبادہ خزرجی کی عیادت کے لئے جاتے ہوئے راستے میں عبد اللہؓ بن ابی بن سلول وغیرہ سے شکایت ہوئی تھی۔ زیارت ہی کے دوران حضرات شیخینؓ کے درمیان بعض اختلافات ہوئے تھے۔

تفریح و موسیقی کے باب میں سماجی رویے

فرحت و نشاط، تفریح و انبساط اور مسرت و شادمانی انسانی فطرت میں ہے اور وہ بار بار خاطر کو دور کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے سماجی رویے اور تعلیم دونوں میں انسانی فطرت کی ہمیشہ رعایت فرمائی اور کسی حد تک نامرغوب و ناپسندیدہ کی اجازت بھی دی۔ اسوۂ نبوی بتاتا ہے کہ آپ ﷺ کو ایسی تفریح کی ضرورت تھی اور نہ ایسی فرحت و شادمانی کی کشیدگی حاجت، مگر آپ ﷺ نے اسے اپنے عمل و قول دونوں سے بقدر کفاف اور جواز کے درجے میں ضرور رکھا تا کہ دوسروں کو تنگی و حرج سے بچا سکیں جو شریعت اسلامی کا ایک مقصد عالی بھی ہے۔ ایسے مواقع تفریح و نشاط میں حضرت عائشہ صدیقہ کو حبشی ماہرین حرب کے نیزہ زنی وغیرہ کے تماشے دکھانے اور ان کی گڑبوں کے ساتھ کھیلنے وغیرہ کے واقعات شامل ہیں۔ حبشی بازی گری کی روایت بہت قدیم تھی اور رسول اکرم ﷺ حضرت عائشہ کو عیدین وغیرہ کے مواقع پر اسے دکھاتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی رنگ اختلاف جھلکا ہو کیوں کہ بہر حال بعض طبیعتیں اسے حجاب کے سخت موقف اور لفظی اطلاق کے خلاف سمجھ سکتی تھیں۔ (۳۳۳)

گانے بجانے اور موسیقی سننے کی بابت صحابہ کرام کا اختلاف نظر آتا ہے اور اس میں کسی قدر شدت تقویٰ کا رنگ بھی شامل ہے۔ یہ باب تفریح و اختلاف تو خاصا بڑا اور وسیع ہے۔ ان کے تمام واقعات کا ذکر ضروری بھی نہیں، صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱- عید الفطر کی خوشی تھی اور رسول اکرم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں تشریف لائے تو بچیاں/لڑکیاں دف بجا کر گارہی تھیں، آپ ﷺ سراقص اوندھا کر بستر پر لیٹ گئے اور ان کو گانے بجانے دیا۔ ظاہر ہے کہ آپ ﷺ اور حضرت عائشہؓ ان کا گانا بجانا سن رہے تھے۔ اسی دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ آئے اور انہوں نے گانے والیوں کو سخت سرزنش کی کہ رسول اکرم ﷺ کے گھر میں مزامیر (آلات موسیقی) جیسے شیطانی چرنے ہیں! رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آج ان کی عید ہے، ان کو گانے بجانے دو۔“ سید سلیمان ندویؒ نے ایک باندی سے گانا سنوانے کا ذکر کیا ہے۔

۲- ایک اور ہی موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے دف بجانے والی عورت کو سخت ست کہا تھا جو ان کے آنے سے پہلے بجاتی اور گاتی رہی تھی اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر اپنے دف پر بیٹھ گئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو مداخلت و سرزنش سے روکا تھا۔

۳- شادی بیاہ کے مواقع پر رسول اکرم ﷺ نے گانے بجانے کی اجازت دی بلکہ حضرت عائشہؓ سے کہہ کر غنا اور غزال (گانے) کا انتظام کرایا۔

۴- ایک نو بیاہتا کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی شادی کی خوشی میں آراستہ محفل طرب میں شریک رہے اور اعتراض مسترد فرمایا۔

۵- عاشورا کا دن یہودی روایات کے زیر اثر ایک عید طرب میں منتقل ہو گیا تھا اور اس دن موسیقی اور غنا میں حصہ لینے کی اجازت مل گئی تھی۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ بدریؓ جیسے بعض صحابہ کرام ایک خاتون صحابیہ کے گھریلی ہی ایک محفل میں شادمانی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ بعض تابعین کرام نے اعتراض کیا کہ رسول اکرم ﷺ کے صحابی ہو کر موسیقی اور گانے بجانے سے لطف لے رہے ہیں، لوگ کیا کہیں گے؟ فرمایا کہ ”ہمیں ایسے مواقع پر موسیقی کی اجازت ملی ہے، بیٹھنا اور لطف اندوز ہونا چاہو تو بیٹھو اور مجلس میں شریک رہو ورنہ چلتے پھرتے نظر آؤ۔“ بعد میں یہ اختلاف شدید تر ہوتا گیا۔ (۲۲۲)

تفریح اور کھیل کود

تفریحات سے بعض طبائع کو فطری دلچسپی ہوتی ہے، بعض کو موقعہ و محل کی مناسبت سے رغبت ہوتی ہے، کچھ کام کی کدورت کو اس سے دور کرتے ہیں۔ ویسے انسان کو تفریحات اور کھیل کود سے فطری رغبت ہونا بعید بھی نہیں اور رسول اکرم ﷺ نے اس کی رعایت کی ہے مگر بعض اصحاب تقویٰ و طہارت کو بالخصوص خشک مزاج لوگوں کو ان سے ٹکدر ہی نہیں نفرت ہوتی ہے اور وہ اسے کسی کے لئے بھی پسند نہیں کرتے۔ اسی پسند و ناپسند کے فرق سے اختلاف پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے سماجی رویہ کو سامنے لاتا ہے۔ عہد نبوی میں بھی بعض ایسے حضرات و طبائع تھے اور ان کے اختلافات فکر و نظر بھی۔

رسول اکرم ﷺ کے حبشیوں کے فوجی کمالات حضرت عائشہؓ کو دکھانے کے دلچسپ اور فطری واقعہ کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اس کا مخالف حضرت عمر فاروقؓ کا رویہ تھا۔ عید کے دن حبشیوں کے ماہرین فن اپنے جنگی کمالات صحن مسجد میں دکھا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ وارد ہوئے۔ انہوں نے حبشی ماہرین کو مارنے کے لئے کنکر اٹھائے ہی تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو حجرہ کے دروازے سے دیکھ لیا اور ان کو روک دیا کہ آج خوشی کا دن اور تفریح طبع کا موقعہ ہے، اس لئے ان حبشیوں کو اپنے کمالات دکھانے اور دیکھنے والوں کو ان کا تماشا دیکھنے دو۔ (۲۲۳)

تیر اندازی

رسول اکرم ﷺ نے بنو اسلم اور ان کے ساتھ شریک قبیلہ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کا ان کے پاس سے گذر ہوا تو آپ ﷺ نے بنو اسلم کو بنو اسماعیل قرار دے کر فرمایا کہ تمہارے جد امجد بھی تیر انداز تھے۔ لہذا تم تیر اندازی کے مظاہرے کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ آپ ﷺ نے جس فریق کے ساتھ ہونے کا ذکر فرمایا تھا اس کا نام بھی لیا، دوسرے فریق نے ہاتھ روک لئے کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ ہیں پھر آپ کے خلاف کیسے تیر چلائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی تیر چلاؤ اور میں تم سب کے ساتھ ہوں

(بخاری حدیث: ۲۸۹۹ نیز اطراف: ۳۲۷۳، ۳۵۰۷)

ظالمانہ کھیلوں کی ممانعت

ظالمانہ کھیلوں کی ممانعت فرمادی۔ عرب جاہلی میں مکہ و مدینہ اور بہت سے دوسرے مقامات پر بعض نوجوانوں کا ایک بڑا پسندیدہ کھیل یہ بھی تھا کہ وہ جانوروں اور پرندوں کو کھونٹے سے باندھ دیتے اور پھر ان پر تیر تفتنگ سے نشانہ لگایا کرتے تھے۔ یہ صرف تفنن طبع کے لئے کیا جاتا تھا اور اس میں شکار کرنے کا عنصر نہیں تھا۔ ایسے تمام ممنوعہ کھیل یا ممنوعات نبوی بالعموم بعض غلط رجحانات اور غیر عادلانہ اعمال کی نشاندہی کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سے رسول اکرم ﷺ کو شدید اختلاف تھا۔

فوجی معاملات میں اختلافات

غزوات نبوی کے تذکرے میں رسول اکرم ﷺ سے بعض صحابہ کرام کے اختلاف فکر و نظر کے ذکر و بحث کے ساتھ ساتھ بعض صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کا حوالہ آچکا ہے۔ صحابہ کرام کی ماتحتی میں جانے والے سرایا میں ان کا فوجی اور اس سے متعلق دوسرے امور پر اختلاف بھی نظر آتا ہے جو اکثر و بیشتر صحابہ کرام کے درمیان واقع ہوتا تھا کہ ان کے نقطہ نظر، رائے اور اسلامی احکام کی تعمیل مختلف تھی۔ لیکن وہ بسا اوقات رسول اکرم ﷺ تک پہنچتے تھے کہ شاکی فریق کو عدالت عالیہ سے اپنے حق میں انصاف و عدل کی امید ہوتی تھی۔ صحابہ کرام کے سرایا کے دوران فوجی معاملات میں جو اختلافات ہوئے ان کا مختصر اذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

امارت و قیادت پر اختلاف

غزوہ موتہ میں رسول اکرم ﷺ کے مقرر کردہ تینوں امراء سر یہ — حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ، جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ، عبداللہ بن رواحہ خزرجی — کی شہادت کے بعد اول اختلاف اس پر ہوا کہ اب کمان کس صحابی کو دی جائے۔ حضرت خالد بن ولید مخزومی پر بیشتر کا اجماع ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے از خود بڑھ کر امراء سے خالی لشکر اسلامی کی کمان سنبھالی اور اس سے بعض حضرات کو اتفاق نہیں ہوا۔ اس کی شکایت بھی بعد میں کی گئی مگر اس سے زیادہ دلچسپ روایہ اور بڑا اختلاف اہل مدینہ کا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب اپنی فوج کے ساتھ واپس آئے تو اس کی ہزیمت و پسپائی کی خبر ان سے پہلے مدینہ پہنچ چکی تھی اور ساکنان

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

مدینہ نے شہر سے نکل کر ان کی پذیرائی یوں کی کہ ان کو بزدلی کے طعنے دئے اور ان کی پسپائی کو قومی وقار کے منافی قرار دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے غزوہ موتہ کے سالار و سپاہیوں کو فرار ہونے والا نہیں بلکہ پلٹ کر حملہ کرنے والا قرار دیتے ہوئے ان کی تحسین و تعریف کی اور ساکنان شہر کو صبر و ضبط کی تلقین کی۔

اموال غنیمت کی تقسیم

ایک غزوہ سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے واپسی پر اموال غنیمت کے حصے تقسیم کئے تو بعض افراد و طبقات کو شکایت ہوئی۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو اپنے حصے لے لینے کی ہدایت فرمائی مگر وہ زیادہ پر مصر تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت خالدؓ کی حمایت کی اور فرمایا کہ ان طالبوں کو ہرگز مت دینا۔

حاکم و امیر سے قصاص

اسی طرح حضرت خالدؓ کے بعض سخت اقدامات پر بعض صحابہ کرام نے قصاص کا مطالبہ کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے مقتولوں کی دیت دلوادی اور ان کے اموال بھی واپس دلا دیئے لیکن سالار نبوی سے قصاص لینے کا مطالبہ مستر فرما دیا۔ غالباً اسی دن سے یہ اصول بنا کہ غلطی سے قتل و زخم وغیرہ پر امیر و ولایت، گورنر علاقہ، سالار لشکر اور قاضی عدالت سے قصاص نہیں لیا جاسکتا۔ (رو)

حریف و دشمن کے قتل کا مسئلہ

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ہجرت مدینہ کے وقت اپنے پرانے دوست اور تجارتی ندیم امیہ بن خلفؓ کی سے ایک معاہدہ کیا تھا۔ جس کے مطابق فریقین ایک دوسرے کے مال و جائداد، اہل و عیال اور تجارتی مفادات کی حفاظت اور پاسداری اپنے اپنے علاقوں میں کرتے۔ غزوہ بدر میں اسی معاہدہ خاص کی خاطر حضرت عبدالرحمنؓ نے شیخ قریش اور اس کے فرزند علی بن امیہؓ کو پناہ دی اور ان کو بحفاظت لے جا رہے تھے کہ حضرت بلال حبشیؓ

اور ان کے رفقاء نے دیکھ لیا اور لکار کر ان کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمنؓ اور ان کے اصحاب نے پناہ میں آئے شیوخ قریش کو بچانے کی بھرپور کوشش کی اور ان کیلئے سینہ سپر ہو گئے مگر حضرت بلالؓ نے ان کی ٹانگوں کے درمیان گھس کر ان دونوں کو قتل کر دیا اور حضرت عبدالرحمنؓ ان کو بچانے میں زخمی ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمنؓ زہریؓ کو اپنے معاہدہ حلف کی پاسداری نہ کر سکنے کا بڑا ملال تھا اور حضرت بلال حبشیؓ سے شکوہ بھی۔ رسول اکرم ﷺ نے اس اختلافِ صحابہ کو دونوں کے خلوصِ نیت اور جوشِ جہاد کی خاطر برداشت کر لیا۔ (۲۲۶) اس خاص معاہدے کی اور بھی جہات ہیں۔

— فتح مکہ میں اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ہاشمی کے درمیان پیش آیا۔ مرالظہر ان نای مقام پر لشکرِ اسلامی کے قیام کے دوران حضرت عباس ہاشمیؓ اپنے قدیم دوست اور تجارتی ندیم حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اموی کو خیمہ نبوی کی طرف لے چلے تاکہ ان کو اسلام و رسول اکرم ﷺ کی حفاظت میں دے دیں۔ راستے میں حضرت عمر بن خطاب عدیؓ نے حضرت ابوسفیانؓ کو دیکھ لیا اور نعرہ لگا کر تیزی سے آگے بڑھے کہ دشمن اسلام ہاتھ آگیا اور اسے قتل کرنے کا سنہری موقع مل گیا لیکن حضرت عباسؓ ان کے آڑے آئے اور فرمایا: ”عمرؓ تم ان کو اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ بنو عبد مناف کے سردار ہیں، اگر تمہارے خاندان کے ہوتے تو تم ایسا نہ کرتے!“ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: ”آپ کے اسلام لانے پر مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی جتنی شاید مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے پر بھی نہ ہوتی۔“ بہر حال اسی وقت اور اسی موقع پر حضرت ابوسفیانؓ کے قبولِ حق نے اس اختلاف کو ختم کر دیا۔ (۲۲۷)

— حضرت ابوسفیانؓ اموی کی وجہ سے بعض قدیم ترین صحابہ کرام سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی کچھ تلخ بات چیت ہو گئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ امویؓ اسلام لانے سے پہلے چند لوگوں کے ساتھ حضرت بلال حبشیؓ، صہیب رومیؓ اور سلمان فارسیؓ کے پاس گئے۔ ان صحابہ کرام نے کنایہ کہا: کیا اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر ابھی تک اپنے مقام پر نہیں

پہنچیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت ابوسفیانؓ کے مقام و مرتبے کی رعایت سے ان صحابہ کرام سے کہا: کیا آپ لوگ قریش کے بزرگ سردار کے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خدمت نبویؐ میں جا کر یہ واقعہ بیان کیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ابوبکر تم نے شاید ان لوگوں کو ناراض کر دیا۔ ان کی ناراضی رب کی ناراضی ہے۔“ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فوراً ان تینوں جلیل القدر صحابہ کرام کے پاس پہنچ کر ان سے معذرت کی جو انہوں نے قبول کر لی۔ (۲۲۸)

بنو جذیمہ کے خلاف حضرت خالد بن ولیدؓ مخزومی کے اہم سریہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی شریک تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان کے جنگی قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا کہ وہ اور ان کے ساتھی ان کو قتل نہیں کریں گے کیونکہ وہ ان کے خیال میں مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت خالدؓ کا اقدام غلط فہمی پر مبنی تھا۔ ان کے اس اختلاف کی تصدیق بعد کے واقعات کے سبب سے بھی ہوتی ہے اور اس کو صحیح ثابت کرتی ہے۔ دراصل بہت سے صحابہ کرام کو حکم حضرت خالدؓ سے اختلاف تھا۔ (۲۲۹)

حضرت خالد بن ولیدؓ مخزومی کے سریہ بنی جذیمہ میں صحابہ کرام کے اختلاف و مطالبہ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ہاشمی کے سریہ یمن کے بارے میں اموال غنیمت کی تقسیم پر ان کے نائب سالار اور سپاہ کے اختلافات کا ذکر اور پرغزوات نبویؐ کے ضمن میں آچکا ہے۔ ان دونوں واقعات میں ایک دلچسپ جہت یہ ہے کہ بنو جذیمہ کے مقتولوں کی دیت ادا کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ ہی کو بھیجا تھا۔ اور دوسری جہت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے ان دونوں امیروں اور سالاروں کے موقف کی حمایت کی تھی کہ غلطی کے باوجود ان سے مواخذہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اسی سے امراء و عمال سے قصاص لینے کے احکام کا استنباط بھی کیا گیا ہے۔ (۲۳۰)

امامت نماز کا حق

سریہ ذات السلاسل میں حضرت ابوعبیدہؓ امدادی کمک لے کر حضرت عمرو بن العاص

سہمی کے پاس گئے تھے۔ ان دونوں بزرگ صحابہ میں اس پر اختلاف ہوا کہ اصل سالار اور قائد اعلیٰ کون ہے؟ حضرت عمرؓ بن العاص سہمی نے اپنی برتری اور قیادت کا حق بتایا اور حضرت ابو عبیدہؓ کو ماتحت سالار کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ بعض روایات میں یہ دلچسپ ذکر بھی آتا ہے کہ امامت نماز کے مسئلہ پر اختلاف ہوا تھا جو قیادت کبریٰ کی علامت تھی اور حضرت عمرؓ بن العاص سہمی نے اپنی امامت نماز کے حق کو بدل لیا منوایا تھا۔ (۲۲۱)

غلط حکم (منکر) کی عدم تعمیل

ایک سر یہ میں ایک انصاری صحابی سالار تھے۔ انہوں نے اپنے سپاہیوں سے کسی بات پر خفا ہو کر ان سے آگ جلوائی اور ان کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس سے اختلاف کیا کہ ہم آگ ہی سے تو بھاگ کر رسول اکرم ﷺ پاس آئے ہیں۔ بہر حال اتنے میں آگ ٹھنڈی ہو گئی اور سالار کا غصہ بھی۔ واپسی پر رسول اکرم ﷺ کو واقعہ بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے اچھا کیا کہ تعمیل حکم نہیں کی، اطاعت صرف معروف میں ہے، اگر تم ان کے غلط حکم کی تعمیل کرتے تو ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے۔“ (۲۲۲)

میدان جنگ سے فرار

غزوہ احد اور غزوہ حنین بالخصوص دو ایسے مواقع تھے جب بعض صحابہ کرام نے غیر متوقع حالات میں پیٹھ دکھائی تھی۔ حالات کی نزاکت اور بشری کمزوری کو مد نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اکرم ﷺ نے حدیث شریف میں ان کی معافی بیان کر دی تھی، تاہم بعض اختلافی فطرت کے حضرات و مخالفین نے اس کو طعن و اعتراض کا ہدف بنالیا۔ وہ دوسرے صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عثمانؓ بن عفان پر غزوہ احد میں فرار ہونے کا الزام ہی نہیں لگاتے بلکہ ان کے فضائل و حقوق سے بھی انکار کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کے اعتراض کا عمدہ جواب دیا تھا: ”اللہ نے تو ان لوگوں کو معاف کر دیا ہے لیکن تم لوگ معاف کرنے پر تیار نہیں ہو۔“ اور یہی فطرت مسلمان آج بھی جاری ہے۔ (۲۲۳)

شہادت یا خودکشی

غزوات و سرایا میں بعض مجاہدین کی شہادت پر اختلافِ فکر و نظر ہو گیا۔ وہ مشاہدہ کی غلطی بھی تھی اور تعبیر کی بھی۔ بعض مجاہدین کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور خود اپنی شہ رگ کاٹ دی۔ ان کے بارے میں بھی دو یا زیادہ آراء مل سکتی ہیں۔ بعض واقعات میں یہ بھی ہوا کہ صحابہ کرام جسے شہید سمجھتے رہے اسے زبان رسالت مآب ﷺ سے کسی گناہ کی پاداش میں دوزخ جانے کا اعلان ملا۔ اس قسم کے واقعات کی صحیح تعبیر کی ضرورت ہے۔ (۲۲۳)

حضرت عامرؓ بن اکوع سلمی مشہور صحابی حضرت سلمہؓ بن اکوع کے بھائی تھے۔ جنگ خیبر میں ان کا مقابلہ مشہور یہودی سالار مرحب سے ہوا۔ مقابلہ و مقاتلہ کے دوران حضرت عامرؓ کی چھوٹی سی تلوار خود ان کی شہ رگ کاٹ گئی اور وہ جان بحق ہو گئے۔ بعض لوگوں نے خیال کیا کہ ان کے سارے اعمال غارت ہوئے کیوں کہ وہ خودکشی کے مرتکب ہو گئے تھے۔ حضرت سلمہؓ نے رسول اکرم ﷺ کو بتایا کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ تو ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے ہتھیار سے خود ہی مرے ہیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی رائے غلط قرار دی اور ان کو مجاہد اور دہرے اجر کا حقدار قرار دیا۔ (۲۲۵)

دوسرا واقعہ ایک اور صحابی کا ہے جنہوں نے میدان جنگ میں زخمی ہو جانے کے بعد اپنی شہ رگ کاٹ دی تھی۔ ان کو دوزخی قرار دیا گیا ہے۔ ان کے واقعہ کا ایک پہلو یہ ضرور ہے کہ انہوں نے خودکشی کر کے حرام کا ارتکاب کیا تھا لیکن اس ایک حرام کے ارتکاب سے ان کے سارے ایمان و اعمال غارت جانے کا مفہوم ان سے کب نکلتا ہے۔ فرمان نبوی کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوزخ میں اپنی سزا پا کر مستحق مغفرت ہوں گے۔ (۲۲۶)

حضرت کر کرہؓ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے بڑی بہادری سے جہاد کیا اور شہادت حاصل کی۔ صحابہ کرام نے ان کی تعریف و تحسین کی اور ان کے جنتی ہونے کے بارے میں پختہ خیال ظاہر کیا مگر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان کو جنتی کہتے ہو اور وہ اس

وقت آگ میں ہیں کیونکہ انہوں نے مال غنیمت میں سے ایک معمولی چیز کا غبن کیا تھا۔ (۲۲۷)
 اس واقعہ و تبصرہ نبوی پر مختصر تبصرہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ شارحین نے ان کو جہنمی یا
 دوزخی قرار دے دیا ہے گویا کہ ان کے معمولی یا بڑے گناہ نے ان کے تمام عمل خطا کر دئے۔
 فرمان رسول اکرم ﷺ کا مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی سزا اس وقت بھگت رہے ہیں اور
 ظاہر ہے کہ بعد میں ان کی مغفرت کی جائے گی کہ وہ صاحب اعمال صالحہ اور صاحب ایمان
 تھے مگر بیشتر شارحین اور سیرت نگاران کو کافر قرار دیتے ہیں۔

مالی معاملات پر اختلاف

سماجی اختلافات میں مالی معاملات غالباً سب سے زیادہ کردار ادا کرتے ہیں کہ مشہور
 مقولے کے مطابق زن، زر اور زمین اکثر و بیشتر لڑائی جھگڑا پیدا کرتے ہیں۔ مال کی محبت بھی
 اکثر باعث فساد ہوتی ہے اور کبھی سماجی اختلاف عام مالی اختلاف بھی بن جاتا ہے۔ فوجی
 معاملات میں اموال غنیمت کی تقسیم اور اسلاب اعداء (دشمنوں کے ذاتی مال) کی حق طلبی کے
 واقعات کا باعث یہی فساد مال و زر تھا۔ ان کے علاوہ تجارت و زراعت، صنعت و حرفت، اجرت
 و مزدوری جیسے پیشوں میں اس قسم کے اختلافات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ بعض دوسرے معاملات
 جیسے عطایا اور وظائف وغیرہ میں بھی مالی اختلافات سامنے آتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ سے
 بعض صحابہ کرام کے مالی اختلافات کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

مالی امداد و کفالت

عہد نبوی اور عہد صحابہ کرام میں ایک مستقل اور محبوب سماجی روایت یہ تھی کہ مالدار
 افراد و طبقات بالعموم اپنے غریب و نادار اعزہ کی مالی امداد کرتے تھے اور بسا اوقات ان کے
 پورے پورے نفقات بلکہ خاندانوں کی کفالت کا پسندیدہ کام کرتے تھے۔ ان میں حضرت
 محمد رسول اکرم ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت نعیم بن عبد اللہ، حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

جیسے متعدد صحابہ کرام و شیوخ قریش تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق اپنے ایک خاص عزیز حضرت مسطح بن اثاثہ تمیمی کی مالی امداد کرتے تھے کہ وہ ان کے خالہ زاد بہن کے لڑکے تھے اور مفلس بھی۔ بدری صحابی ہونے کے باوجود حضرت مسطح واقعہً انک میں ملوث ہو گئے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگانے والوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق کو ان پر سخت غصہ آیا اور قسم کھالی کہ اب ان کی مالی کفالت نہیں کریں گے۔ سورہ نور: ۲۲ کی تزیل کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے حلف کا کفارہ دیا اور پھر سے ان کی مالی امداد جاری کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ”اولوا الفضل“ کو اپنے نادار اعزہ و اقرباء کی مدد کرنے اور ان کی غلطی معاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس قسم کے متعدد واقعات و احوال کا ذکر آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے علاوہ سیرتی روایات میں بھی ہے۔ (۲۳۸)

قرض اور ادائیگی

صحابہ کرام مالی روایات کے مطابق ایک دوسرے سے قرض لیتے تھے اور اسے مقررہ مدت تک ادا کرتے تھے۔ مقررہ مدت گزرنے یا مقروض کی عدم استطاعت کی بنا پر کبھی کبھی اختلاف ہو جاتا تھا۔ قرآن مجید نے قرض حسنہ کے بارے میں متعدد قواعد و ضوابط بنائے ہیں اور حدیث میں بھی ان کا ذکر ہے۔

حضرت ابن حذرؒ نے حضرت کعب بن مالک سے ایک رقم قرض لی۔ غالباً مدت گزرنے کے بعد حضرت کعب بن مالکؓ نے ان سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کیا۔ دونوں میں اس مسئلہ پر اختلاف ہو گیا اور دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے گھر میں ان کی آوازیں سنیں تو باہر آ کر تصفیہ کرایا کہ حضرت کعبؓ اپنا آدھا قرضہ معاف کر دیں اور حضرت ابن حذرؒ قرض کی آدھی رقم ادا کریں اور باقی کی فوری ادائیگی ان سے کروائی۔ اس تصفیہ اختلاف کا ایک اصولی تاظر بھی ہے۔ (۲۳۹)

اگرچہ حضرت ابوالیسر انصاری کے قرضہ کا معاملہ کچھ بعد کا ہے لیکن وہ قرض کے

بارے میں اسلامی احکام کو سامنے لاتا ہے۔ انہوں نے کسی شخص کو قرض دیا تھا اور جب وقت آیا تو وہ ان کے گھر وصولیابی کے لئے گئے۔ وہ ان کی آواز سن کی چھپ گئے۔ بہر حال باہر نکلے تو اپنی تنگدستی کا عذر کیا۔ حضرت ابوالیسرؓ نے ان کو مہلت دے دی اور یہ بھی کہہ دیا مگر نہ ادا کر سکیں تو قرضہ معاف ہے۔ (۲۳۰)

خمس پر اختلاف اہل بیت

دراصل بنو ہاشم، جن میں بنو علی بن ابی طالبؓ، بنو جعفرؓ، بنو عباسؓ وغیرہ شامل تھے، اموال غنیمت میں خمس پر اپنا حق سمجھتے تھے کہ وہ قرآنی ارشاد کے مطابق رسول اکرم ﷺ کے عزیزوں، رشتہ داروں (ذوی القربی) کا حصہ ہے، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی خیال تھا مگر ان کے بقول ہماری قوم (امت مسلمہ) نے اسے کھس تسلیم نہیں کیا۔ وہ اس پر وراثت کے احکام کا اطلاق نہیں کرتے تھے۔ نجدہ بن امرخا جی کے سوالات کے جواب میں حضرت ابن عباسؓ نے اس اختلاف صحابہ کرام کا ذکر لیا ہے۔ اس پر بہت سے صحابہ کرام کے اقوال و آراء کے علاوہ علماء کے مسالک کا ذکر بھی ملتا ہے۔ (۲۳۱)

میراث پر اختلافات صحابہ

مالی معاملات میں متعدد اختلافات بلکہ تنازعات صحابہ کرام کے درمیان عہد نبوی میں ابھرے۔ ان میں وہ اختلافات مالی بھی ہیں جو آیات/میراث، موارثت کے نزول سے قبل مختلف صحابہ کرام کے خاندانوں میں بالخصوص خواتین کو ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جاہلی انحرافات کی بنا پر خاندان کا مرد سربراہ اپنے میت مورث کے مال و جائیداد اور ترکہ کا وارث بن بیٹھا تھا اور عورتوں بالخصوص میت کی بیوی/بیوہ اور لڑکیوں کو ان کا حصہ نہیں دیتا تھا۔ ان کے ایسے بہت سے اختلافات اور دعوے عدالت نبوی میں فیصلہ کے لئے آئے اور آپ ﷺ نے احکام میراث کے نزول تک ان پر فیصلہ نہیں فرمایا۔ سنہ ۶۲۵ء میں آیات میراث کے مطابق ان

کے مقدمات فیصل فرمائے۔

آیات میراث کے شان و اسباب نزول میں بہت سے واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بہر حال ایک واقعہ ان کے نزول کا ذمہ دار نہ تھا بلکہ وہ روایت جاہلی اور طریقت معاشرت ذمہ دار تھا جس نے اس زمانہ خیر تک خون کے رشتہ داروں اور صحیح حقداروں کو ان کے حق سے محروم کر رکھا تھا۔ ان کے چند واقعات کا ذکر بطور مثال کیا جاتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ خزرجی غزوہ احد کے بعد سخت بیمار ہو گئے تو رسول اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ ان کی عیادت کو گئے۔ انہوں نے اپنی وفات کے خطرے یا خدشے کے پیش نظر رسول اکرم ﷺ سے اپنے مال کی وراثت کے بارے میں پوچھا تو میراث کے احکام کا نزول ہوا۔ بعض شارحین کرام نے مرحوم میت کی بیوہ کے وارث ہو جانے اور ان سے نکاح کر لینے کا ذکر کیا ہے جو قطعی غلط ہے۔ (۱۴۲)

میراث نبوی کا مسئلہ

رسول اکرم ﷺ نے خاص سنت انبیاء کے مطابق بہت پہلے اعلان فرمادیا تھا کہ ہم انبیاء نہ تو کسی کے وارث بنتے ہیں اور نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے کیوں کہ ہم جو کچھ مال و آراضی چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے یعنی وہ مال مسلمانوں اور بیت المال کا ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ اور ان سے زیادہ حضرت فاطمہؓ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا تھا کہ وہ رسول ﷺ کے مال کا حصہ آراضی فدک کے ترکہ کے وارث ہیں اور اس میں ان کو حصہ ملنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ حیات نبوی میں اس کا اظہار نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ خیال اس زمانے میں بھی تھا جس کا اظہار وفات نبوی کے معاً بعد ہوا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت فاطمہؓ کا سخت اختلاف اس مسئلہ پر رہا کیوں کہ حضرت خلیفہ اولؓ نے مطلوبہ آراضی ان کے سپرد کر دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس کا ملال و قلق ان کو تا زندگی رہا۔ اور ان کے خیال و فکر سے حضرت علیؓ بھی متفق تھے۔ اسی بنا پر

انہوں نے ابو بکر صدیقؓ کی بیعت خلافت میں تاخیر کی اور حضرت فاطمہؓ کی چھ ماہ بعد وفات کے بعد ہی بیعت کی اور وجہ بھی بیان کر دی کہ مجھے نہ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت سے انکار تھا اور نہ ان سے کسی قسم کا حسد و بغض تھا مگر میراث/ ترکہ نبوی میں ہم اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق سے ملال صرف یہ تھا کہ انہوں نے خود فیصلہ کر لیا اور ہم سے مشورہ تک نہ لیا۔ (۲۳۲)

مالی مدد کی پیشکش

ہجرت کا واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیس سے زیادہ صحابہ کرام کے ساتھ اعلانیہ ہجرت کی۔ ان کے رفقاء میں حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومیؓ بھی تھے۔ ان کے ماں جائے بھائی ابو جہل مخزومی وغیرہ نے ان کو آکر راستہ میں بتایا کہ ان کی ماں کی حالت خراب ہے اور وہ ان کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ حضرت عیاشؓ بے چین ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو سمجھایا کہ یہ سب مکر و فریب ہے۔ حضرت عیاش مخزومیؓ نے کہا کہ میں اس بہانے ماں کو بھی دیکھ آؤں گا اور مکہ میں میرا جو مال ہے وہ بھی اپنے ساتھ لے آؤں گا، کام آئے گا۔ حضرت عمرؓ کے سمجھانے بھگانے کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا میری یہ سواری (گھوڑا) لے جاؤ اور مکر و فریب دیکھ لینا تو اس سے نہ اترنا۔ وہ بہت سدھایا ہوا جانور ہے اور وفادار بھی۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ راستہ میں بہانے سے ان کے بھائیوں نے ان کا گھوڑا بھی لے لیا اور ان کی تلوار بھی ہتھیالی اور ان کو باندھ کر مکہ لے گئے جہاں ان کو قید کر دیا اور وہ مدتوں قید رہے۔ رسول اکرم ﷺ ان کے لئے دعا کرتے رہتے (۲۳۳)

سواری کی خرید

رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ہجرت کا شرف پانے کی خبر سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے دو اونٹنیاں خریدیں اور ان کو خوب فرہ کیا۔ بوقت ہجرت ان میں سے ایک رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ہدینا پیش کی۔ مگر رسول اکرم ﷺ نے اس خاص موقع پر وہ ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس کی قیمت ادا کی، حالاں کہ مکہ اور مدنی زمانے میں آپ ﷺ نے مالِ ابی بکر

صدیقؓ سے استفادہ فرمایا تھا۔ (۲۲۵) غالباً اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہجرت کے وقت سواری رسول اکرم ﷺ کی ذاتی ضرورت تھی اور دوسرے اوقات میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کے مال سے استفادہ اسلام اور مسلمانوں کی خاطر فرماتے تھے۔ اپنی نجی ضروریات پر ان کا مال نہیں خرچ کرتے تھے۔

مال جمع کرنے کا نظریہ

عام صحابہ کرام مال جمع کرنے اور اسے حاصل کرنے اور اسے خرچ کرنے کے حق میں تھے بشرطیکہ ان کے ذرائع حصول اور مصارف دونوں صحیح ہوں۔ اسی بنا پر متعدد اکابر صحابہ کرامؓ تجارت و صنعت اور زراعت وغیرہ کے ذریعہ مال کماتے تھے اور جمع کرتے تھے۔ وہ اغنیاء تھے۔ دوسری طرف حضرت ابوذر غفاریؓ کا شاؤ موقف تھا کہ مال کو نہ جمع کرنا چاہئے اور صرف ضرورت بھر کر لینا چاہئے۔ اور ضرورت سے زائد ہو تو اسے خرچ کر دینا چاہئے۔ وہ سورہ توبہ-۳۳ ”وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ کی شان نزول اور اطلاق دونوں میں منفرد تھے۔ تمام صحابہ کرام اس کی شان نزول اہل کتاب کے رویے سے متعلق مانتے تھے اور حضرت ابوذر غفاریؓ دونوں اہل کتاب اور اہل اسلام کے رویہ مال سے۔ اگرچہ ان کے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اموی، حضرت عثمان بن عفانؓ اموی، حضرت اخف بن قیسؓ وغیرہ اسے اختلاف کا معاملہ بلکہ اظہار بعد کا ہے، تاہم ان کا یہ اختلاف فکر و عمل شروع سے تھا جسے صحابہ کرام نے کبھی تسلیم نہیں کیا کیوں کہ آیت کریمہ صاف بتاتی ہے کہ جو لوگ فی سبیل اللہ سونے چاندی کو خرچ کرتے ہیں وہ اس جمع (کنز) کے مجرم نہیں ہیں۔ اسی باب میں کئی احادیث صحابہ سے مروی ہیں کہ مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد وہ کنز (خزانہ) نہیں رہ جاتا۔ اور نفل صدقات وغیرات تو مالداروں کو مساکین اور ناداروں پر فضیلت کی ضمانت دیتے ہیں۔ (۲۲۶)

اموال غنیمت اور اسلاب پر اختلاف

غزوات و سرایا میں حریف و دشمن سے ملنے والے مال غنیمت اور ان کے ذاتی اسباب جیسے تلوار، زرہ بکتر وغیرہ، جس کو سلب کہا جاتا تھا، پر مجاہدین کے دو فریقوں میں اختلاف ہو جاتا تھا کہ اس کا صحیح حقدار کون ہے۔ بعض اوقات جنگی حالات کی غیر یقینی صورت حال یا ایک مقتول میں شریک ایک سے زیادہ صحابی یا آخری قتل کرنے والے شخص کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے بھی اختلافی صورت بن جاتی تھی۔ اس کا امکان ذرا کم تھا وہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ایسا کرتے تھے۔ اصل ذمہ داری احوال و حالات کے ابہام کے سر جاتی تھی۔ بہر حال دوسری صورت اختلاف یہ تھی کہ شرکاء غزوہ و سریرہ تقسیم غنائم اور فہم پر اختلاف کرتے تھے۔ اس میں غلط فہمی کا عنصر زیادہ ہوتا تھا یا اپنے حق جتانے کا بھی۔

غزوہ بدر

ابو جہل مخزومی کو حضرت عفراء کے دو بیٹوں۔ حضرت معاذؓ و معوذؓ نے قتل کیا تھا لیکن ابھی اس میں جان باقی تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو پہچان کر اس کا کام تمام کر دیا اور اس کا سلب لے لیا، فرزند ان عفراءؓ کا اس پر اختلاف ہوا اور فیصلہ نبوی سے وہ دور ہوا۔ (۳۷) ایسے متعدد واقعات سلب ملتے ہیں جن میں دو یا زیادہ صحابہ کرام کو مقتول دشمن کے اسلاب پر دعویٰ ہوتا تھا جو اختلاف کا باعث بن جاتا تھا۔

سریہ موت

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگ میں فتح حاصل کر لی تو حضرت عوف بن مالک حمیریؓ نے اپنے مقتول کافر کے سلب کا مطالبہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے زیادہ جان کر دینے سے انکار کیا۔ حضرت عوف بن مالکؓ نے حضرت خالدؓ کو اصول نبویؐ بھی یاد دلایا۔ بہر حال مدینہ منورہ پہنچ کر یہ اختلاف و تنازعہ عدالت نبویؐ میں پہنچا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت خالدؓ کی دلیل سننے کے باوجود سلب مذکور مجاہد کو دے دینے کا حکم دیا۔ حضرت عوفؓ نے اس موقع پر حضرت خالدؓ کی چادر کھینچ کر کہا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہی ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عوفؓ کی سختی کو ناپسند فرمایا اور حکم دیا کہ اب وہ سلب ان کو نہ دیں۔ یہ دراصل امراء و حکام کے ادب و مقام کا معاملہ بھی بن گیا تھا کہ ایک ماتحت سپاہی نے اپنے امیر کے ساتھ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا تھا۔ (۲۳۸)

غزوہ حنین

حضرت ابوقادہؓ نے ایک مشرک کو قتل کیا مگر اس کے قتل میں ایک اور مجاہد بھی شریک تھے بلکہ انہوں نے ہی حضرت ابوقادہؓ کو اس مشرک کے چنگل سے نجات دلائی تھی۔ بہر حال اس مشرک کا سلب ایک صحابی کے ہاتھ لگا۔ اعلان نبویؐ سننے کے بعد حضرت قنادہؓ نے اس کے سلب پر اپنا حق جتایا لیکن تین بار کے بعد بھی کسی شخص نے ان کے حق میں گواہی نہیں دی۔ بالآخر اس مجاہد نے رسول اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ ان کا سلب میرے پاس ہے اور ان کو راضی کر دیجئے کہ وہ مال مجھے دے دیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس مجاہد کو بتایا کہ وہ ابوقادہؓ کا حق ہے لہذا تم کو نہیں ملے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ سچ کہتے ہیں اور وہ سلب حضرت ابوقادہؓ کو دے دیا جس کو بیچ کر انہوں نے بنو سلمہ کے محلہ میں کھجور کا ایک باغ خرید لیا۔ (۲۳۹)

عالم صدقہ کی تقرری

خاندان بنی ہاشم کے دو بزرگوں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے آپس میں مشورہ کیا کہ وہ دونوں اپنے فرزندوں فضل بن عباسؓ اور

عبدالطلب بن ربیعہؓ کو عامل صدقات بنانے کی سفارش کریں۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے ان کی تجویز سے اختلاف کیا اور بتایا کہ رسول اکرم ﷺ ان ہاشمی لڑکوں کو عامل صدقات کے عہدے نہیں دیں گے۔ حضرت ربیعہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ تم صرف حسد کی وجہ سے اختلاف کر رہے ہو حالاں کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ سے تمہاری دامادی کے معاملہ میں کبھی نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں لڑکوں کو خدمت نبوی میں بھیجنے کا مشورہ دیا اور خود وہیں قسم کھا کر بیٹھے رہے تا آن کہ وہ دونوں خدمت نبوی سے پلٹ کر آجائیں۔ ان کا کہا سچ ہوا۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو عامل صدقات بنانے سے انکار فرما دیا تھا۔ (۲۰۰)

موکفۃ القلوب کے عطایا

رسول اکرم ﷺ نے غزوہ حنین کے بعد متعدد اکابر قریش اور شیوخ قبائل کو عطایا سے نوازا تھا، ان میں سے کسی کو زیادہ عطا فرمایا اور کسی کو کم اور کسی کو کچھ نہیں دیا۔ بعض کم عطایا پانے والوں میں سے ایک حضرت عباسؓ بن مرداس سلمیؓ تھے جو بنو سلیم کے بڑے سردار اور معروف شاعر تھے۔ ان کو سوانٹوں سے کم کا عطیہ ملا تھا جس کا ذکر انہوں نے اپنے اشعار میں اس طرح کیا کہ عیینہ بن حصین فزاری اور اقرع بن حابس تمیمی کے حصوں کے درمیان سو مقرر فرماتے ہیں حالاں کہ میں ان دونوں سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی سو اونٹ پورے کر دئے اور ان کے بلند تر مقام کو تسلیم فرمایا۔ اس واقعہ پر مختلف جہات سے بحث کی جاسکتی ہے۔ (۲۰۱)

مال صدقہ

حضرت یزید بن معنؓ نے کچھ دینار کا صدقہ نکالا اور مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھوا دیا کہ کسی مستحق شخص کو دے دیں۔ اتفاق سے ان کے اپنے فرزند حضرت معنؓ بن یزید ہی وہ مال صدقہ لے آئے۔ والد ماجد کو معلوم ہوا تو کہا یہ تمہارے لئے تو نہیں نکالے تھے اور معاملہ عدالت نبوی میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے یزید! تم کو تمہاری نیت کا اجر مل گیا اور

اے معن! تم نے جو لے لیا وہ تمہارا حق ہے۔ وہ کافی مسکین شخص تھے۔ اس پر بحث علماء و فقہاء بھی ہے کہ صدقہ کا مال باپ بیٹے کو دے سکتا ہے یا بیٹے کا اس پر حق ہو سکتا ہے۔ (۲۵۲)

معمولی صدقات پر طرز

اسلامی تعلیمات میں صدقہ و انفاق مال میں اصول یہ ہے کہ انسان خلوص سے اپنی بساط کے مطابق صدقہ دے اور اپنا مال غریبوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرے لیکن فطرت انسانی کی بوالعجبی ہے کہ وہ مالی خظیر اور بڑے صدقات کو خاطر میں لاتا ہے اور معمولی صدقات کو حقیر ہی نہیں سمجھتا بلکہ اس پر طرز و تشنیع بھی کرتا ہے۔ عہد نبوی کے انسانی معاشرے میں بھی یہ کمزوری پائی جاتی تھی۔ حضرت ابوخیثمہؓ کے ایک صاع کھجور صدقہ کرنے پر طرز کی نسبت بالعموم روایات میں منافقین کی طرف کی جاتی ہے۔ دوسرے صحابی حضرت ابو عقیلؓ نے صرف نصف صاع کا صدقہ دیا تھا اور طرز کا نشانہ بنے تھے۔ (۲۵۳)

بعض غزوات بالخصوص غزوہ تبوک اور دوسرے قومی و اسلامی معاملات میں رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے صدقات و عطیات دینے کو کہا۔ مالدار صحابہ کرام نے خظیر اموال کے عطیات پیش کئے جن میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ وغیرہ کے صدقات بہت بڑے تھے۔ متعدد کمزور و غریب صحابہ کرام نے بھی اللہ کی راہ میں مال دینے کی چاہت کی اور محنت مزدوری کر کے کوئی چند مٹھی جو لایا، کوئی تھوڑی سی کھجوریں لایا۔ ان کے معمولی صدقات کو دیکھ کر بعض لوگوں نے طرز کیا کہ اتنے سے مال کی کیا ضرورت تھی۔ اس پر قرآن مجید نے ان طعن کرنے والوں کی گرفت کی اور رسول اکرم ﷺ نے غریب و نادار صحابہ کرام کے صدقات کی تعریف کی اور ان کا اعزاز و اکرام کرنے کی خاطر ان کو کھانوں کے ڈھیر پر بکھیر دیا کہ وہ ان سب کے لئے بھی باعث برکت و قبولیت بن جائیں۔ دراصل صدقات بساط کے مطابق اور اخلاص کے ساتھ کرنے کی ہی حیثیت ہے۔ (۲۵۴)

ردی صدقات کا جذبہ

ایک دوسری انسانی کمزوری اور مالی لالچ کا اظہار ان لوگوں نے کیا جنہوں نے جان بوجھ کر ردی صدقات دئے۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک اسلامی فلاحی روایت یہ قائم ہوئی کہ آپ ﷺ کی تحریک پر مالدار اور صاحب مال صحابہ اپنے باغات کی کھجوروں کے بڑے بڑے خوشے لاکر مسجد نبوی میں ستونوں سے لٹکا دیتے تھے تاکہ نادار و مفلس صحابہ کرام ان سے پیٹ کی آگ بجھالیا کریں۔ ان خوشوں کی دیکھ بھال اور تقسیم کے لئے آپ ﷺ نے ایک مکرم صحابی کو نگران بھی مقرر کیا تھا۔ انہوں نے ایک دن یہ شکایت کی کہ بعض لوگ بہت ردی کھجوروں کے خوشے مسجد میں لٹکا گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو ملاحظہ فرمایا تو تکبیر فرمائی کہ صدقہ و خیرات میں اچھا مال دینا چاہئے، نہ کہ ردی بیکار چیزیں۔ (۲۵۵)

خمس میں حصہ کا مسئلہ

حضرت خالد بن ولید مخزومیؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن پر ایک قبیلہ کے خلاف لشکر دے کر بھیجا۔ انھوں نے فتح حاصل کی اور بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس میں سے خمس لینے کے روانہ فرمایا۔ بطور افسر خمس حضرت علیؓ نے خمس میں سے ایک باندی، کنیز لے لی جس پر حضرت بریدہ بن حصیب سلمیٰؓ کو سخت اختلاف ہوا۔ انھوں نے سالار اعلیٰ حضرت خالدؓ سے شکایت کی کہ حضرت علیؓ نے غالباً اپنے حق سے زائد حصہ لے لیا ہے مگر انھوں نے کچھ نہ کہا۔ حضرت بریدہؓ نے واپسی پر رسول اکرم ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بریدہ! علیؓ سے بغض نہ رکھو کیوں کہ خمس میں ان کا حصہ اس سے زیادہ ہے۔ اس میں بغض علیؓ کا بھی ذکر ہے (۲۵۶)۔ بعد میں حضرت بریدہؓ حضرت علیؓ سے بہت محبت کرنے لگے تھے۔

زمین کی ملکیت پر تنازعہ

کنوئیں (بئر) کے ساتھ بالعموم آراضی کا ایک قطعہ بھی ہوتا تھا جو اسے اصطلاحی

”مال“ بنانا تھا۔ حضرت اشعث بن قیسؓ کا ایک کنواں ان کے چچا زاد بھائی کی آراضی سے ملحق تھا۔ دونوں میں کنوئیں کی ملکیت پر اختلاف و نزاع پیدا ہوا۔ حضرت اشعثؓ نے رسول اکرم ﷺ سے رجوع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ثبوت کے لئے دو گواہ پیش کرو، اگر تمہارے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس (دوسرے فریق) سے قسم لی جائے گی۔ حضرت اشعثؓ نے کہا: یا رسول اللہ! وہ تو قسم کھالے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال ہڑپ لیا وہ اللہ کے غیظ و غضب کا شکار ہوگا۔ بعد کا واقعہ یہ ہے کہ حریف مخالف نے جھوٹی قسم نہیں کھائی تھی اور معاملہ باہمی اتفاق سے سلجھ گیا تھا۔ (۲۵۷)

زمین کی ملکیت کے معاملے پر حضرت امرو القیسؓ کنڈی اور حضرت ربیعہ بن عبدان حضرمیؓ کے درمیان سخت جھگڑا ہو گیا۔ دونوں عدالت نبوی میں پہنچے۔ حضرت ربیعہؓ نے کہا کہ حضرت امرو القیسؓ نے ان کے باپ کی زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے۔ جب کہ حضرت امرو القیسؓ کا دعویٰ تھا کہ وہ زمین میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ مدعی کا اس زمین پر کوئی حق نہیں۔ حضرت ربیعہؓ سے رسول اکرم ﷺ نے ثبوت مانگا جو نہیں دے سکے تو آپ نے حضرت امرو القیسؓ سے قسم کھانے کو کہا۔ حضرت ربیعہؓ نے کہا کہ وہ تو قسم کھالیں گے اور کسی چیز کی پرواہ نہ کریں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے اس معاملے میں بھی جھوٹی قسم کھانے والے کے لئے عذاب و غضب الہی کا ذکر فرمایا۔ (۲۵۸)

قصاص و دیت

عہد نبوی کے قبائلی نظام میں انسانی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے ویت و قصاص کا نظام رائج تھا اور اسے رسول اکرم ﷺ نے میثاق مدینہ کی اولین گیارہ شقوں اور متعدد احادیث کے مطابق قبول کر لیا تھا۔ قبیلہ وطن کے خاندانی یا قبائلی روایات کا بھی اس میں لحاظ کیا گیا تھا۔ قرآن مجید میں جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان کے اصول قصاص اور زخموں کے قصاص و دیت کا بھی ذکر ہے۔ کبھی کبھی ان قواعد و قوانین

قصاص و دیت کے نفاذ و اطلاق میں اختلاف بھی پیدا ہو جاتا تھا۔ یہودی قبیلوں نے بھی خاص کر بنو نضیر نے اس سے اتفاق کر کے اختلاف کیا تھا۔ صحابہ کرام کے افراد و طبقات کے اختلاف کی صورتیں بھی بہت دلچسپ اور معنی خیز تھیں (۲۵۹)۔ چند واقعات اختلاف کا ذکر:

مشہور صحابیہ حضرت ربیع بنت نصرؓ نے ایک لڑائی جھگڑے میں ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا۔ حضرت ربیع کے اعزہ نے زخمی لڑکی کے خاندان والوں سے معاف کرنے کی درخواست کی، مگر انھوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور عدالت نبوی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ رسول اکرم ﷺ نے قصاص کے قانون قرآنی کے مطابق حضرت ربیع کا دانت توڑ دینے کا حکم دیا۔ ان کے چچا حضرت انس بن نصرؓ مستجاب الدعوات تھے۔ انھوں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس کا دانت تو نہیں توڑا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کی لاج رکھ لی اور بالآخر زخمی لڑکی کے دلی نے قصاص کے بدلے دیت پر رضامندی ظاہر کر دی اور حضرت ربیع کا دانت بچ گیا۔ (۲۶۰)

آزاد کردہ غلام و باندی کا حق و لاء

غلاموں اور باندیوں کے دلی ان کے مالک و آقا ہوتے تھے۔ یہ عرب جاہلی اور عہد نبوی دونوں کا مسلمہ اصول تھا۔ غلام و باندی جب آزاد ہوتے تو ان کے حق و لاء کی دو صورتیں تھیں: ۱- آقا خود آزاد کرتا تو وہی حق و لاء کا مستحق ہوتا تھا۔ ۲- کوئی دوسرا شخص کسی اور کے غلام و باندی کو خرید کر آزاد کرتا تو آزاد کرنے والے کو حق و لاء مل جاتا تھا۔ یہ دونوں بھی مسلمہ تھے۔ ان کے پیچھے یہ اصول کارفرما تھا کہ حق و لاء آزاد کرنے والے کا حق ہے۔ غلام اور باندی اسی آزاد کرنے والے کے ساتھ وابستہ رہتے اور مولیٰ کہلاتے۔ اختلاف اور جھگڑے کی صورت اس وقت پیدا ہوتی جب سابق مالک و آقا اپنے غلام و باندی کا حق و لاء آزاد کرانے والے سے لینا چاہتا تھا۔

حضرت بریرہؓ مشہور صحابیہ تھیں اور وہ مدینہ کے ایک خاندان کی باندی تھیں: انھوں

نے اپنے مالکوں سے ایک رقم مقرر کی جسے زیرِ مکتبت کہا جاتا ہے کہ وہ اسے ایک مخصوص مدت میں ادا کر دیں تو وہ آزاد ہو جائیں گی۔ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مالی مدد لی اور ان کو آزادی مل گئی۔ ان کے سابقہ مالکوں نے جھگڑا اٹھا دیا کہ وہی حضرت بریرہؓ کے مولیٰ/ولی رہیں گے۔ جس سے حضرت عائشہؓ نے اختلاف کیا اور رسول اکرم ﷺ نے قانونِ ولاء کے مطابق فیصلہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حق میں کر دیا۔ حضرت بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی مولاۃ بن گئیں۔ (۲۱۱)

ایسے اور واقعات اختلافِ ملے ہیں جن میں حق ولاء باعثِ فساد بنا تھا۔ کتبِ حدیث و سیرت بالخصوص صحیحین کی کتاب العتق اور کتاب البیوع وغیرہ میں ان کے واقعات کے ساتھ ان کے احکام و قوانین بھی مذکور ہیں۔

معاشی و اقتصادی امور پر اختلاف

دوسرے شعبوں کی مانند اقتصادی اور معاشی معاملات میں بھی اکثر و بیشتر اختلافِ فکر و نظر واقع ہو جاتا تھا جو اختلافِ عمل بن جاتا تھا۔ اس کی غالباً سب سے بڑی وجہ حدیث و فرمانِ نبوی کی تفہیم میں کسی فریق کا قصور ہوتا تھا اور کبھی اس کی تعبیر و اطلاق میں وہ غلطی کر جاتے تھے۔ ان میں زراعت سے متعلق امور بھی شامل تھے اور تجارت کے معاملات بھی۔ اجرت و حرفت کے متعلق بھی بعض نزاعات و اختلافات ملتے ہیں۔ بعض معاملات میں وجہ اختلاف اور اس کی تفصیل بھی مل جاتی ہے اور بعض میں اختلاف کا ذکر تو ملتا ہے اور صورت کا ذکر نہیں ہوتا البتہ شارحین اس کی تفسیر و تشریح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے بعض اختلافات ذیلی عناوین کے تحت بیان کئے جاتے ہیں:

زراعت: تبادلہ اجناس

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں ذکر آتا کہ دونوں اجناس کے باہمی تبادلے کے بارے میں اختلافاتِ نظر رکھتے تھے اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس جا کر اس مسئلہ کی تحقیق کی تھی۔ (۲۶۲)

زرعی زمین / آراضی کرایے پر دینے کا معاملہ

حضرت رافع بن خدیج انصاریؓ کے خاندان کے پاس کافی زرعی آراضی تھی۔ وہ ان پر خود کھیتی باڑی کرتے تھے اور کچھ آراضی کرائے پر دیتے تھے۔ بٹائی پر دینے کے اس طریقے میں

فریقین کے حصے پیداوار میں متعین کر دیتے تھے۔ غالباً ان کا معاملہ یہ تھا کہ وہ آراضی ہی کرایہ یا بٹائی پر دیتے تھے اور جب اس میں کم یا بالکل پیداوار نہ ہوتی تو کرایہ دار/بٹائی والے کو نقصان ہوتا۔ لہذا رسول اکرم ﷺ نے ایسی بٹائی کو منع فرمایا۔ حضرت رافعؓ اور ان کے چچا حضرت ظہیرؓ کی یہ روایت ہے اور اس میں بٹائی کی تفصیل بھی ہے۔ یہ بخاری کی کتاب المزارعة کی روایت حضرت رافعؓ ہے۔

بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آراضی کو بٹائی پر اور کرایے پر دینے کا عام تعامل صحابہ کرام اور سماجی رواج تھا۔ حضرت ابن عمرؓ جیسے صحابہ بھی اپنی آراضی بٹائی پر دیتے تھے۔ ان کو حضرت رافعؓ اور ان کے چچا کی روایت سے اختلاف تھا۔ تاہم وہ اس کی تردید نہ کر سکے کہ شاید بعد میں ممانعت ہو گئی ہو اور اس کی انھیں خبر نہ ہو۔

بعض شارحین نے وضاحت کی ہے کہ حضرت رافعؓ اور ان کے عم مکرم نے پوری حدیث نہیں سنی تھی۔ مجلس نبوی میں وہ جب پہنچے تو کچھ ارشاد نبوی گزر چکا تھا اور انھوں نے بعد کی بات سنی۔ بہر حال یہ تعبیر حدیث کے علاوہ دوسرے زرعی مسئلہ کا معاملہ بھی ہے۔ (۲۶۳)

سینچائی کے پانی کا مسئلہ

مدینہ منورہ میں مہاجرین کی آمد کے بعد انصار کرام نے بے مثال فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام افتادہ آراضی کے علاوہ بہت سی زرعی آراضی رسول اکرم ﷺ کے حوالے کر دی اور مہاجرین کو اپنے باغات اور کھیتوں میں بھی برابر کا مالک بنا لیا۔ ایسی ہی ایک زرعی زمین صحابی جلیل حضرت زبیرؓ بن عوام اسدی کو بھی عطا ہوئی جو ایک انصاری کی زرعی آراضی سے ملحق مگر پہلے واقع تھی۔ دونوں پڑوسیوں میں پانی کی مقدار پر اختلاف ہوا۔ مقدمہ دربار عدالت میں آیا اور رسول اکرم ﷺ نے فیصلہ دیا کہ اپنے کھیت کو پانی دینے کے بعد حضرت زبیرؓ اپنے انصاری پڑوسی کے کھیت کے لئے پانی چھوڑ دیا کریں۔ انصاری کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ یہ فیصلہ آپ ﷺ نے ان کے حق میں اس لئے کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد

بھائی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو انصاری کی بات پر غصہ آگیا اور پھر فرمایا کہ زیر اپنے کھیت کو پانی دینے کے بعد بھی پانی روکے رکھو حتیٰ کہ وہ منڈیر تک پہنچ جائے اور پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑو۔ پہلے فیصلہ میں انصاری کا زیادہ خیال کیا تھا مگر ان کی بیجا ضد و طنز نے حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا حق دلا دیا۔ اسی پر سورہ نساء: ۶۵ کا نزول ہوا تھا۔ (۲۶۳)

آراضی/باغات کی اولاد میں تقسیم

حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے ایک فرزند حضرت نعمان بن بشیرؓ کو ایک آراضی/باغ کا عطیہ دیا۔ ان کی بیوی حضرت عمرہ بنت رواحہ خزرجی رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر سے کہا کہ اس عطیہ سے میں اسی وقت راضی ہوں گی جب تم اس پر رسول اکرم ﷺ کو گواہ بنالو۔ حضرت بشیرؓ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی تو آپ ﷺ نے استفسار فرمایا: کیا تمہارے اور بھی بچے ہیں اور کیا ان کو بھی ایسا عطیہ دیا ہے؟ حضرت بشیرؓ نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔ یا تو وہ عطیہ نعمانؓ سے واپس لو یا سب کو برابر برابر عطا یا دو۔ بعض روایات میں ہے کہ انھوں نے وہ عطیہ واپس لے لیا اور بعض کے مطابق سب کو برابر برابر دیا۔ (۲۶۵)

مال (مہر) واپس لینے کا مطالبہ

حضرت عیمرؓ نے لعان کے ذریعہ اپنی اہلیہ سے علیحدگی اختیار کی تو ان سے مال مہر کی واپسی کا مطالبہ کیا اور رسول اکرم ﷺ سے امداد چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو اس مال کے بدلے تم نے اس کی شرم گاہ کو حلال کر لیا تھا، اور اگر جھوٹا الزام لگایا ہے تو واپسی مال کا مطالبہ اور بھی ناحق ہے۔ (۲۶۶)

تجارت

لین دین کے معاملات میں فریقین یا زیادہ فریقوں کے درمیان بسا اوقات مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، جن سے کبھی کبھی دوسرے لوگ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ خریدنے والے

(مشری) اور بیچنے والے (بائع) کے درمیان اختلافات بہت زیادہ اور متعدد اسباب سے ہوتے ہیں۔ ان میں کسی فریق کی ہٹ دھرمی، دھوکہ دھرمی، فریب کے علاوہ قیمت پر، اس کی ادائیگی پر اور مدت ادائیگی پر بہت اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ طاقتور لوگ اجنبی اور کمزور تاجروں کے مال دبا لیتے تھے، نہ مال دیتے تھے اور نہ قیمت۔ ان کے معاملے میں بسا اوقات دوسرے افراد و طبقات محض حق و انصاف کی خاطر شریک ہو جاتے اور اختلاف کے ایک فریق بن جاتے جیسے رسول اکرم ﷺ نے بعض غیر مسلم اکابر قریش سے اجنبی تاجروں کا مال یا اس کی قیمت ان کو دلائی تھی (۲۶۷) اسی طرح کے بعض تجارتی لین دین پر رسول اکرم ﷺ سے بعض بدوی اور شہری صحابہ نے اختلاف کیا تھا۔ بعض سودوں پر فریقین — بائع و مشتری — کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی اختلاف کر کے اسے نئی جہات دے دیں۔ ان کے بعض واقعات پیش ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری خزرجیؓ نے رسول اکرم ﷺ کی فرمائش پر کہ آپ کے ہاتھ اپنا اونٹ بیچ دیں اختلاف کیا کہ ان کے پاس صرف وہی ایک اونٹ تھا جس پر وہ پانی بھر کر لاتے تھے۔ بہر حال وہ فروخت پر راضی ہوئے تو قیمت پر تکرار ہوتی رہی۔ بہر حال چار دینار میں سودا ہو گیا۔ یہ خرید و فروخت کا معاملہ ایک غزوہ سے واپسی کے دوران سفر میں ہوا تھا لہذا حضرت جابرؓ نے مدینہ تک اس پر سواری کرنے کی شرط لگا دی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کر لی۔ مدینہ پہنچ کر بہر حال انھوں نے وہ اونٹ رسول اکرم ﷺ کو دے دیا اور قیمت وصول کر لی۔

اس خرید و فروخت پر ایک اور اختلاف پیدا ہوا۔ حضرت جابرؓ کے ماموں نے اونٹ بیچنے پر اختلاف کیا لیکن حضرت جابرؓ اپنے وعدے پر قائم رہے۔ اس کا انعام یہ ملا کہ رسول اکرم ﷺ نے ان کو ان کا اونٹ بھی ہدیہ کر دیا۔ خریداری تو محض احسان کرنے کا بہانہ تھی۔ (۲۶۸)

سیاسی اختلافات

خلافت نبوی کا مسئلہ کافی گہمیر تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی جانشینی اور خلافت کا خیال کئی دور سے پیدا ہو گیا تھا۔ صاحبان بصیرت نے اعلان رسالت کے اوّل روز سے اسلامی غلبہ اور حکومت نبوی کے قیام کا احساس کر لیا تھا اور اس کی پیش گوئی بھی کر دی تھی۔ اکابر قریش کے ایک بڑے طبقہ کو رسول اکرم ﷺ کی فرمانروائی سے ہی خدشہ تھا اور اس کو اپنی چودھراہٹ کے لئے خطرہ سمجھ کر مخالفت کرتے تھے۔ اسلامی تبلیغ و اشاعت کی کامیابی نے اس کے امکانات کو اور بھی واضح کر دیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے جب قبائل عرب سے ہر سال ایمان و اسلام کے ساتھ نصرت و حمایت طلب فرمانے کا سلسلہ شروع کیا تو اکابر و شیوخ قبائل کو اس کا یقین ہو گیا اور ان میں سے بعض نے اس میں حصہ مانگا اور بعض نے خلافت طلب کی اور آپ ﷺ نے اس سے صاف انکار کر دیا کہ وہ عطیہ الہی ہے جسے چاہے گا اسے عطا فرمائے گا۔ (۲۶۹) اکابر صحابہ بھی اس خلافت و جانشینی کے بارے میں متفکر تھے اور بعض کے دلوں میں اس کا استحقاق یا اس کا دعویٰ بھی پیدا ہو گیا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کے مرض الوفاۃ میں اس مسئلہ خلافت پر حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور علیؓ بن ابی طالب کے درمیان اختلاف ہوا۔ حضرت عباسؓ نے مرض میں افاقہ دیکھ کر حضرت علیؓ سے کہا: اللہ کی قسم، تین دن بعد تم دوسروں کے ماتحت بن جاؤ گے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے کیونکہ میں بنو عبدالمطلب کے چہروں سے ان

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

کی موت کو پہچان لیتا ہوں لہذا ہم کو رسول اللہ ﷺ سے جا کر معلوم کر لینا چاہئے کہ اس معاملہ (امر خلافت) میں ہمارا بھی حصہ ہے یا نہیں۔ دونوں صورتوں میں ہمارا موقف طے ہو جائے گا اور ہدایت بھی مل جائے گی۔ مگر حضرت علیؓ نے اس مسئلہ پر رسول اکرم ﷺ سے کوئی بات کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عباسؓ سے اختلاف کی ایک صورت یہ ہوئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے بعض روایات کے مطابق فرمایا کہ اگر رسول اکرم ﷺ نے آج منع فرما دیا تو ہمیں خلافت کبھی نہیں ملے گی۔ بنو ہاشم کے بعض دوسرے اکابر کا بھی یہی خیال تھا۔ بعض دوسرے اکابر قریش بالخصوص بزرگ تر خاندان بنو عبد مناف۔ میں بعض اموی اور نوفلی حضرات نے بھی قرابت نبوی کی بنا پر خلافت پر اپنا استحقاق سمجھ لیا تھا اور اسی نے وفات نبوی کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت سے انکار اور بیعت سے گریز کی صورت اختیار کی تھی جو بعد میں بدل گئی۔ (۲۷۰)

محاکمہ: خاتمہ کتاب اختلاف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محاکمہ

(الف) منصوص امور

منصوص معاملات میں کسی اختلاف کی گنجائش تھی اور نہ وہ عہدِ نبوی میں فریقین کے درمیان ہوتا ہی تھا، کیونکہ ان تمام امور میں وحی الہی۔ قرآن و حدیث۔ قطعی فیصلہ کر دیتے تھے اور ان کے سامنے کسی کو دم مارنے کی بھی مجال نہ تھی لیکن انسانی فطرت کی کمزوریوں اور بشری جبلت کی رنج کلاہیوں نے بعض اوقات اس قطعی معاملہ میں بھی گل کھلائے۔ بھول چوک، سہو و نسیان، خطا و غلطی اور ان جیسی دوسری متعدد کمزوریاں انسانی بشری پیکروں میں رکھی گئی ہیں۔ بقول حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فطرت بشر میں ودیعت کردہ قوت ملکیت اور قوت بہیمیہ میں ہر آن تصادم ہوتا رہتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کی فکر و کوشش میں رہتی ہیں۔ نبوی تعلیم و تربیت دراصل تہذیب نفس کا وسیع کام کرتی ہے۔ اس کے ذریعہ انسان کی قوت ملکیت قوت بہیمیہ پر غالب آکر اس کو اپنی چاکری میں لگالیتی ہے۔ اس کا فنا کرنا مقصود نہیں ہے۔ پیغمبران الہی بالعموم اور رسول اکرم ﷺ بالخصوص اپنی اپنی قوت ملکیت کے غلبہ و سلطانی سے قوت بہیمیہ کی شیطانی پر قابو پا چکے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی حدیث شریف میں آپ کے شیطان اور نفس دونوں کے مسلم ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ان کی کامل ترین تہذیب ہو چکی تھی۔ تاہم سہو و نسیان اور بعض دوسری بشری کمزوریوں کا خاتمہ خاص مصالح سے نہیں کیا گیا تھا

کہ اسوہ بھی قائم کرنا تھا۔

بعض دوسرے جسمانی عوارض کی مانند رسول اکرم ﷺ کے سہو و نسیان کے بعض مظاہر بالا ارادہ وجود میں لائے گئے جیسے بعض نمازوں میں ایک رکعت کم یا ایک رکعت زیادہ پڑھا دینے پر بعض صحابہ کرام نے سہو و نسیان کا خیال کیا اور ان کے اختلاف کو صحابہ کرام کی تائید ملی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشری کمزوری کی وجہ سے فرض کی کوتاہی دور کر دی۔ نبوی عصمت کے عقیدہ و واقعیت کے یہ خلاف نہیں ہے کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کی کسی امر دین اور معاملہ شریعت میں غلطی و خطا کو باقی نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ فوراً اس کی اصلاح کر دی جاتی تھی خواہ وحی الہی کے ارشاد پر ہو یا اہل ایمان کے اختلاف کے ذریعہ۔ تمام منصوص معاملات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی بنا پر صحابہ کرامؓ کا اختلاف اسی خاص قبیل و نوعیت اور تکوینی مصلحت کا تھا۔ منصوص معاملات میں صحابہ کرام کے باہمی اختلافات ہوں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی راست اختلافات ہوں ان کی اصلاح و ازالہ خود رسول اکرم ﷺ فرمادیتے تھے کہ اس کے لئے آپ ﷺ مامور تھے۔ اس میں اختلاف کی کارگیری خاص چیز تھی۔

(۲) منصوص معاملات و امور میں صحابہ کرامؓ کا ایک قسم کا اختلاف بقول امام ابن تیمیہ ”اختلاف تنوع“ ہے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی مختلف تعلیمات اور گونا گوں ارشادات پر مبنی ہے اور بقول حضرت شاہؒ ایک اصل کی متعدد فروغ ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرائض و واجبات میں قطعیت اختیار کی اور ان میں کسی قسم کا تنوع نہیں آنے دیا لہذا ان کی صرف ایک اصل ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور دوسرے محدثین و شارحین کرام نے اصل کی قطعیت بلکہ ایک طرح سے اس کی یکمائی پر بحث کی ہے۔ لہذا تمام ارکان اسلام۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج۔ کے فرائض و واجبات میں دوسری نوع یا قسم نہیں پائی جاتی اور ان کا کرنا ضروری ہے۔ لیکن نوافل و سنن کا معاملہ ذرا مختلف ہے بالخصوص سنن کا: ان میں سے بعض سنن ایسی ہیں جن میں

فرض اور واجب کی طرح قطعیت ہے یعنی ان کی صرف ایک اصل ہے، نوع، فرع اور شاخ کوئی نہیں جیسے اچھے کام دانے ہاتھ سے یا داہنی طرف سے کرنے کی سنت اور گندے اور فروتر کام بائیں ہاتھ یا بائیں جانب سے کرنے کی ہدایت۔ ان میں کسی قسم کا تنوع یا اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ البتہ سنن و نوافل کی متعین صورتوں کے سوا بعض دوسری صورتیں، قسمیں اور فروغ ہیں جن میں ایک اصل ہے اور دوسری شاخیں۔

چونکہ ”اصل“ سنت اور اس کی گونا گوں فروغ کی تعلیم و تربیت بنفس نفیس رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دی تھی لہذا عہد نبوی میں بھی اور بعد میں دور صحابہ کرام میں بھی حتیٰ کہ امت اسلامی کی پوری تاریخ میں وہ اختلافات تنوع بن گئے۔ ان میں سے ہر ایک فرع مقصود و مطلوب نہیں صرف اصل مطلوب ہے اور اس اصل تک اس کی متعدد فروغ کے ذریعہ پہنچا جاسکتا ہے۔ ان میں تمام اختلافات سنن اور اختلافات تعلیمات نبوی شامل ہیں اور وہ سب کے سب نہ صرف محمود ہیں بلکہ ان سب پر عمل بھی مطلوب ہے یا ان میں سے کسی ایک پر عمل سے اصل کا اجر مل جاتا ہے اور کسی دوسرے کے کسی دوسری فرع پر عمل کرنے پر تکبر و اعتراض بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ صحابہ کرام کے درمیان ایسے اختلافات تنوع دین و شریعت کے بہت سے امور میں تھے اور ان میں چند خاص کا بطور مثال ذیل میں حوالہ دیا جاتا ہے۔

— رسم عثمانی کے مطابق تمام قراءات متن قرآن کی تعلیم نبوی تھی اور ان پر عمل نے اختلاف صحابہ کرام کی صورت پکڑی تھی۔ حضرت عمر فاروق و ہشام بن حکیم، ابی بن کعب و عمر فاروق، عبد اللہ بن مسعود و ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اور ان کی مختلف قراءات صحیح ہیں۔

— وضو، غسل، نماز وغیرہ کی عبادات کی سنتوں کا تنوع اختلاف صحابہ کرام کا باعث تھا مگر وہ سب محمود تھا جیسے وضو میں دوبار یا تین بار اعضاء دھونا، غسل میں اعضاء پر پانی بہانا یا ان کو مسلنا، نماز میں ثنا، تسبیحات رکوع و سجود وغیرہ، تشهد و التحیات، درود اور دعاء وغیرہ کی مختلف دعائیں پڑھنا۔ ان میں اصل ثنا، تسبیح، تشهد، درود اور دعاء وغیرہ تھیں، ان کی مختلف مسنون

دعائیں فروغ تھیں۔ ان ہی پر دوسری عبادات روزہ و زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی سنن کی اصل اور اس کی فروغ کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(ب) غیر منصوص معاملات

(۱) غیر منصوص معاملات کا معاملہ یہ ہے کہ ان کی بنیاد کسی نص قرآنی و حکم نبوی پر نہیں ہوتی بلکہ وہ رسول اکرم ﷺ کے شخصی اجتہاد، ذاتی رائے اور انجی فکر و خیال پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان میں قطعیت و حتمیت کا ناگزیر عنصر اور بھی کم ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات بالکل نہیں ہوتا۔ عہد نبوی کے خیر القرون اور اس کے صالح ترین معاشرے میں رسول اکرم ﷺ نے مشورہ و شوری، آزادی فکر و عمل کا ایک نظام بنایا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختلف غیر منصوص معاملات اور غیر قطعی احکام شریعت کے علاوہ دوسرے تمام معاشرتی امور و معاملات پر مشورہ کرتے تھے۔ اس مشورہ و شوری میں وہ اپنے اصحاب کرامؓ کو اپنی رائے دینے اور فکر پیش کرنے کی پوری آزادی دیتے تھے اور ان کو خوش دلی سے برداشت کرتے تھے اور ان میں سے کسی ایک مشورے کو قبول فرما لیتے تھے کیونکہ مشورے میں متعدد آراء و خیالات کا آنا ضروری تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو تمام منصوص معاملات میں سوالات کرنے اور وضاحتیں مانگنے کا حق بھی دیتے تھے۔ بعض صحابہ کرامؓ سے سوالات صحابہ کبار کی تعداد بہت کم منقول ہے۔ وہ قطعی صحیح نہیں کہ تعداد کہیں زیادہ تھی البتہ وہ حکم قرآنی کے مطابق کم سوالات کرتے تھے۔ بسا اوقات فضول و مہمل سوالات یا سادہ لوحی پر مبنی سوالات پر آپ ﷺ نے غصہ و گرمی کا اظہار بھی فرمایا مگر ان کا حق سوال کبھی ختم نہیں فرمایا۔ بعض اوقات بظاہر مہمل اور فضول نظر آنے والے سوالات نے سوال کرنے والوں کے مسائل بھی حل کر دیئے لہذا وہ یکسر فائدہ سے خالی نہ تھے مثلاً حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمیؓ کا اپنے والد کے بارے میں سوال ان کا نسب صحیح و قطعی کر گیا۔ اسی قسم کا ایک اور سوال ولدیت کے بارے میں کیا گیا تھا۔ گمشدہ اونٹ، بھیڑ بکری اور سامان لقطہ کے بارے میں سوالات صحابہؓ نے ان کے مسائل و احکام بیان کر دیے۔

(۲) ان غیر منصوص معاملات میں اختلاف صحابہ کرام کی پوری گنجائش فطری اور اسلامی طور سے موجود تھی جو محمود بھی تھی۔ لیکن ان میں ایک خاص طرز فکر اور خاص طرز عمل صحابہ کرام نے از خود واجب و اختیار کر لی تھی اور اپنے حق اختلاف اور آزادی فکر و عمل کو محدود کر دیا تھا۔ احادیث نبوی اور روایات تاریخی ثابت کرتی ہیں کہ جب رسول اکرم ﷺ کسی بھی غیر منصوص معاملہ پر قطعی حکم یا رائے دے دیتے تھے تو صحابہ کرام پھر اس پر سوال و وضاحت ہی نہیں مانگتے تھے اور بلا چون و چرا اسے تسلیم کر لیتے تھے خواہ وہ ان کی رائے و فکر کے خلاف ہو یا اس خاص حکم کی بنا پر ان کا اپنا دنیاوی نقصان ہوتا ہو یا عام معاشرتی مصلحت کے خلاف وہ نظر آتا ہو۔ دراصل مشورہ، استصواب، سوال و جواب، وضاحت و صراحت اور ایسے تمام ذرائع قطعی حکم نبوی حاصل کرنے کے لئے ہوتے تھے۔ اور وہ جب قطعی حکم نبوی مل جاتا تو صحابہ اس پر عمل کرتے تھے۔ قطعی حکم نہ ملتا تو اپنی رائے و فکر اور آزادی خیال و عمل کو رہنما بناتے تھے۔

(۳) غیر منصوص معاملات و امور میں عہد نبوی کے بہت سے معاملات و امور شامل تھے۔ اختلاف کے حوالے سے ان دونوں اقسام کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان دونوں کا فرق، اختلاف کی نوعیت اور اصل و قطعی حکم کی حیثیت اور اس کا نتیجہ واضح ہو جائے۔

غیر قطعی حکم نبوی کے باب میں رسول اکرم ﷺ کے تمام مشورے اور صحابہ کرام کے بیشتر سوالات شامل ہیں: مثلاً فوجی معاملات اور غزوات و سرایا کے دوران صحابہ کرام کے مشوروں، تجویزوں اور سوالات و وضاحت طلبی کے معاملات آتے ہیں۔ حضرت حباب بن منذر خزرجی، حضرت عمر فاروقؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام کے مشورے سے آپ ﷺ نے غزوات بدر، احد، حدیبیہ، خیبر اور طائف میں لشکر گاہ لگانے کے مقام کو یا اسلامی فوج کی نقل و حرکت کو ان کے مطابق متعین فرمایا۔ غزوہ احد کے موقع پر اپنی رائے صواب کے برخلاف بعض جو شیعہ صحابہ کرام کی اصرار بھری تجویز کہ کھلے میدان میں جنگ کی جائے قبول فرمائی۔ غزوہ بدر کے جنگی قیدیوں کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تجویز فدیہ قبول فرمائی کیوں کہ

آپ ﷺ کی رحمت للعالمین کے موافق تھی اور حضرت عمر بن خطاب عدوی قریشیؓ اور حضرت سعد بن معاذ اوی انصاریؓ کی تجویز قتل نہیں مانی حالانکہ بعد میں اسی کو تائید الہی ملی۔ غزوہ خندق میں حضرات سعدینؓ کی تجویز اختلاف کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ غطفان کو ایک تہائی پیداوار مدینہ دینے کی اپنی تجویز واپس لے لی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمرؓ اور عام صحابہ کرام کے غزوات میں اختلافات سامنے آئے اور آپ ﷺ نے ان کے فکر و نظر کے اختلاف کو مسترد کر دیا۔ صحابہ کرام کا طرز فکر و عمل آخری درجہ میں ہوا کہ آپ ﷺ کا قطعی حکم جانتے ہی سر تسلیم کر دیا اور اپنے اختلاف اور بحث و مباحثہ پر ندامت کا اور توبہ کا اظہار بھی کیا۔ انتظامی معاملات میں موالی، نو جوانوں وغیرہ کی تقرری، عامل بنانے کی درخواست کو رد کر دینے، امراء سرایا سے ان کے سپاہ و امراء کے اختلاف وغیرہ میں قطعی حکم نبوی کو بلا تامل تسلیم کیا گیا۔ ایسے ہی متعدد سماجی، مالی، اقتصادی وغیرہ کے معاملات تھے جن میں رسول اکرم ﷺ کے قطعی حکم سے قبل اختلافات صحابہ تھے جو بعد میں ختم ہوئے اور قطعی احکام نافذ ہو گئے۔

(۴) دوسری طرف یہ بھی ہوا کہ بعض صحابہ کرام نے قطعی حکم جاننے کے باوجود اپنی رائے پر عمل کیا اور اس کے نتیجہ میں باہمی اختلاف صحابہ ہوا اور آخری نتیجہ مسلم فوج کی ہزیمت و شکست اور خواری کی شکل میں نکلا جیسے غزوہ احد میں تیر انداز دستے کے ایک حصہ میں غنیمت و فتح تک حکم کی قطعیت کے محدود ہونے کا خیال پیدا ہو گیا تھا اور انھوں نے قطعی حکم کے باوجود خلاف ورزی کی۔ بالعموم رسول اکرم ﷺ کے قطعی حکم و حتی فیصلہ کے بعد اختلاف افراد نے ان کے لئے بطور خاص اور معاشرہ کے لیے عمومی طور سے وبال دنیا اور وبال آخرت کا ثمرہ بہم پہنچایا۔ ان کے بعض امور اور مثالوں کا ذکر لعان وغیرہ کے حوالے سے آگے آتا ہے۔

(۵) غیر منصوص معاملات میں رسول اکرم ﷺ کے قطعی حکم اور حتی فیصلہ کے باوجود صحابہ کرام کے رد عمل ملتے ہیں: ایک جماعت صحابہ کرام کا رد عمل ہے جو سراسر تسلیم و رضا پر مبنی ہے اور ان کے فکر و خیال کے خلاف ہونے کے باوجود سر آنکھوں پر تھا۔ یہ تمام امور و معاملات

یا زندگی کے تمام میدانوں کے معاملات سے متعلق تھا، حالانکہ وہ یا ان کے بیشتر اختلافی فکر رکھنے والے افراد و طبقات اپنی رائے، مشورے اور اختلاف کو آخر تک صحیح سمجھتے رہے اور بعض اوقات انھوں نے اپنی رائے و خیال کی غلطی تسلیم کر لی اور رسول اکرم ﷺ کے قطعی فیصلہ اور حتمی حکم کی حکمت و افادیت اور صحت جان لی۔ بہر حال ان دونوں صورتوں میں صحابہ کرامؓ کی جماعت نے بالعموم قطعی حکم نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور اپنے اختلاف کو باعث فساد دین و معاشرت نہیں بننے دیا۔ یہی طرز فکر اور عمل صحابہ کرامؓ کی 'عدالت' کا پیدا کردہ نتیجہ تھا جب ان کی قوت ملکیت ان کی قوت بیہیمہ پر غالب آ جاتی تھی اور ان کی قوت بیہیمہ کو ان کی قوت ملکیت کی چاکری میں لگا دیتی تھی۔ عدالت صحابہ کا ایک تقاضا اور ایک عنصر یہ بھی تھا کہ وہ اپنی خطا اور غلطی جان لینے کے بعد اس پر کسی طور سے قائم نہیں رہتے تھے اور اپنی لغزشوں کی فوراً اصلاح کر لیتے تھے۔ اس سے بڑھ کر ان کی عدالت علیا کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اپنی رائے و فکر کو صحیح جانتے تھے پھر بھی حکم حاکم مان لیتے تھے۔ یہ تہذیب نفس کا اعلیٰ مقام ہے جسے صوفی اصطلاح میں فنا و بقا اور شرعی اصطلاح میں رضائے الہی اور رضائے نبوی کہا جاتا ہے۔

معاشرتی معاملات میں نکاح و طلاق کے معاملات خاصے نازک اور مشکل ہوتے ہیں مگر حضرت زینب بنت جحش اسدیؓ وغیرہ متعدد خواتین نے اپنے خیال میں فروتر رشتے محض رسول اکرم ﷺ کی تجویز پر قبول کر لئے تھے یا ان کے خاندان نے مان لئے تھے۔

ازواج مطہرات کے رسول اکرم ﷺ سے نجی اختلافات رہے ہوں یا ان کے باہمی اختلافات، جن کی زد خود رسالت مآب ﷺ کی ذات مبارک پر پڑتی تھی، رسول اکرم ﷺ کے قطعی فیصلہ اور حکم کے بعد نابود ہو گئے تھے جیسے حضرت زینب بنت جحشؓ، حضرت ام سلمہؓ اور ان کی "حزب مخالف" کی ازواج کا حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں ترجیح و میلان خاطر وغیرہ کا مطالبہ سرد پڑ گیا تھا۔

ان کی باہمی "سوتیا چاہ" کے واقعات اور ان کے نتیجہ میں ان کے باہمی اختلافات کا

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

خاتمہ رسول اکرم ﷺ کے قطعی حکم اور حتمی فیصلہ نے ایک آن میں کر دیا تھا۔ ان میں حضرت عائشہؓ کے بعض دیگر ازواج مطہرات کے کھانے کے پیالے کے توڑنے، کھانا واپس کرنے، سواری بدلنے اور بعض دوسرے واقعاتِ محبت کا ذکر ملتا ہے۔ جس کا واحد محرک رنجش نہیں تھا بلکہ توجہ نبوی کی طلب صادق تھی۔

مالی معاملات میں اسلابِ مقتول پر اختلاف صحابہ کرام رہا ہو یا مؤلفۃ القلوب کے عطایائے نبوی پر یا نفس کی تقسیم نبوی پر، آپ ﷺ کے قطعی حکم کا اجرا ہوتے ہی معاملہ اختلاف کا فور ہوا تھا۔ زرعی آراضی کو کرایے یا بٹائی پر دینے کے حکم منصوص پر حضرت رافعؓ اور ان کے چچا نے اپنے نقصان کے باوجود سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ زراعت و تجارت اور دوسرے اقتصادی معاملات میں بھی صحابہ کرام نے اپنا اختلاف بھلا دیا تھا۔

قرض کی ادائیگی کے معاملے میں حضرات فریقین۔ کعبؓ وابن ابی حدردؓ نے فیصلہ نبوی بلاچون و چرا تسلیم کر لیا تھا اور قرض دینے والے صحابیؓ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ آپ ﷺ نے کس مصلحت یا کس حکمت کی بنا پر قرض کی رقم آدھی کر دی ہے۔

(۶) نفس غنائم اور دوسرے اموال ریاست کی تقسیم پر صحابہ کرام کے بعض افراد و طبقات کو شدید اختلافات تھے۔ ان کے حل کے سلسلے میں رسول اکرم ﷺ نے مختلف طریقے اختیار فرمائے:

- ایک اصولی طریقہ اور حکمت آمیز فیصلہ نبوی یہ تھا کہ آپ ﷺ جس کو چاہتے تھے عطا فرماتے تھے اور جس کو چاہتے محروم رکھتے تھے کیونکہ وہ حق آپ ﷺ کو فے وغیرہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دیا تھا اور وہ بحیثیت رسول و سربراہ امت و مملکت آپ ﷺ کو حاصل تھا اور جس سے صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی اختلاف نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔
- ایک معنی خیز حدیث کے مطابق رسول اکرم ﷺ جس سے محبت کرتے تھے، خواہ وہ فرد ہو یا جماعت، اسے مال و دولت کی عطا سے الگ رکھتے تھے اور اسے صرف اپنی

دولتِ محبت سے نوازتے تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک عزیز صحابی کو حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ جیسے عظیم و جلیل صحابی کی سفارش کے باوجود مال نہیں دیا تھا۔ ایسے صحابہ کرام کو محبت آمیز کلمہ نبوی سرخ اونٹوں جیسی قیمتی متاع سے زیادہ قیمتی اور پسندیدہ لگا تھا۔

- مولفۃ القلوب کے بارے میں تقسیم عطایا پر صحابہ کرام میں سے بعض کو کم مال یا مقام و مرتبہ سے فروتر حصہ کا شکوہ ہوا تو آپ ﷺ نے ان کا شکوہ دور فرمادیا اور ان کو ان کے مطالبہ کے مطابق عطا فرمایا جیسا حضرت عباس بن مرداس سلمیؓ وغیرہ کے معاملہ میں ہوا تھا۔ اسیرانِ حنین کے بارے میں ایک اختلاف کا ذکر بھی یہاں کیا جاسکتا ہے کہ شیوخِ فزارہ و حمیم و سلیم نے اپنے حصہ کے قیدیوں کو بلا فدیہ آزاد کرنے کے اسوہ نبوی سے اختلاف کیا تو بنو سلیم کے لوگوں نے اپنے شیخ کی بات نہ مانی اور اپنے قیدی آزاد کر دئے کہ اسوہ نبوی ان کو عزیز تھا۔ بعد میں دوسروں نے بھی قیدی آزاد کر دیئے اور آپ ﷺ نے ان کو معاوضہ بھی عطا کیا تھا۔

- جماعتِ صحابہ کرام میں سے انصارِ کرام کے بعض افراد و طبقات کو عطایا تالیف نہیں ملے تو ان کو شکوہ ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو مال و دولت اور ذاتِ رسالت مآب ﷺ میں سے کسی ایک کے انتخاب و تخیر کا حق دیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لے جانے کا عطیہ بے بہا بتایا تو ان کا شکوہ ان کے آنسوؤں میں ڈھل گیا۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے سامنے مال کیا تھا!

- عدل و مصلحت امت دو بنیادی اصول عطاۓ نبوی تھے۔ بعض اعراب کے شکوہ پر آپ ﷺ نے عدلِ نبوی کا اظہار فرمایا تھا۔ مصلحت بھی اسی عدل کی دوسری صورت تھی جسے ظاہر میں نگاہ نہیں دیکھ پاتی تھی۔

(۷) عدل، مصلحت کلی، توازن و اعتدال، سماجی و معاشرتی انصاف، غیر جانبداری

اور اسلامی احکام کی پابندی رسول اکرم ﷺ کے تمام غیر منصوص معاملات میں کارگزاری کرتے تھے خواہ ان کا تعلق کسی بھی شعبہ حیات سے ہو۔ سماجی و معاشرتی اختلافات صحابہ و صحابیات میں نکاح و طلاق، ظہار و لعان اور ازدواجی زندگی اور معاشرت کی اساس یہی تمام اصول و قواعد تھے۔ ان ہی کے سبب کسی فریق، فرد یا جماعت کی حق تلفی کو زائل فرماتے تھے اور ان کے باہمی اختلافات کو دور فرماتے تھے۔

— متعدد خواتین و صحابیات کے نکاح ان کی منشا و مرضی کے بغیر کئے گئے تھے ان کو مسترد و فسخ فرمادیا۔

— ان کی پسند و محبت کو اہمیت دی اور ان کے رشتے ان کے عزیزوں اور محبوبوں سے کئے۔
— زوجین کے باہمی اختلافات بالخصوص گھریلو جھگڑوں کو باہمی افہام و تفہیم اور صلح صفائی سے حل فرمایا۔

— جنسی معاملات و امور میں بعض تجاوزات کو ظہار، لعان وغیرہ کے الہی قوانین کے مطابق دور فرمایا۔ اگرچہ ان معاملات میں بعض مظاہر دلچسپ تھے اور بعض عبرت خیز بھی مثلاً ظہار کے واقعہ/واقعات میں محض بڑھاپے کی بنا پر زوجہ کی علیحدگی روک دی اور کفارہ ظہار شوہر سے دلویا۔ لعان کے واقعات میں بالعموم ازواج و خواتین کی نامعقولیت کا عبرت انگیز مظاہرہ ہوا کہ کسی نے قوم کو رسوائی کی ذلت سے بچانے کی خاطر، کسی نے محض جھوٹی انا میں جھوٹی قسم کھالی۔ فیصلہ خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے باعث آپ ﷺ نے واقعیت کی شہادت بھی مسترد کر دی کہ اختلاف اسی طرح دور ہوتا تھا۔

(۸) قبائلی عصبیت اور جاہلی حیمیت کے پیدا کردہ اختلافات کو اپنے ناخن تدبیر سے دور فرمادیا اور انصار و مہاجرین کے افراد و طبقات کے درمیان اسلامی مواخاۃ و محبت کی وہ دیوار کھڑی کر دی جس نے ان کے اختلافات کو بڑھنے سے روک دیا۔ منافقین کی ریشہ دوانیوں

کے باوجود ان کے خلاف کسی قسم کی تادیبی کارروائی مثلاً قتل و سزا سے صرف اس لئے احتراز فرمایا کہ وہ بظاہر مسلمان تھے اور ان کے قتل سے لوگوں کو موقعہ ملتا کہ محمد ﷺ نے اپنے اصحاب ہی کو قتل کرتے ہیں اور ان کے ساتھ رحمت و رافت کا وہ معاملہ کیا جسے رحمۃ للعالمین کا عنوان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی مخالفت کے باوجود منافقین کے سردار کی نماز جنازہ پڑھا دی اور ان دشمنوں کے لئے بھی استغفار کی اپنی وسیع و بسیط چادر پھیلا دی حالاں کہ وہ مرضی رب خلاف تھی۔

(۹) صحابہ کرام کے باہمی اختلافات میں رنجش، سخت مزاجی، بدسلوکی، زباں درازی اور غصہ گرمی جیسی بعض بشری کمزوریوں کو بھی دخل رہا تھا۔ حضراتِ شیعینؓ کے بعض اختلافات کی نوعیت ایسی ہی تھی اور ان ہی کی بنا کردہ تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اپنی غلط فہمی یا سختی کے سبب حضرت عمرؓ کو شکوہ پیدا ہوا جو ان کی عفو و درگزر کی درخواست کے باوجود باقی رہا۔ رسول اکرم ﷺ کو صلابت عمری کی یہ ادا پسند نہیں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام صحابہ کرامؓ سے خطاب کر کے حضرت صدیقؓ کو محض رسول اکرم ﷺ کی خاطر عاطر کی بنا پر معذور و محفوظ رہنے کی التجا کی تو دل پکھل گئے اور آنکھیں رو پڑیں۔ مگر یہی حضرت صدیقؓ تھے جن کو چند کمزور و فرومایہ صحابہ سمجھے جانے والے حضرات سے معذرت خواہی کی تاکید کی کہ مبادا ان مقربانِ بارگاہِ الہی کی ناراضی رب کریم کی ناراضی نہ بن جائے اور حضرت صدیقؓ نے ان سے معافی مانگی جو بخوشی دی گئی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ایک شخص بلا وجہ برا بھلا کہتا رہا اور حضرت صدیقؓ صبر کے ساتھ سنتے رہے اور رسول اکرم ﷺ مسکراتے رہے۔ مگر جب حضرت صدیقؓ نے اس کا جواب دینا شروع کیا تو اظہار فرمایا کہ تمہاری خاموشی اور صبر کے دوران فرشتے تم پر درود بھیج رہے تھے اور پھر کیا دل نشیں تبصرہ فرمایا کہ ”تمہارا جواب دینا مقام صدیقیت کے خلاف ہے“۔ اپنے محبوب ترین صدیق اور دوست کی تعلیم و تربیت اور اختلاف دور کرنے کی نبوی حکمت کی کیا عظیم الشان مثال ہے۔

(۱۰) قطعی حکم اور حتمی فیصلہ نہ دینے کی صورت میں غیر منصوص معاملات و امور میں

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

صحابہ کرام کے اختلافات کا معاملہ دوسرا ہے۔ ان میں رسول کرام ﷺ نے اپنی جانب سے کسی فرد، فریق یا جماعت پر اپنی مرضی اور پسند نہیں تھوپی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان صحابہ و صحابیات کے اختلافات فطری تھے یا کسی مصلحت عامہ و خاصہ پر مبنی تھے۔

فطری اختلافات کا ایک وسیع باب ہے جس میں بہت سے سماجی، مالی، معاشی معاملات پر اختلافات آتے ہیں۔ سماجی فطری اختلافات کا ایک خاص مظاہرہ ازواج مطہرات اور تعداد ازواج کی ماری خواتین کے سوتا چاہ کے مظاہروں میں نظر آتا ہے۔ انسانی فطرت کا یہ ایسا المیہ ہے کہ اس کا سد باب کرنا مشکل ہے بلکہ آیات الہی کے مطابق ناممکن ہے۔ مرد ذات اپنی فطرت و جبلت میں تعدد ازواج کا عنصر رکھتا ہے اور ہمیشہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا چاہتا ہے جبکہ دوسری طرف عورت ذات سوکن و سوت کا وجود نہیں برداشت کر سکتی کیوں کہ اس کی فطرت اسی پر اسے مجبور کرتی ہے۔ مردانہ جبلت اور سماجی روایت کی رعایت اسلامی احکام نے کی اور ان کو عدل و انصاف کرنے کی ہدایت بھی کی۔ عورت ذات کو اپنی جبلت کے سرکش عناصر کو دبانے، مردانہ جبلت کو برداشت کرنے اور احکام و روایات ماننے کی ہدایت کی تاہم ازواج مطہرات کے دو یا متعدد ٹولیوں (احزاب) میں بٹ جانے پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ ایک فطری معاملہ تھا۔ اسی طرح تعدد ازواج کی سماجی روایت اور اس کی شکار خواتین کے سوتا چاہ کے مظاہروں کو بھی آپ ﷺ نے نہیں روکا تھا۔ البتہ ان کے غلط مظاہروں اور بد نما اختلافات کا حل تلاش کیا جو عدل و انصاف کے تقاضوں سے ہی ملا تھا۔

اس باب خاص میں حضرت فاطمہؓ کی موجودگی میں ان پر سوت لانے کی حضرت علیؓ کی کوشش ایک خاص مصلحت پر مبنی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کے اس اقدام کے بارے میں اصولی موقف بیان فرمایا تھا کہ میں کسی حلال کو حرام اور کسی حرام کو حلال نہیں کرتا تاہم میں دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا کیوں کہ حضرت فاطمہؓ کو اس سے تکلیف ہوتی جو رسول اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچاتی اور وہ تکلیف دہی موجب عذاب بن جاتی۔ رسول اکرم ﷺ کو ایذا

دینا حرام ہے البتہ حق حضرت علیؑ یا حق شوہر کی حفاظت کے خیال سے آپ ﷺ نے فاطمہؑ کو طلاق دے کر دوسری شادی کرنے کی اجازت دی تھی۔ اجازت طلبی کے باب میں بنو مغیرہ کا اقدام بلکہ ان کا انکار اور حضرت عتابؓ بن اسید اموی کی شادی نے اس کی جڑ ہی کاٹ دی تھی۔ فرعون امت ابو جہل مخزومی کے مسلم و صحابی خاندان اور اموی خاندان کے ایک عظیم فرد اور گورنر مکہ حضرت عتابؓ کی خاطر نبوی کی رعایت اور تکلیف و ملال کے خطرے سے بچانے کی کوشش دراصل عدالت صحابہ کا ایک اظہار ہے اور دوسری زوجہ لانے کی اجازت دینے سے حضرت فاطمہؑ اور رسول اکرم ﷺ کا انکار ایک اسلامی معاشرتی اصول مقرر کرتا ہے۔

(ج) غیر منصوص معاملات میں اختلاف رائے یا بعض صحابہ کرام کے اختلافات برقرار رہنے کی حقیقت غالباً سب سے اہم نوعیت اختلاف تھی۔ رسول اکرم ﷺ سے ان تمام معاملات و امور میں صحابہ و صحابیات کا اختلاف ہوا اور بسا اوقات اس کی بنا پر باہم صحابہ کرام میں اختلاف پیدا ہو گیا اور بہت سے ایسے واقعات و مسائل بھی ہیں جن میں صحابہ کرام کے درمیان اختلافات فکر و عمل پیدا ہوئے۔ ان میں سب سے اہم نکتہ حق یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے یا تو ان میں سے کسی ایک خیال و فکر اور طرز عمل سے اتفاق کر لیا یا ان کے باہمی اختلافات کو برداشت کر لیا کہ وہ ان فریقین کا یا اختلاف کرنے والوں کا حق تھا اور آپ ﷺ حق تلفی نہیں فرماتے تھے۔ ایسے اختلافات صحابہ کرام کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں اور دین و شریعت کے میدانوں سے ہے۔ ان کی چند مثالیں تین الگ الگ نوعیتوں کے لحاظ سے پیش کی جاتی ہیں:

(۱) رسول اکرم ﷺ سے اختلاف صحابہ

رسول اکرم ﷺ سے اختلاف صحابہ کے ضمن میں سب سے اہم واقعہ قرطاس کہلاتا ہے جس پر بہت واویلا بھی مچایا جاتا ہے۔ صحیحین کی روایات و احادیث کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے وفات سے چار روز قبل جمعرات کو اچانک فرمایا کہ کاغذ دوأت لاؤ میں تمہارے محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

لئے ایک کتاب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ صحابہ کرام کے درمیان اختلاف ہوا: بعض نے تعمیل حکم کے حق میں رائے دی اور بعض نے آپ ﷺ کی تکلیف شدید پر اسے محمول کر کے مزید تکلیف نہ دینے کی خاطر کہا کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ اختلاف کی بنا پر شور و غوغا ہوا جو رسول اکرم ﷺ کی نازک طبیعت پر بار ہوا لہذا آپ نے سب کو مجلس سے اٹھا دیا۔ پھر کتاب نہیں لکھوائی۔ قدیم و جدید اہل علم نے روایات سیرت بالخصوص ابن سعد کی مفصل و کافی روایات کو سرے سے نہیں دیکھا حالانکہ وہ دوسری جہات بتاتی ہیں۔ بہر حال ان سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ چاروں مزید زندہ اور سلامت باکرامت رہے مگر آپ ﷺ نے کچھ نہ لکھوایا۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت عمر فاروق اور ان کے ہم نوا صحابہ کرام کے خیال سے متفق ہو گئے تھے ورنہ ضرور لکھواتے۔ اس پر بعض صحابہ کرام کا اختلاف اور افسوس اور اپنا پسندیدہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ اس پر کافی مفصل و مدلل بحث بھی کی گئی ہے۔ خاکسار راقم کے اس طویل اور مفصل تحقیقی مقالے میں محدثین، سیرت نگاروں اور صوفیائے کرام کے نمائندہ اکابر کی نگارشات و مباحث سے بحث کی گئی ہے اور اس میں یہ اصولی نکتہ اجاگر کیا گیا ہے کہ وہ غیر منصوص معاملہ تھا اس لئے اس پر اختلافات صحابہ برقرار رہا کہ وہ فکر و نظر کا معاملہ ہے اور اس نکتہ کو ابھارا گیا ہے کہ قرآن مجید کی موجودگی اہل ایمان کے اختلافات کا یا ان کی گمراہی و ضلال کا سد باب کرنے کے لئے کافی ہے لہذا کسی خاص ”کتاب“ مزید کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

— واقعہ حضرت بریرہؓ ایک اصولی بات بھی اس معاملہ میں پیش کرتا ہے اور اسی کی تین سنتیں بھی خاصی مشہور ہیں۔ آزادی کے بعد حضرت بریرہؓ نے اپنا حق تخیر استعمال کرتے ہوئے اپنے شوہر حضرت مغیثؓ سے علیحدگی اختیار کر لی اور کسی کی نہ سنی۔ رسول اکرم ﷺ کے مشورہ پر بھی انہوں نے حضرت مغیثؓ کو قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ انہوں نے پہلے پوچھ لیا تھا کہ وہ حکم نبوی ہے یا مشورہ اور آپ ﷺ کے مشورہ کو جانتے ہی ان کا تبصرہ و فیصلہ تھا کہ تب مجھے

اس کی حاجت نہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کا حق تسلیم کیا۔ بظاہر مشورہ نبوی قبول نہ کرنا بلکہ اس کی حاجت ہی محسوس نہ کرنا خاصی سخت بات اور گستاخی بھی کہی جاسکتی ہے مگر ”حدود اللہ“ کو قائم کرنے اور حقوق العباد کی حفاظت کرنے کی خاطر اس مشورے کو نہیں مانا گیا اور اس کی علت سمجھ لی گئی۔

— حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ نے تمام مشوروں اور ہدایتوں کے باوجود حضرت زینب بنت جحش کو طلاق دے دی کہ ان کا حق تھا۔ اسے اس طرح تسلیم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کا نکاح رسول اکرم ﷺ سے کر دیا اور متنی کے احکام میں ایک عظیم اضافہ فرمایا۔ اس معاملہ میں بھی مشورہ و ہدایت نبوی کو حدود اللہ اور حق العباد کے سبب ہی نہیں مانا گیا تھا جبکہ حضرت زیدؓ جان نثار نبوی تھے۔

— حجاب و پردہ بالخصوص ازواج مطہرات کے حجاب خاص پر حضرت عمر فاروقؓ کے مسلسل اختلافات جاری رہے۔ رسول اکرم ﷺ کا موقف بھی اسی طرح جاری و برقرار رہا کہ آپ ﷺ نے صلابت و شدت فاروقی کے مطالبات نہیں تسلیم کئے۔

— عید اور تیوہار اور شادی و تقریب اور عاشورا کی خاص عید پر موسیقی اور غنا کے باب میں رسول اکرم ﷺ سے حضرات شیخین کے اختلافات تھے اور باہم صحابہ کرام میں بھی تھے۔ ان کو دور کرنے کی کوشش یوں کی کہ اجازت و جواز کا فتویٰ اپنے فکر و ارشاد اور عمل سے دیا۔ بعض صحابہ کرام اور بنفس نفیس رسول اکرم ﷺ نے ان کو ناپسندیدہ سمجھنے کے باوجود مباح سمجھا کہ ان کی اباحت و جواز کا تقاضا انسانی فطرت کرتی ہے بالخصوص تقریبات شادی پر۔ امام غزالیؒ نے عبادات و معمولات کی کدورت دور کرنے کے بسا اوقات ”لہو و لعب“ کو نشاط قلب و تفریح طبع کے لئے ضروری سمجھا ہے۔

— لباس بالخصوص ریشمی لباس اور طلائی زیوروں بالخصوص خاتم (انگوٹھی) کا استعمال صحابہ کرام میں جاری رہا کہ وہ ”قدر جائز“ کا معاملہ تھا اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے دست

مبارک سے حضرت براء کو طلاق خاتم پہنا کر ان کے لئے اسوہ بنادیا تھا۔ ملبوسات کے باب میں سب سے اختلافات تنوع ملتے ہیں۔ ان میں حرام ہونے کا تصور و فتویٰ بعد کا ہے، کراہت کا اصل معاملہ ہے۔ متاخرین نے ملبوسات اور کھانوں وغیرہ کے بارے میں تفتش کی راہ اپنائی ہے جو راہ بانہ یا صوفیانہ فکر کی پروردہ ہے۔

— کھانوں کی اقسام، آداب اور طریقوں پر رسول اکرم ﷺ نے متعدد سنن مؤکدہ قائم فرمائیں جن کا احترام سب کرتے تھے لیکن بعض معاملات میں آپ ﷺ نے ان کے اختلافات کو جائز رکھا اور وہ ذوق و مزاج کی وجہ سے جاری ساری رہا۔ ان میں مزاج و طبیعت کی رعایت کی گئی تھی۔

— مالی اور معاشرتی معاملات کے مشترکہ باب میں نان نفقہ کے حق ازواج، صدقہ و خیرات میں حق ازواج و موالی وغیرہ پر اختلافات صحابہ و صحابیات کو جائز ٹھہرایا اور ان میں دخل نہیں دیا کہ وہ ان کے فطری حقوق کا معاملہ تھا۔

— ایسے تمام سماجی معاملات و امور کا احاطہ و استقاء کرنا مقصود نہیں ہے۔ مباحث گذشتہ میں ان کی تفصیل آچکی ہے۔

(د) سماجی مزاج کے فطری اختلاف کے نتیجے میں پیدا شدہ مہاجرین و انصار کے طبقاتی اور سماجی اختلافات کو انگیز کیا۔ مہاجرین کی مردانہ صلابت اور قوامیت اور حاکمیت اسی طرح فطری تھی کہ وہ ان کے جغرافیائی و سماجی اور تہذیبی روایات کی دین تھی جس طرح انصار مدینہ کی رافت و لینت، نرمی و لطافت، صنف نازک کے ساتھ ان کی خوش خوئی تھی۔ ان دونوں کو نہ صرف انگیز کیا بلکہ ان دونوں کے مصالح و مفید عناصر سے دونوں کو اکساب کمنے کا طریقہ تعامل نکالا۔ یہی فطرت و حکمت کا تقاضا تھا۔ ان دونوں کے مشترکہ صالح اقدار و روایات نے سماج میں خواتین کے ساتھ بالخصوص بہتر سلوک کا چلن عام کیا۔ ان تمام امور میں رسول اکرم ﷺ کی حکیمانہ فراست کا نتیجہ یہ نکلا کہ قریشی اکابر اور مردوں میں سختی اور شدت کا عنصر کم

ہوا۔ ان کی عورتوں کو اپنے فطری حقوق خاص کر آزادی رائے و عمل کے مطابق چلنے، زندگی بسر کرنے اور خوشی حاصل کرنے کا موقع ملا۔ سماجی معاملات میں قبائلی عصبیتوں، جماعتی حمیتوں اور علاقائی تعصبات کو ختم کرنے کی طرح اس سماجی مزاج کو بھی بدلنے کی ضرورت تھی۔

غالباً سماجی مزاج کے اختلافات کو دور کر کے مسلم معاشرے کو ایک متحدہ محبت کرنے والی امت بنانا سب سے عظیم کارنامہ ہے جس کا اعتراف مستشرقین جیسے دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ فلپ کے حتیٰ نے اس کو کارنامہٴ اعظم قرار دیا ہے۔ بلاشبہ جاہلی دور کے اجڈ، گنوار، جھگڑالو اور انسانیت کی حرمت کے قاتل عربوں کو ایک متحدہ اسلامی امت میں ڈھالنا آپ ﷺ کا عظیم ترین کارنامہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے خاص اسلوب میں دلوں میں محبت پیدا کرنے کے فضل خاص سے تعبیر کیا ہے اور وہ اصولی طور سے صحیح بھی ہے کہ اس کی عنایت و توجہ نہ ہوتی تو اسلامی متحدہ امت وجود میں نہ آتی۔ اسی رب کریم کی خاص ہدایات کے تحت رسول اکرم ﷺ نے مختلف اقدامات کے ذریعہ اجتماعی شیرازہ بندی کی کامیاب کوشش کی۔ اس منحدہ اسلامی امت یا امت واحدہ اسلامیہ کے دراصل تین محور تھے: ایک واحد متفقہ اور محبوب سربراہ اعلیٰ، دوم افراد و جماعات اور طبقات کی تہذیب نفس جو رسول اکرم ﷺ نے تلاوت و تعلیم کتاب، تزکیہ اور تعلیم حکمت کے ذریعہ کی تھی، سوم تمام ارکان امت کی انفرادی اور باہمی اجتماعی محبت و تعلق اور اس کے ذریعہ اطاعت الہی اور اطاعت نبوی کی اچوک فطرت سازی۔ تمام انفرادی یا اجتماعی یا طبقاتی اختلافات ان ہی کے ذریعہ دور کئے جاسکتے تھے اور دور بھی کئے گئے تھے۔

(س) وجہ اختلاف

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے صرف فقہی اور دینی اختلافات کی وجہ بیان کی ہیں جو ان کے مطابق سات ہیں: قرآن و حدیث کے حکم کی عدم موجودگی یا عدم علم کی صورت میں اجتہاد کرنا اور اجتہاد میں صحابہ کا اختلاف کرنا، سنت نبوی کو دو محوروں یا محمولوں پر محمول کرنا،

وہم و گمان کی وجہ سے اختلاف کرنا، سہو و نسیان کی بنا پر مختلف ہونا، اخذ روایت میں اختلاف کرنا، علت احکام کے استنباط میں اختلاف فکر و عمل کا ہونا اور بظاہر متضاد و متضادم احادیث میں تطبیق دینے پر اختلاف کرنا۔ حضرت سید سلیمان ندویؒ اور ان کے پیشرو اہل قلم بالخصوص محدثین کرام نے دوسرے معاملات دنیا اور امور شریعت و دین میں ان کے اختلافات کی وجہ کا پتہ لگایا ہے۔ صحابہ کرام پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے استدراکات میں ان کا ایک جامع اشارہ یہ ملتا ہے۔ ان میں سب سے اہم وجہ اختلاف کی طرف نظر ذرا کم گئی ہے اور وہ ہے سنن و تعلیمات نبوی کی گونا گونی اور تنوع۔ رسول اکرم ﷺ نے متعدد صحابہ کرام کو اپنی خاص سنن کی تعلیم دی اور وہ ایک اصل کی متعدد فروع تھیں لہذا صحابہ کرام ان تنوع سنن پر عمل پیرا رہے۔ ان صحابہ کرام نے اپنے معاصر صحابہ اور تابعین کو اپنی ہی سیکھی ہوئی سنتوں کی تعلیم دی اور ان کے شاگردوں نے اپنی اپنی سیکھ دی۔ یہ تنوع اور گونا گوں سنتیں نسل و نسل صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اور بعد کی نسلوں میں اسی طرح مختلف انداز میں منتقل ہوتی رہیں۔

فقہاء کرام بالخصوص مسالک و مکاتب فکر کے بانیوں۔ ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل وغیرہ رحمہم اللہ۔ نے ان متنوع سنتوں کو اپنے اپنے شیوخ و اساتذہ سے لیا تھا لہذا وہ ان پر جم گئے اور ان کو افضل قرار دینے کا رجحان پیدا ہوا، حالانکہ وہ سب افضل ہیں کہ ایک اصل سنت کی متعدد فروع ہیں جیسے تشہد اصل ہے اور ان کی دعائیں جو حضرات عمر، ابن عمر، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے مروی ہیں، فروع ہیں۔ ان میں تشہد ابن مسعود کو افضل قرار دینے کا رجحان و فکر صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ کا یہ خیال کہ فقہ کے اماموں نے بلا کسی دینی یا تشریحی وجہ ترجیح کے اپنی پسند کے مطابق کسی فرع سنت کو اختیار کر لیا صحیح نہیں ہے۔ ائمہ فقہ اور بانیان مسالک کا اختیار فروع دراصل ان کے شیوخ کے واسطے سے کسی خاص صحابی کا مسلک ہے۔ چونکہ صحابہ کرام، ان کے شاگرد صحابہ و تابعین اور ان کے پروردہ مجتہدین و فقہاء حقیقت سے واقف تھے لہذا وہ سب فروع سنن کو صحیح سمجھتے تھے اور دوسروں کو بھی

صحیح قرار دیتے تھے لہذا ان پر مسلکی اور فقہی جھگڑے نہیں ہوئے۔ یہ تو بعد کے جامد ذہنوں کے کارنامے ہیں۔

(۲) وسیع سماجی اور معاشرتی معاملات اور میدانوں میں صحابہ کرام بالخصوص عہد نبوی کے دوران اختلافات کے اسباب و وجوہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے کچھ مشترک بھی ہیں جن کا ذکر فقہی و دینی اختلافات میں آیا ہے۔ ان تمام بلکہ ”ان گنت“ وجوہ اختلاف سے اس محاکمہ میں بحث کرنا ممکن نہیں لہذا صرف چند اہم ترین کا ذکر کیا جاتا ہے:

غلط فہمی:

فریقین یا طبقات اپنی اپنی جگہ صحیح تھے مگر ان کے درمیان غلط فہمی کسی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی جس نے اختلاف کو ہوا دی جیسے شیخین کے بیشتر اختلاف، بنوالمصطلق کے اپنے عامل صدقات سے اختلاف وغیرہ تھے۔

ماحول اور تناظر کی صورت گری:

احوال و حالات نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ اختلاف ناگزیر بن گیا اور اس کی ذمہ داری کسی پر نہ تھی جیسے حضرت ابو بکر صدیق کا اپنے مہمانوں کی میزبانی پر فرزند حضرت عبدالرحمنؓ اور اہلیہ محترمہ اور پھر مہمانوں سے کھانے پر اختلاف، انصار و مہاجرین کے درمیان بنوالمصطلق کے ایک چشمہ پر اختلاف بھی اس نوع کا تھا، واقعہ اُفک میں بعض اختلافی آراء کا بھی یہی سبب تھا۔

موقف و فکر کی صحت کا یقین:

کسی فریق کو اپنی فکر و موقف کا اس قدر یقین ہوتا کہ وہ اختلاف کرتے تھے جیسے حضرت عمرؓ کا صلح حدیبیہ کے معاہدہ اور اس کی شقوں پر رسول اکرم ﷺ اور حضرت صدیقؓ سے اختلاف، حضرت ربیع بنت معوذ کے دانت کا قصاص لینے پر حضرت انسؓ بن نصر اور ان کے خاندان والوں کا اختلاف، موسیقی و غنا کے واقعات پر شیخین کا اختلاف وغیرہ۔

بشری کمزوری/قوتِ بھیمہ کا غلبہ:

بعض اختلافات صحابہ کرام میں وقتی طور سے ان کی بشری کمزوریوں نے اپنا کردار ادا کیا تھا۔ ان میں شامل تھے: رشک و حسد، فضیلتِ فریق سے عدم اتفاق، حرص و طمع، مال و دولت کی محبت، قومی/قبائلی انا کا خیال، قومی یا جماعتی طرفداری، خاندانی محبت و رقابت، دل کی تنگی اور وسعتِ نظر کی کمی، دینی شدت پسندی، فکری و عملی تقشف، ریاکاری، غصہ، گرمی اور غیظ و غضب، سہو و نسیان، افراط و تفریط اور ان جیسے دوسرے بشری کمزوری کے اوصاف اور ردائے۔ ان تمام وجوہ اختلاف کے بارے میں یہ حقیقت ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ عہد نبوی میں رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام دونوں پر ان کا اثر لگاتی ہوتا تھا، جیسے ہی ان کو اپنی کمزوری کا احساس ہو جاتا تھا اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ ان کو جلد ہی اس کا احساس ہو جاتا تھا وہ فوراً اس پر قابو پا لیتے اور اپنی غلطی کو سدھار کر اختلاف دور کر لیتے تھے۔ عصمتِ نبوی اور عدالتِ صحابہ کا تو یہی معجزہ ہے۔

خاتمہ کتاب اختلاف

بشریت کے تقاضوں سے، تعلیم و تربیت کی کمی سے، تہذیب نفس کی خامی سے عہد نبوی میں اختلافات ہوئے۔ ان کا ہونا فطری بھی تھا اور ضروری بھی۔ فطری اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ سمیت تمام اہل ایمان فطرت آدم رکھتے تھے جس میں خطا و غلطی اور اختلاف کا خاصا بڑا حصہ ودیعت کیا گیا ہے جسے 'شر' کہتے ہیں۔ اسے ان کا خیر و تقویٰ دہالیتا تھا۔ ضروری یوں کہ عہد نبوی کا معاشرہ، دین و شریعت بلکہ سارا نظام ایک کامل اسوہ اور آخری نمونہ بھی بننا تھا اور امت اسلامی اور عام بشری جہان کے لئے اختلاف و تضاد تصادم و نزاع اور مجادلہ و مقابلہ کی تعلیمات و ہدایات بھی دینی تھیں۔ شر پر خیر کو، فجور نفس پر تقوای نفس کو، بہیمیت پر ملکوتیت کو غالب کرنے کے انداز و طریق بھی سکھانے تھے۔ وجہ و انواع اختلاف کا پتہ لگانے، ان کی تحلیل و تفہیم کرنے، ان کی وجہ سے فراست و حکمت کے ملکہ کو راسخ کرنے کے کام بھی بتائے جانے تھے تاکہ ان اختلافات کو دور کیا جاسکے جن کو دور کرنا ضروری تھا اور ان اختلافات کو انگیز کیا جاسکے جن کا برداشت کرنا لازمی ہے کیونکہ ان دونوں ہی صورتوں پر معاشرہ و سماج کی صحت برقرار رہتی ہے اور یہ صحت توازن، اعتدال اور سماجی انصاف کی وجہ سے برقرار رہتی ہے۔ اس طرح اختلافات زحمت کو ناپود کرنا اور اختلافات رحمت کو قابل برداشت بنانا نبوی کام تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک صالح ترین معاشرہ، کامل ترین دین اور مفید ترین شریعت کا نظام قائم کیا جو اعتدال و توازن، دینی عدل اور سماجی انصاف پر مبنی تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

کے حقوق اس کے اور بندوں کے حقوق ان کے حوالے کرنے تھے، نہ حقوق اللہ میں کمی کرنی تھی اور نہ ان کے سبب حقوق العباد میں کمی بیشی کرنی تھی۔ اختلافات کی پیدائش اور ان کا ازالہ اور ان کا انگیز کیا جانا اور برقرار رہنا اسی دوطرفہ حقوق کی پاسداری میں ممکن تھا۔ رسول اکرم ﷺ کو عصمت نبوی نے خطا سے یا اس کے برقرار رہنے سے بچایا تھا اور صحابہ کرام کو صحبت نبوی کے شرف سے ملنے والے اور رضائے الہی کے سرچشمے سے ایلنے والے عنصر تھے، جسے عدالت صحابہ کرام کہتے ہیں، غلطی اور خطا پر اصرار کرنے اور جسے رہنے سے محفوظ رکھا تھا۔ عہد نبوی کے اختلافات کا اصل منظر نامہ یہ ہے کہ انسان اپنی نادانی، غلطی، خطا، تقصیر اور افراط و تفریط پر نادم ہو اور سب کی بھلائی چاہے۔ اسی خیر کل اور بہبود عام کی فطرت نے تمام اختلافات کے باوجود ان کے دور کو خیر القرون اور امت اسلامی کو تنہا متفقہ امت بنائے رکھا تھا۔

تعليقات و حواشی

بسم الله الرحمن الرحيم

تعلیقات و حواشی

(۱) سورہ بقرہ: ۲۵۳: تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات ("یہ سب رسول، بڑائی دی ہم نے ان میں ایک کو ایک سے، کوئی ہے کہ کلام کیا اس سے اللہ نے، اور بلند کئے بعضوں کے درجے" شاہ عبدالقادر دہلوی) نیز سورہ انعام: ۸۶، اسراء: ۲۱، ۵۵، نمل: ۱۵ وغیرہ مختلف انسانوں کی فضیلت اور درجہ بندی کے لئے ملاحظہ ہوں: سورہ ن: ۳۲، ۳۳، ۹۵ وغیرہ۔

(۲) سورہ احزاب: ۴۰ نیز سورہ سبا: ۲۸ وغیرہ نور محمدی کی تخلیق پر ملاحظہ ہو: آیات نور پر مفسرین و محدثین کی تفاسیر و کتب حدیث میں آراء و روایات نیز شاہ ولی اللہ بلوی، التہیسات الالہیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۹۷ء کی تہیسات نور و حقیقت محمدیہ مثلاً ۱۳۶: تفہیم۔ اوغیرہ۔ صوفیہ کرام اسم اعظم، حقیقت محمدیہ اور نور محمدی جیسے مختلف نام ایک ہی حقیقت کبریٰ کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

(۳) اختلاف بمعنی مخالفت منکرین حق: سورہ بقرہ: ۲۱۳؛ آل عمران: ۱۹؛ مریم: ۳۷ وغیرہ متعدد آیات کریمہ ہیں۔ فطری اختلاف کے لئے ملاحظہ ہو: سورہ نمل: ۹۲ وغیرہ۔ قرآن مجید میں اس اختلاف کے لئے لفظ اختلاف استعمال نہیں کیا گیا ہے، قرآن و حدیث میں بالعموم نزاع، تنازع جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جیسے سورہ آل عمران: ۱۵۲؛ سورہ نساء: ۵۹؛ جن میں "فان تنازعتم فی الامر/ فان تنازعتم فی شئی" بالترتیب ہیں۔ دوسری سورتیں ہیں: طہ: ۶۲؛ انفال: ۳۶ وغیرہ۔

(۴) سورہ شوریٰ: ۱۰؛ اسوہ کاملہ کے لئے سورہ احزاب: ۲۱؛ الممتحنہ: ۶۰۔

(۵) اختلاف منافقین و اہل کتاب سے اس بحث میں تعرض نہیں کیا گیا ہے کیونکہ وہ مخالفت حق کا معاملہ ہے۔ ہماری بحث اصولی طور سے اہل ایمان کے اختلاف فکر و نظر اور تنوع عمل و تعامل سے متعلق ہے۔

(۶) شاہ ولی اللہ دہلوی، حجتہ اللہ البالغہ، مکتبہ سلفیہ لاہور غیر مورخہ؛ سعید احمد پالن پوری صاحب (حضرت

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور صل

سے میری ملاقات ہے۔ رحمۃ اللہ الواسعہ ان کی کتاب و شرح حجتہ اللہ البالغہ کا نام ہے۔ وہ مولانا مدظلہ کے لئے دعائیہ فقرہ نہیں ہے جیسا آپ سمجھے ہیں۔ (مکتبہ مجاز دیوبند، ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۴ء بالترتیب ۱۴۰۱ھ، وما بعد، ۶۲/۵۷-۶۰۱) (آئندہ صرف حجتہ اللہ البالغہ اور رحمۃ اللہ الواسعہ)

(۷) حجتہ اللہ البالغہ / رحمۃ اللہ الواسعہ، ۲۱/۲، وما بعد، وما بعد: حضرت شاہؒ نے ”الاقتصاد فی العمل“ عمل میں میانہ روی پر بہت جامع اور مفید بحث کی ہے جو حکیمانہ بھی ہے۔ اس میں احادیث نبویؐ خاص کر بیان کی گئی ہیں جو میانہ روی کی اہمیت بتاتی ہیں۔

(۸) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، باب اذا اطول الامام؛ مسلم، الجامع الصحیح کتاب الصلوٰۃ، باب القراءة فی العبادات؛ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، مکتبہ دار السلام ریاض ۱۹۹۷ء، ۲۳۹/۲، وما بعد (آئندہ بخاری، مسلم اور فتح الباری)

احادیث۔ بخاری مع اطراف: ۷۰۰، ۷۰۵، ۷۱۱، ۷۱۰۶؛ بخاری / فتح الباری کے اگلے باب: باب تخفیف الامام فی القيام و اتمام الركوع والسجود، ۲۵۶/۲، وما بعد کی حدیث: ۷۰۲ میں ہے کہ ایک نمازی نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی تھی کہ فلاں امام کی طویل نماز کی وجہ سے فجر میں شریک نہیں ہوتا، اس پر رسول اکرم ﷺ نے سخت ناراضی کا اظہار فرمایا اور ہدایت دی کہ جو شخص نماز پڑھائے وہ ہمیشہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ جماعت میں کمزور، بوڑھے اور ضرورتمند ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان امام نماز کے بارے میں مختلف اقوال و شخصیات کا ذکر کیا ہے جو اتنا زیادہ ضروری نہیں جتنا یہ واقعہ کہ نمازیوں کو اپنے امام کی طویل نمازوں سے اختلاف ہوتا تھا اور رسول اکرم ﷺ نے ان کے اس اختلاف کو قبول فرمایا تھا۔ بخاری / فتح الباری میں آگے بھی ایسے کئی اور ابواب ہیں۔

(۹) بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام و المأموم الخ حدیث: ۷۵۷، فتح الباری ۳۰۶/۲، وما بعد۔

(۱۰) مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب خاکسار، شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی صوفیانہ شرح حدیث، شاہ ولی اللہ اکیڈمی پھلت ۲۰۰۸ء۔

(۱۱) بخاری کتاب الایمان والنذور، مختلف ابواب، فتح الباری ۶۶۹/۱۱ وغیرہ میں متعدد دوسرے واقعات کا ذکر ہے جیسے مسنی الصلاۃ، رسول اکرم ﷺ کا سجدہ سہو، وغیرہ۔

- (۱۲) مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب امر من نعس فی صلاتہ۔
- (۱۳) بخاری، کتاب الصلوٰۃ / ابواب التہجد، باب ما یکرہ من التشدید؛ فتح الباری ۴/۲۶۳، وما بعد۔
- (۱۴) بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم وغیرہ؛ کتاب فضائل القرآن، کتاب الادب، باب حق الضیف؛ مسلم، کتاب الصیام، احادیث بخاری: ۲۹۷۴، ۲۹۷۵، ۲۹۷۶، ۲۹۷۷، وغیرہ میں اسی شدت پسندی پر نقد ہے نیز بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، فتح الباری، ۱۳/۱۹، وما بعد، مسلم، کتاب النکاح، مختلف ابواب۔
- (۱۵) بخاری کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلاة علی المنافقین الخ، حدیث: ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، فتح الباری ۴/۲۹۰، وما بعد۔
- (۱۶) بخاری، کتاب الصلاة / ابواب السہو: حدیث ۱۲۲۷، باب اذا سلم فی رکعتین، الخ، فتح الباری ۳/۱۲۵، وما بعد۔ باب اذا صلی خمساً، حدیث: ۱۲۲۶ میں ہے کہ آپ ﷺ نے سہو سے ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں۔ صحابہ کرام کے استفسار پر سجدہ سہو کیا؛ فتح الباری، ۶/۶۶۹، وما بعد۔
- (۱۷) بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا طلقت الحائض تعتد بذلك الطلاق، حدیث: ۵۶۵۲، وغیرہ، فتح الباری ۳/۳۶۹، وما بعد؛ نیز دوسری احادیث، بحث حافظ ابن حجر کافی مفصل ہے اور بعض دوسرے واقعات و اختلافات کا ذکر کیا ہے۔
- (۱۸) سورۃ بقرہ: ۲۱۷، ۲۱۸؛ تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر کے مباحث۔
- (۱۹) بخاری، کتاب المغازی، باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر، متعدد ابواب، نیز باب غزوہ تبوک وغیرہ، فتح الباری ۷/۳۵۱، وما بعد؛ سورہ انفال: ۵-۸: ان فریقا من المومنین لکھون یجادلونک فی الحق بعد ماتبین کانما یساقون الی الموت وهم ینظرون ○
- (۲۰) مسلم کتاب الجہاد، باب امداد الملائکۃ؛ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما من النبی ﷺ علی الاساری۔
- (۲۱) ابن اسحاق راہن ہشام بحوالہ شبلی ۳۱۸-۳۱۹، حضرت حبابؓ بن منذر کے حربی مشورے اور تجویزوں کو رسول اکرم ﷺ نے مختلف غزوات میں قبول کیا تھا۔

(۲۲) بخاری، کتاب المغازی، متعدد ابواب؛ فتح الباری، ۴۳۱/۷، وما بعد۔

(۲۳) بخاری، فتح الباری ۴۳۶/۷؛ حدیث: ۴۰۴۳ میں اس کی واضح تفصیل موجود ہے۔ بحث حافظ ابن

حجر کے لئے ما بعد صفحات؛ نیز سورہ آل عمران: ۱۲۱-۱۲۲، نساء: ۸۸، بخاری کتاب الجہاد، باب
مایکوه من التنازع فی الحرب۔

(۲۴) سورہ آل عمران: ۱۵۲: ”حتى اذا فلتتم وتنازعتم في الامر وعصيتهم“ کی تفسیر میں مسلمانوں
کے اختلاف و تنازع کا ذکر موجود ہے۔ ان میں جنگ سے فرار، تیر انداز، تیر اندازوں کی نافرمانی
وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔

فتح الباری، ۴۷۱/۷، بخاری؛ کتاب الجنائز، باب هل يخرج الميت من القبر والحد
لعله؟ حدیث: ۱۳۵۱؛ فتح الباری ۲۷۳/۳، وما بعد؛ حضرت جابرؓ نے اپنے شہید اجداد ماجد حضرت
عبداللہؓ کے لاش کو چھ ماہ بعد قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیا تھا کیوں کہ ان کے ساتھ ایک
دوسرے صحابی کو بھی دفن کیا گیا تھا جو حضرت جابرؓ کو پسند نہیں آیا تھا۔

(۲۵) بخاری؛ کتاب المغازی، ابواب غزوہ خندق؛ فتح الباری ۴۹۰/۷، وما بعد؛ بالخصوص احادیث:
۴۰۹-۴۱۰ مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوۃ الجہاد، (ابن اسحاق ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ،
دار الفکر قاہرہ، غیر مورخہ ۲۲۹/۳ طبری، تاریخ الطبری، دار المعارف مصر ۱۹۶۱ء، ۵۷۸/۲، وما بعد
شبلی، سیرۃ النبی ۲۲۵/۱ نے طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور متعدد دوسروں نے بھی، الرئیق المختوم
میں بلا حوالہ ہے۔ حضرت نعیم بن مسعودؓ اشعریؓ بقول ابن اسحاق بن قریظہ کے ندیم تھے اسی لئے یہ
کے معتمد تھے۔

(۲۶) بخاری، کتاب المغازی کا باب ہے: باب غزوۃ الحدیبہ الخ؛ فتح الباری ۵۴۷/۷، وما بعد؛
ابن سید الناس، عیون الاثر، ۱۱۳/۲: ”غزوۃ رسول اللہ ﷺ الحدیبہ“

(۲۷) جنگی تیاری کے ساتھ اسلامی لشکر کے آنے کا معاملہ اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب
قریش مکہ نے اپنے سالار خیل (شہسوار دستہ کے افسر) خالد بن ولیدؓ مخزومیؓ کے زیرِ کمان ایک فوجی
دستہ بھیجا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عباد بن بشرؓ انصاریؓ اپنے ”خیل“ کے
ساتھ اس کے مقابل صف آراء ہو گئے تھے اور جنگ کی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ بیعت رضوان سے
قبل حضرت عثمانؓ کی مکہ سے عدم مراجعت کی بنا پر حضرت عمرؓ نے جنگ و قتال کی تیاری کر لی تھی:

حدیث بخاری: ۴۱۸۶؛ عیون الاثر ۱۱۴۲ بحوالہ ابن ہشام وغیرہ۔ بعض معرکوں کا بھی ذکر ملتا ہے جن میں فریقین نے ایک دوسرے پر تیروں اور پتھروں سے حملہ کیا تھا۔ حدیث بخاری: ۴۱۷۹-۴۱۷۸ کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے قریشی لشکر دیکھ کر مشاورت کی تو حضرت ابوبکر صدیق نے آگے بڑھنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ اگر قریش نے ہم کو بیت اللہ سے روکا تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔

(۲۸) فتح الباری ۵۵۹/۷-۵۶۰: بحوالہ مغازی عروہ بروایت ابوالاسود: فدعا عمر ليعتله فقال: والله لا آمنهم على نفسى، فدعا عثمان فارسله؛ ابن اسحاق وابن ہشام، ۳۶۳/۳، وما بعد؛ عیون الاثر، ۱۱۶۲، وما بعد میں زیادہ تفصیل ہے جو امام زہری کی روایت پر مبنی ہے۔

(۲۹) عیون الاثر، ۱۱۵۲، وما بعد؛ ابن اسحاق وابن ہشام، ۳۵۷/۳، وما بعد: روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ ثنیۃ المرار نامی مقام دمبھط حدیبیہ پر، جو مکہ کے زیریں علاقے میں تھا، اسلامی لشکر پہنچا اور وہاں ناقہ نبوی بیٹھ گئی۔ اس پر بعض لوگوں نے کہا کہ وہ خوفزدہ ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نہ گھبرائی اور نہ تھکی اور اس کے لئے یہ دونوں چیزیں ممکن یا لائق نہیں بلکہ اس کو اسی ذات عالی نے روک دیا ہے جس نے ہتھی والوں (اصحاب الفیل) کو روک دیا تھا؛ نیز حاشیہ: ۳۰ کے حوالے بالخصوص احادیث بخاری: ۲۷۳۱-۲۷۳۲، اور فتح الباری، ۴۰۳/۵، وما بعد۔

(۳۰) بخاری، مذکورہ بالا، احادیث: ۴۱۸۰-۴۱۸۱؛ فتح الباری، ۵۶۶/۷، وما بعد۔ واقعات صلح حدیبیہ بہت تفصیل وسط کے ساتھ کے لئے ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد؛ فتح الباری، ۴۰۳/۵، وما بعد؛ احادیث: ۲۷۳۱-۲۷۳۲؛ حضرت مروان بن حکم امویؓ و مسور بن مخرمہؓ نوفلی کے سند سے بہت مفصل ہیں اور ان میں بہت سے واقعات اختلاف شامل ہیں۔ ابن ہشام نے بھی ان ہی دونوں حضرات کی احادیث نقل کی ہیں۔

(۳۱) مذکورہ بالا احادیث بخاری کی شرح عسقلانی: فتح الباری، ۴۰۳/۵-۴۲۸؛ وما بعد۔ اس میں حضرت ابوبصیر ثقفیؓ کے مکہ مکرمہ سے فرار، مدینہ آمد، ان کی سفراء قریش کے ساتھ مکہ واپسی، ایک سفیر قریش کے ان کے ہاتھوں قتل اور فیصلہ نبوی سے ان کے اختلاف اور سیف البحر نامی مقام پر ان کے قیام اور ان کے ساتھ ابوجندلؓ وغیرہ ستر سواروں وغیرہ کے اجتماع و سکونت وغیرہ کے واقعات بھی شامل ہیں جن میں بعض اختلافات صحابہ کرام کا ذکر بہت نمایاں ہے، نیز ابن اسحاق/ ابن ہشام ۷۲۳، وما بعد۔

(۳۲) مسلم، کتاب الحج؛ باب الترغیب فی سکنی المدینۃ، نیز بخاری، کتاب المغازی؛ باب غزوہ ذوقرد۔

(۳۳) بخاری، کتاب المغازی، غزوہ خیبر؛ مختلف ابواب؛ فتح الباری، ۵/۸۷، وما بعد۔

(۳۴) بخاری، کتاب الجہاد؛ باب الجاسوس وغیرہ، کتاب المغازی؛ باب غزوہ الفتح، فتح الباری، ۸/۸، وما بعد۔

(۳۵) بخاری، کتاب المغازی، باب ابن رکر النبی ﷺ الراية يوم الفتح؛ فتح الباری ۸/۸ وما بعد؛ حدیث بخاری: ۳۲۸۰۔ ”اليوم يوم الملحمة، اليوم ... تستحل الكعبة ... فقال: كذب سعد...“

(۳۶) نیز بخاری، فتح مکہ اور فتح الباری کی متعلقہ بحث مذکورہ بالا حدیث بخاری۔

(۳۷) شوریٰ سے متعلق آیات کریمہ ملاحظہ ہوں جیسے سورہ شوریٰ: ۳۸، ”وامرهم شورى بينهم“ سورہ آل عمران: ۵۹، ”وشاورهم فى الامر فاذا عزمت فتوكل على الله“ پر بحث مفسرین ملاحظہ ہو؛ شوریٰ نبوی پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو: عہد نبوی تنظیم ریاست و حکومت، باب سوم: مشیران نبوی۔

(۳۸) حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کی فوجی انتظامی تقرریوں کے لئے ملاحظہ ہو: عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، سوم و چہارم وغیرہ، اختلاف و نقد صحابہ کے لئے: بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ مناقب زید بن حارثہ: فتح الباری، ۱۱/۷، وما بعد: ”حدیث ۳۷۳۰: فطعن بعض الناس فى امارته فقال النبی ﷺ: ان تطعنوا فى امارته فقد كنتم تطعنون فى اماره ابیه من قبل، وایم الله ان كان لخليقا للاماره، وان كان لمن احب الناس الى وان هذا لمن احب الناس الى بعده“؛ متعدد اطراف حدیث۔

حافظ ابن حجر نے امام نسائی کی ایک حدیث حضرت عائشہ نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جس کسی فوج میں حضرت زید بن حارثہ کو بھیجا اس میں ان ہی کو اس کا امیر بنایا۔ پھر نتیجہ نکالا ہے کہ اس حدیث میں مولیٰ کی امارت اور بڑوں (کبار) پر چھوٹوں (صغار) اور فاضل پر مفضل کی تولیت و سرداری کی اجازت ملتی ہے۔ کیونکہ اس جیش اسامہؓ میں حضرت ابوبکرؓ وغیرہ بھی شامل تھے۔ نیز: اسد الغابہ و اصحابہ میں ترجمہ حضرت زیدؓ و حضرت اسامہؓ۔

حضرت حافظ نے بہر حال ان دونوں مفضل صحابہ کرام اور موالی نبوی کی تقرری کی اصل وجہ سے

بحث نہیں کی جس پر مفصل بحث تنظیم ریاست و حکومت میں کی جا چکی ہے اور اس کا اختلافی نکتہ آخری محاکمے میں آئے گا۔

(۳۹) عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، باب چہارم بحث پر خلفاء و نواب نبوی و باب ششم بحث برائے نماز و موازنہ حیز بخاری؛ ابواب الاذان، احادیث الانبیاء، باب مقدم النبی ﷺ، باب ہجرۃ الحبشہ، مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب جواز اذان الاعمی وغیرہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عمروؓ/ابن اُم مکتومؓ بن اُم مکتوم مسلمانوں کو تعلیم بھی دیتے تھے۔ وہ صاحب مناقب صحابی تھے۔ نیز اسد الغابہ و اصابہ میں ان کے سوانحی خاکے۔

(۴۰) عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت میں مختلف ابواب اور عہدوں اور منصبوں پر نو جوانوں کی تقرری کی حکمت نبوی پر بحث ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے خلافت و ملوکیت میں حضرت عثمانؓ پر جو الزامات تراشے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ ان جیسے دوسرے علماء و مفکرین نے نبوی پالیسی اور اس کے خلافت شیخین اور بعد کے ادوار میں تسلسل کی حکمت و واقعیت دونوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔

(۴۱) عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت کے ابواب سوم اور پنجم وغیرہ؛ نیز اسد الغابہ و اصابہ میں صحابہ کرام کے تراجم و کتب سیرت کے واقعات؛ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب امر الانمہ بتخفیف الصلوٰۃ: حضرت عثمان بن العاص ثقفی کے لئے۔

(۴۲) حضرت عبدالمطلبؓ بن ربیعہ بن حارث ہاشمی اور حضرت فضلؓ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کو ان کے والدوں نے خدمت میں بھیجا تھا کہ عمال صدقات مقرر کر دیں مگر آپ ﷺ نے انکار کر دیا: مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ترک استعمال آل النبی ﷺ علی الصدقہ۔ یہ واقعہ متعدد ابواب میں آیا ہے۔

اس باب کے عنوان اور حدیث کے مضمون دونوں سے صرف ایک وجہ آل محمد ﷺ کے لئے صدقہ زکوٰۃ حلال نہیں ہے، بتائی گئی ہے۔ دوسری روایات میں ان کی عدم لیاقت کا بھی ذکر ملتا ہے۔

(۴۳) مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراہیۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ۔

(۴۴) مفصل بحث کے لئے عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت کے مختلف ابواب اور ان کی فصول۔

(۴۵) بخاری، ”کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ خالد الخ“؛ فتح الباری، ۷/۸، یہ سریہ بنی جذیمہ کا واقعہ ہے۔

(۴۶) مسلم، کتاب الجہاد، باب استحقاق القتال سلب القتل وغیرہ۔

(۴۷) مسلم، کتاب الجہاد، باب فتح مکہ؛ ابن ہشام ۲۶۴/۲-۲۷۰، وما بعد۔

(۴۸) بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب الی الیمن قبل حجة الوداع؛ فتح

الباری ۸۲۸-۸۸۔

(۴۹) مسلم، کتاب الفضائل؛ فضائل علیؑ۔

(۵۰) بخاری، کتاب المغازی؛ باب غزوة تبوک، فتح الباری، ۱۳۰/۸، وما بعد؛ حدیث ۴۴۱۶:

حضرت علیؑ کے ”استخلاف“ کے بارے میں خود ان کو احساس تھا۔ لہذا رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ کیا آپ ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں پر اپنا خلیفہ بنا رہے ہیں: أتخلفنی فی الصبیان والنساء؟...

حافظ ابن حجر نے حاکم کی ایک مرسل روایت حضرت عطاء بن ابی رباح نقل کی ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا: اے علی! میرے اہل میں خلیفہ بن جاؤ... ”یا علی اخلفنی فی اہلی“...

(۵۱) نفس انسانی میں لالچ و طمع (شح) ودیعت کئے گئے ہیں تاکہ ابتلاء و امتحان میں ان کو میزان عمل بنایا جاسکے اور جو لوگ اپنے نفس کے لالچ سے بچائے جاتے ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں۔ اس کا ذکر تین آیات کریمہ میں ملتا ہے:

۱۔ سورہ نساء : ۱۲۸ ”واحضرت الانفس الشح“

۲۔ سورہ حشر : ۹ ”ومن یوق شح نفسه فاولئک ہم المفلحون“

۳۔ سورہ تغابن : ۱۶ ”سورہ حشر: ۹ کی مانند آیت ہے۔“

(۵۲) قناعت و فقر پر کتاب الزہد کے ابواب و فصول کی حدیث ملاحظہ ہوں نیز آیات کریمہ بھی۔

(۵۳) مال، اموال وغیرہ سے متعلق آیات کریمہ میں بالعموم اس کو دنیاوی زینت اور باعث فساد کہا گیا ہے۔ لیکن ان ہی میں وہ اموال جو خیر کے لئے استعمال ہوں اور زکوٰۃ و صدقہ کے باعث بنیں، ان کو باعث اجر بتایا گیا ہے۔

مال و جائداد کو ”خیر“ سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے سورہ بقرہ: ۲۱۵ ”قل ما نفقتم من خیر فلوللہ الدین والاقربین“؛ سورہ بقرہ: ۲۷۲ ”وما تنفقوا من خیر فلانفسکم الخ“ اسی سورہ کی بعض اور

- آیات میں انفاقِ خیر کا ذکر ہے جیسے ۲۷۲-۲۷۳، اور ان سب سے مراد مال ہے۔
- (۵۳) حضرت خالد بن ولیدؓ غزوئ سے مقتول کے سلب کے بارے میں اختلاف کا ذکر اوپر بحوالہ مسلم وغیرہ میں آچکا ہے۔ نیز بخاری کتاب فرض الخمس، باب لم یخمس الاسلاب؛ کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالیٰ: و یوم حنین الخ؛ فتح الباری میں ان کے متعلقہ مباحث۔
- (۵۵) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف؛ فتح الباری، ۵۸/۸ و مابعد؛ حدیث: ۳۳۲۸ اور اس کی شرح؛ کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطى المؤلف، فتح الباری، ۳۰۰/۶، و مابعد؛ مسلم، کتاب الزکوۃ؛ باب اعطاء المؤلف قلوبہم... بخاری، کتاب الجہاد، باب: لشجاعة فی الحرب؛ فتح الباری، ۴۳/۶، و مابعد؛ حدیث: ۲۸۲۱ اس میں بعض بدوی حضرات کے چادر گھینے اور جنگ کرنے کا ذکر ہے۔ حدیث: ۳۱۳۸ میں عدل کرنے کا ذکر ہے۔ چادر گھینے کا ایک واقعہ مختلف احادیث میں آیا ہے: ۳۱۴۸-۳۱۴۹، اور اسی طرح عدل نبوی کا: ۳۱۵۰، اور اس کے سات اطراف ہیں۔
- مال غنائم کی تقسیم بالخصوص مؤلفۃ القلوب کے درمیان ان کی تقسیم و عطا کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض کو دیا اور بعض کو نہیں دیا اور جن کو نہیں دیا ان میں سے کچھ لوگ خفا ہو گئے۔
- قرآن مجید نے بھی اس کا ذکر سورہ توبہ: ۵۸، میں کیا ہے: ”ومنہم من یلمزک فی الصدقت فان اعطوا منها رضوا وان لم یعطوا منها اذا هم یسخطون“۔
- (۵۶) بخاری، کتاب العتق، باب اذا أسیر اخو الرجل او عمه هل یفادی؛ فتح الباری، ۲۰۷/۵، و مابعد۔
- (۵۷) بخاری، کتاب فرض الخمس، کتاب المغازی، باب شہود الملائکہ بدرًا، کتاب البیوع، باب بیع الحطب؛ فتح الباری، ۲۳۵/۶، و مابعد؛ حدیث بخاری: ۳۰۹۱۔
- (۵۸) بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطى المؤلف قلوبہم... الخ؛ فتح الباری، ۳۰۰/۶، و مابعد بالخصوص حدیث: ۳۱۴۷ میں انصار سے خطاب کا مذکورہ بالا واقعہ ہے۔
- حدیث: ۳۱۴۵ میں مال نہ پانے والے لوگوں سے بعض کے ناراض ہونے اور عتاب کرنے کا ذکر ہے۔ اسی میں حضرت عمرو بن تغلبہؓ جیسے صحابی کا ذکر خیر بھی ہے جنہوں نے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر کہا تھا کہ کلمہ نبوی ان کے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔ یعنی مال سے زیادہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میں جن کو نہیں دیتا ان کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔

(۵۹) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ حنین: باب قول اللہ تعالیٰ: ویوم حنین، فتح الباری ۳۴۸-۳۴۹، حدیث: ۴۳۱۸-۴۳۱۹: میں ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے اس فیصلے سے کہ بنو ہوازن کے تمام قیدیوں کو واپس کر دیا جائے سب لوگ خوشی خوشی تیار ہو گئے تھے۔

حضرت ابن حجر عسقلانی نے اس پر بحث کرتے ہوئے موسیٰ بن عقبہ کی روایت کی بنا پر لکھا ہے کہ دو شیوخ تمیم و فزارہ حضرات اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن خزرائی نے اور شیخ بنو سلیم حضرت عباسؓ بن مرداس سلمیٰ نے اپنے اور اپنی قوم کے حصہ میں پڑنے والے اسیروں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ مؤخر الذکر بنو سلیم نے البتہ اپنے شیخ و سردار سے اختلاف کیا اور فرمان رسول اکرم ﷺ سے اتفاق کر کے اپنے حصہ کے قیدی آزاد کر دئے۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو شخص اپنے حصہ و حق اسیر کو آزاد نہیں کرنا چاہتا اس کو ہر انسان کے بدلے چھ اونٹ (فرائض) اولین ملنے والی فے سے دئے جائیں گے۔ اس پر تمام لوگوں نے قیدی عورتوں اور لڑکوں کو آزاد کر دیا تھا۔

(۶۰) بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس للامام الخ، (طویل ترین ترجمہ الباب ہے) حدیث: ۳۱۴۰؛ فتح الباری، ۲۹۳/۶، وابعاد: امام بخاری کی اس حدیث میں امام ابن اسحاق کا ایک تشریحی قول بہت اہم ہے۔ اس حدیث کے دو اطراف بھی ہے۔

(۶۱) بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب؛ فتح الباری، ۵۱۲/۷، وابعاد: حدیث: ۴۱۲۰؛ مسلم، کتاب الجہاد، باب رد المهاجرین الی الانصار مناحمهم نیز مقالہ خاکسار: حضرت ام ایمنؓ رسول اکرم ﷺ کی نانا۔ معارف اعظم گڑھ فروری۔ مارچ ۲۰۰۳ء۔

(۶۲) بخاری، کتاب الاحکام، باب رزق الحکام، فتح الباری، ۱۸۵/۱۳، وابعاد: ترجمہ الباب میں تنخواہ/رزق شخص کا حوالہ ہے؛ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اباحۃ الاخذ لمن اعطی من غیر مسألة؛

احادیث بخاری: ۷۱۶۳-۷۱۶۴ اور ان پر بحث حافظ میں صحابہ کرام کے علاوہ تابعین کے اختلاف کا بھی ذکر ہے۔

(۶۳) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف؛ فتح الباری، ۵۸/۸، وابعاد: حدیث ۴۳۲۸،

اعرابی نے رسول اکرم ﷺ کے بشارت قبول کرنے کے فرمان پر سخت طعن کیا کہ آپ ﷺ نے بشارت تو بہت دے دی: قد اکثر علی من "أبشر... الخ

(۶۴) قرآن مجید، سورہ توبہ: ۹۶-۹۸؛ نیز کتاب الزکوٰۃ، کتاب الاحکام، بخاری و مسلم میں بھی یہ بحث ہے۔

(۶۵) مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فی تقدیم الزکوٰۃ؛ بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: وفی الرقاب؛ فتح الباری، ۳/۴۱۷: حدیث: ۱۳۶۸، میں تفصیل ہے اور اس سے قبل، ۳/۳۹۳، میں حضرت خالدؓ کے ہتھیاروں پر عمدہ تبصرہ ہے: ان پر بحث حافظ کافی مفصل مدلل ہے۔

(۶۶) بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب هل یشتري صدقته الخ؛ فتح الباری ۳/۳۳۳ وما بعد۔

(۶۷) بخاری، کتاب الایمان والندور، باب کیف كانت یمین رسول اللہ ﷺ؛ فتح الباری، ۱۱/۶۳۷ وما بعد؛ مسلم، کتاب الامارۃ، باب تحريم هدايا العمال، بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ: والعاملین علیہا ومحاسبۃ المصدقین مع الامام؛ فتح الباری ۳/۳۶۰ وما بعد۔

(۶۸) ابن اسحاق وابن ہشام، ۳/۳۳۰-۳۳۱، کا بیان ہے کہ بنو مصطلق کے اسلام لانے کے بعد ہی رسول اکرم ﷺ نے حضرت ولید بن عقبہؓ اموی کو ان کا عامل بنا کر بھیجا تھا لیکن دوسرے مورخین و اہل سیر کا بیان ہے کہ ان کی تقرری فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

(۶۹) غیر منصوص احکام و ارشاد میں اختلاف جائز تھا بلکہ فطری بھی اس پر اصولی بحث محاکمہ میں آتی ہے۔ (۷۰) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مطبعۃ السعاده مصر ۱۹۳۲ء، ۳/۵۹-۶۰، بحوالہ صحیحین، امام احمد، نسائی، بیہقی، ابن ماجہ اور ابن اسحاق وغیرہ۔

(۷۱) مکی اسوۃ نبوی، القلم کراچی، ۲۰۰۸ء، ۱۷۰-۱۷۱، بحوالہ بلاذری، انساب الاشراف، قاہرہ ۱۹۵۹ء، ۱۳۷-۱۳۸، نیز ما قبل۔

(۷۲) بخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الصغار من الکبار، وغیرہ مختلف ابواب؛ فتح الباری، ۹/۱۳۸-۱۵۲، وما بعد، مفصل بحث کے لئے کتاب خاکسار: مکی عبد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء،

نئی دہلی، ۲۰۰۶ء، ۲۹۴-۲۹۸، وما بعد (آئندہ کتاب کا حوالہ صرف اسلامی احکام کے عنوان سے)

(۷۳) قرآن مجید، سورہ احزاب: ۳۷-۴۰؛ مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب؛ بخاری، کتاب

الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب وکان عرشہ علی الماء وغیرہ مختلف کتب اور ابواب، فتح الباری ۶۶۵/۹، وغیرہ؛ مسلم، کتاب الزکاح، باب زواج زینب، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دارصادر بیروت ۱۹۵۶ء، ۱۰/۸؛ حافظ ابن حجر عسقلانی اور بعض دوسرے محدثین و شارحین نے حضرت زید بن حارثہ کلبیؓ کے نکاح کے فسخ کا الزام حضرت زینبؓ پر رکھا ہے اور یہی شبلی گرامی وغیرہ میرت نگاروں نے کیا ہے۔ شبلی، ۳۳۱-۳۳۵؛ مفصل بحث کے لئے: رسول اکرم ﷺ اور خواتین، نئی دہلی ۲۰۰۶ء، ۱۲۶-۱۲۸۔

(۷۴) فتح الباری، ۶۶۵/۸-۶۶۶ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ روایت مذکور ہے کہ حضرت زیدؓ سے ان کے نکاح کی تجویز نبوی ان کو شروع میں پسند نہ آئی تھی پھر وہ راضی ہو گئیں: "... فکرت ذلک، ثم انھا رضیت..." (بقول صدی)۔ حضرت زینبؓ کے گھروالوں کے اختلاف کا بھی ذکر بڑی صراحت سے ان روایات میں ملتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دور کرنے کے لئے خاصی محنت کرنی پڑی تھی۔

(۷۵) مذکورہ بالا حوالے۔ قرآن مجید نے رسول اکرم ﷺ کے خوف و خشیت کا خاص ذکر کیا ہے کہ جسے آپ ﷺ ظاہر کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں اور چھپانا چاہتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ ظاہر کر کے رہے گا۔ اس میں انسانوں سے خشیت کرنے کا حوالہ صرف آپ ﷺ کی مصلحت امت اور اجتماعیت معاشرت بچانے کی خاطر تھا۔ خدا نخواستہ آپ ﷺ کو انسانوں سے خوف تھا اور نہ خشیت الہی سے اجتناب۔ وہ صرف ایک تعبیر قرآنی ہے جو بشری تقاضے کو اجاگر کرتی ہے۔

(۷۶) بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعۃ النبی ﷺ فی زوج بریرۃ، حدیث: ۵۲۸۳؛ فتح الباری، ۵۰۵/۹، وما بعد؛ بحث و تجزیہ کے لئے رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱۷۵-۱۷۶؛ فصل نکاح میں تحریر کا حق۔

(۷۷) بخاری، کتاب الفضائل، باب ذکر اصهار النبی ﷺ؛ کتاب النکاح، باب ذب الرجل عن ابنته فی الغیرۃ والانصاف؛ مسلم، باب فضائل فاطمۃ؛ فتح الباری، ۳۰۶/۹، وما بعد؛ حدیث بخاری: ۵۲۳۰۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الزکاح میں اس حدیث مذکورہ کی تشریح میں بہت سی تفصیلات دی ہیں اور متعدد روایات و احادیث دوسری کتب سے بھی نقل کی ہیں۔ ان میں شامل ہیں: روایت امام

زہری، صحیح ابن حبان، حاکم وغیرہ۔

نکاح کا پیغام ابو جہل کے بھائی حضرت حارث بن ہشام مخزومی کو دیا گیا تھا جو بنت ابی جہل کے چچا اور ولی تھے۔ انہوں نے پہلے حضرت فاطمہؓ پر اپنی بھتیجی کی شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا: ”لانیرو وجک علی فاطمة“۔ بنو ہشام بن مغیرہ سب کے سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اس شرح مفصل میں اور بھی نکات و دقائق ہیں۔

حدیث: ۳۷۲۹: ذکر اصہار النبی ﷺ کے باب میں بھی خاصی تفصیل ہے اور اس میں حسب ذیل اہم نکات ہیں:

— حضرت ابوالعاص بن ربیع عثمیؓ داماد نبوی کی تعریف و تحسین۔ ان کے بارے میں سوانحی تفصیلات بھی ہیں۔

— بنت ابی جہل کا نام جویریہؓ تھا۔ ان کے دو اور نام عوراء اور جمیلہ بھی بتائے جاتے ہیں لیکن یہ روایت مجروح ہے۔

— حضرت عتاب بن اسید امویؓ نے ان سے شادی صرف رسول اکرم ﷺ کی رضا و راحت کے لئے کی تھی۔

— حضرت جویریہؓ کے اور نام بھی دوسروں نے بتاتے ہیں لیکن سب سے مشہور جویریہؓ ہے۔
— ابو جہل مخزومی کی اور بھی کئی بیٹیاں تھیں۔ ان میں ایک حضرت صفیہؓ حضرت سہیلؓ بن عمرو کی بیوی تھیں۔
— یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

(۷۸) مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قالہ شرعاً، دون ما ذکر ﷺ من معاش الدنیا، علی سبیل الراۃ حدیث (۶۱۲۸) ۱۳۱ (۲۳۶۳) ... ان النبی ﷺ مرقوم یلحقون فقال: لو لم تفعلوا للصلح ... انتم اعلم بامر دنیا کم“

(۷۹) مسلم کتاب البر، باب من لعنہ النبی ﷺ و لیس ہو اہلاً لذلک کان لہ زکاة۔

(۸۰) مزاح نبوی پر متعدد مختصرات نگار نے ابواب باندھے ہیں۔ ان میں محب الدین طبری کی تلخیص،

خلاصہ السیر ملاحظہ ہو، نیز بخاری، کتاب الادب، باب الانساب؛ فتح الباری ۱/۶۳۶ و ما بعد نیز کتاب الادب کے دوسرے ابواب بھی؛ شبلی، ۲، ۳۹۷-۳۹۸، فصل، ”الطف طبع“،

(۸۱) ایضاً

(۸۲) ایضاً

(۸۳) شوریٰ/مشورہ پر آیات کریمہ کی تفسیر اور احادیث کی تشریح ملاحظہ ہو۔

(۸۴) یہ ایک اصولی بحث ہے جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی مگر یہاں یہ نکتہ قابلِ لحاظ ہے کہ اکثریت کے فیصلہ یا رسول اکرم ﷺ کے عزیمت و صلابت کے بعد مختلف آراء رکھنے والے صحابہ کرام اس سے اتفاق تو کر لیتے تھے کہ اجتماعیت امت اور اطاعت نبوی کا یہی تقاضا تھا لیکن وہ اپنی سوچیں بھی آراء اور صحیح مشوروں کی حقانیت و صداقت کے اسی طرح قائل رہتے تھے۔

(۸۵) حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن معاذ کے بارے میں روایات ہیں کہ ان کو اپنی رائے و مشورہ کی ”اصلحیت“ پر اصرار تھا اور اس کے بعد میں حکم الہی و آیات قرآنی سے بھی تائید ہو گئی تھی۔

(۸۶) جناب کے بارے میں یہ دراصل دو نقطہ نظر کا معاملہ ہے: حضرت عمرؓ سخت موقف اور بے چلک حکم کے قائل تھے اور رسول اکرم ﷺ اپنے نرم و لطیف مزاج کے سبب نرمی کے قائل تھے۔ ان پر بحث بعد میں آتی ہے۔

(۸۷) موسیقی اور غناء کی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: عہد نبوی کا تمدن، باب موسیقی۔ بخاری اور دیگر کتب حدیث میں ان کے بارے میں جو روایات آتی ہیں وہ ایسے ہی دو چکدار اور بے چلک موقف اور رویے کا اظہار کرتی ہیں۔

(۸۸) عہد نبوی کا تمدن باب زیورات، فصل خواتیم؛ بحوالہ بخاری، کتاب اللباس، باب خواتیم الذهب، فتح الباری، ۳۸۸/۱۰-۳۹۰ میں صحابہ کرام کے استعمالی طلائی خواتیم کا ذکر بہت مفصل ہے۔

(۸۹) عہد نبوی کا تمدن؛ باب و فصل ریشمی ملبوسات، بحوالہ بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر للرجال و قدر ما يجوز منه وغيره ابواب؛ فتح الباری، ۳۵۰/۱۰، وما بعد۔

(۹۰) مذکورہ بالا۔

(۹۱) مذکورہ بالا۔

(۹۲) رسول اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کے سوالات کرنے کے بارے میں متعدد روایات و احادیث کتب حدیث میں ملتی ہیں۔ ان میں ایک نکتہ یہ ضرور ابھاراجاتا ہے کہ صحابہ کرام سوالات بہت کم کرتے تھے اور ان کی تعداد بھی بسا اوقات بتائی جاتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ سترہ سوالات تک محدود تھے۔ دراصل یہ اکابر صحابہ کرام کے احتیاط و حزم کا معاملہ ہے ورنہ تمام سوالات صحابہ کرام کو ان

ہی روایات و احادیث سے جمع کیا جائے تو ان کی تعداد ایک کتاب کا موضوع بن سکتی ہے۔ البتہ سوالات کی نوعیت اور سوال کرنے والوں کی نفیات اور ان کے طبقات کا معاملہ دوسرا ہے اور دلچسپ بھی ہے۔

(۹۳) بخاری، کتاب الصلوٰۃ / کتاب مواقیت الصلوٰۃ؛ فتح الباری، ۲۹/۲: حدیث ۵۴۰، باب وقت الظهر عند الزوال؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیر ﷺ۔

(۹۴) بخاری، کتاب الایمان، باب اذالم یکن الاسلام الخ، فتح الباری، ۱۰۸/۱: حدیث: ۲۷: کتاب الزکوٰۃ، باب لایسنلون الناس الحافاً، فتح الباری، ۳۲۹/۳، وما بعد۔

(۹۵) بخاری، کتاب الطلاق، باب (بلا عنوان) بعد باب ایلاء؛ ترجمۃ الباب میں حکم المفقود فی اہلہ و مالہ ہے جو عنوان باب سے ہے۔ فتح الباری ۵۳۱/۹ وما بعد۔

سوالات کی نوعیت پر بحث ایک خاص مقالہ کی متقاضی ہے۔ مثلاً ایک سفر کے دوران ایک اعرابی نے جنت کے قریب کرنے والا عمل پوچھا۔ آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ عبادت الہی کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو، اور شرک نہ کرو؛ مسلم، کتاب الایمان؛ فتح الباری، ۳۵۵/۸۔ عورتوں نے خاص عورتوں کے لئے وعظ و ارشاد کی مجلس لگانے کی درخواست کی تھی؛ مسلم کتاب البر و الصلۃ؛ بخاری، کتاب العلم وغیرہ۔

(۹۶) صحابہ کرام کے بلا طلب مشوروں کا مقصد مختلف تھا: اول دین اسلام اور رسول اکرم ﷺ کی خیر خواہی ان سے مطلوب ہوتی تھی۔

دوم امت اسلامی کی عظیم تر مصلحت/ مصالح کا خیال صحابہ کرام کو ان کو دینے کے لئے ابھارتا اور آمادہ کرتا تھا۔

سوم کسی فوری یا مستقل وجہ اور حکمت، جو خیال صحابہ میں آجاتی تھی، وہ بلا طلب مشورہ دینے پر اکساتی تھی۔ (۹۷) مسلم، کتاب الایمان، باب من لقی اللہ بالایمان۔

(۹۸) قرآن مجید، سورہ حشر: ۵، "ما قطعتم من لینه او ترکتموها قائمۃ علی اصولہا فباذن اللہ ولیخزى الفسقین"، بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث، بنی النضیر، فتح الباری، ۳۱۱/۷-۳۱۲، وما بعد۔

(۹۹) مسلم، کتاب الایمان، باب من لقی اللہ بالایمان وهو غیر شاک۔

(۱۰۰) بخاری، کتاب النکاح باب اتخاذ السراری الخ، باب البناء فی السفر وغیرہ ابواب، فتح الباری، ۲۷۹/۹-۱۵۸، وابعاد: کتاب المغازی، باب غزوة خیبر؛ فتح الباری، ۵۹۷/۷، وابعاد حدیث: ۴۲۱۱؛ مسلم، کتاب البیوع، مختلف ابواب،

اصل واقعہ و شرح غزوة خیبر میں ہے۔ سات باندیوں کے عوض حضرت صفیہؓ کے خریدنے کا ذکر صرف مسلم میں ہے۔ حضرت صفیہؓ سے نکاح نبوی کی تفصیلات دوسری کتب بخاری اور ان کے ابواب میں بھی ہیں جو نئی معلومات دیتی ہیں۔

(۱۰۱) بخاری، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات الخ؛ فتح الباری، ۵۳/۹، وابعاد نیز دیگر ابواب بخاری۔ بالخصوص حدیث: ۵۱۰۱ اور اس کے چار اطراف اور حدیث پر بحث حافظ۔

(۱۰۲) بخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأة نفسها علی الرجل الصالح؛ فتح الباری، ۲۱۸/۹، وابعاد: حدیث: ۵۱۲۰-۵۱۲۱، یہ دونوں احادیث دو مختلف صحابہ کرام۔ حضرت انسؓ بن مالک اور سہل بن سعدؓ سے مروی ہیں اور وہ دونوں انہیں الگ الگ واقعات بتاتے ہیں۔

(۱۰۳) بخاری، کتاب الاستیذان، باب آية الحجاب؛ فتح الباری، ۲۸/۱۱، وابعاد، بخاری کتاب التفسیر، سورة الاحزاب؛ فتح الباری، ۶۵۶/۸، مسلم کتاب السلام۔

(۱۰۴) بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ؛ فتح الباری، ۳۲۳/۷، وابعاد بالخصوص حدیث: ۳۹۲۹، اور اس کی شرح ابن حجر۔

(۱۰۵) ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی کراهية التماذج؛ نیز دیگر کتب حدیث میں کتاب الادب کے متعلقہ ابواب۔

(۱۰۶) بخاری، کتاب الحدود، باب ما یکره من لعن شارب الخمر؛ فتح الباری، ۹۲/۱۲، وابعاد۔

(۱۰۷) بخاری، کتاب الحدود، باب المحاربين من اهل الکفر، و باب الرجم فی المصلی؛ فتح الباری، ۱۳۳/۱۲، اور ۱۵۸، وابعاد، مسلم، کتاب الحدود۔

(۱۰۸) بخاری، کتاب الصلوة، باب المساجد فی البيوت وغیرہ؛ فتح الباری، ۶۷۲/۱، وابعاد؛ مسلم، باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة بعذر۔

(۱۰۹) تعداد ازواج سے متعلق تمام قرآنی آیات کریمہ کا تنقیدی تجزیہ اور مجموعی مطالعہ بتاتا ہے کہ یک زوجگی یعنی صرف ایک بیوی ایک وقت میں رکھنا اسلامی قانون بھی ہے اور سماجی استحسان بھی۔ اسی کی

اصولی حیثیت بھی ہے۔ ایک سے زیادہ بیویاں۔ دو تین اور چار تک۔ بیک وقت نکاح میں لانے کا معاملہ صرف اجازت ہے۔ وہ ضرورت سے بھی مشروط ہے اور عدل و انصاف سے بھی لیکن متاخرین نے بالخصوص تعدد ازواج کو اجازت و رعایت سے زیادہ قانونی حق شوہر بنا دیا ہے۔ یہ بحث تفصیل طلب ہے جس کا یہاں موقعہ نہیں، بطور دلیل و استشہاد یہ کہا جاسکتا ہے کہ عہد نبوی میں بعض ناگزیر ضرورتوں کی صورت میں ایک سے زیادہ بیوی کی اجازت صرف مجبوری کا معاملہ تھا۔ حضرت فاطمہؓ پر سوت لانا اسی وجہ سے ناپسندیدہ ٹھہرا تھا۔

(۱۱۰) ازواج مطہرات پر ملاحظہ ہو: کتب سیرت و حدیث کے ابواب متعلقہ نیز مندرجہ ذیل احادیث و واقعات: شبلی، ۴۰۲/۲-۴۲۱؛ سید سلیمان ندوی، سیرۃ عائشہ، باب: سوکنوں کے ساتھ، ۵۳-۶۸۔

(۱۱۱) اس موضوع پر ایک کامل تحقیقی مقالے کی ضرورت ہے جس میں باہمی تعلقات ازواج کا ان کے سماجی تناظر میں مطالعہ کیا جائے۔

(۱۱۲) بخاری، کتاب الہبۃ، باب اھدی الی صاحبہ، و تحوی بعض نساہ دون بعض: فتح الباری، ۲۵۳/۵؛ و مابعد حدیث: ۲۵۸۱، بالخصوص، سید سلیمان ندوی، سیرۃ عائشہ مذکورہ بالا۔

حدیث بخاری: ۲۵۸۱، خود حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے اور ان کے اپنے بیان کے مطابق ازواج نبویؐ دو ٹولیوں میں تھیں: ایک حزب میں عائشہ، حفصہ، صفیہؓ اور سودہؓ تھیں اور دوسرے حزب میں ام سلمہؓ اور دوسری تمام ازواج نبویؐ تھیں: ”ان نساء رسول اللہ ﷺ کن حزبین: فحزب فیہ عائشہ و حفصہ و صفیہ و سودہ، والحزب الآخر ام سلمہ و سائر نساء رسول اللہ ﷺ...“

سید سلیمان ندویؒ نے ان دو ٹولیوں کا حوالہ ضرور دیا ہے مگر ان کی تفصیل و تشریح نہیں دی، انہوں نے بخاری کی کتاب الہدایا کا نام اپنے ماخذ کے بطور لکھا ہے۔ ہمارے سامنے جو نسخہ بخاری/فتح الباری ہے اس میں کتاب الہبۃ ہے۔

فتح الباری، ۲۵۳/۵، میں حزب پر بحث کم ہے؛ ۴۶۷/۹، و مابعد میں حافظ موصوف نے ازواج مطہرات کے دو حزبوں کا ذکر واقعہ مغایرہ و شہد کے ضمن میں بھی کیا ہے۔ ان کی بحث اس نکتہ پر ہے کہ ”صاحبۃ العسل“ کون زوجہ تھیں، کتب سیرت میں حضرت ام سلمہؓ کا بھی نام آتا ہے۔

سو تیا چاہ کے حوالے سے ازواج مطہرات کے دو ٹولیوں میں منقسم ہونے کا معاملہ بھی محدود ہو جاتا

ہے کہ صرف حضرت عائشہؓ کے خلاف دوسرا مذاق تھا۔ خود حضرت عائشہؓ کا محاذ اور اس کی شریکات سوتیا چاہ کے معاملے میں حضرت عائشہؓ کی حریف بن گئی تھیں اور حضرت عائشہؓ بھی ان سے رشک کرتی تھیں۔

(۱۱۳) بخاری، کتاب الہیۃ، باب وحدیث مذکورہ بالا: مسلم کتاب الفضائل، فضل عائشہؓ؛ فتح الباری مذکورہ بالا۔

یہ تمام نکات اس حدیث بخاری: ۲۵۸۱، سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری احادیث میں بھی اس کے حوالے ہیں۔ اس حدیث کا سارا محور یہ حدیث واقعہ ہے کہ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کے پاس کھانے کے ہدایا بھیجا کرتے تھے۔ جس دن حضرت عائشہ صدیقہؓ کی باری ہوتی اس دن صحابہ کرام کے ہدایائے طعام کی جھڑی لگ جاتی تھی اور دوسری ازدواج کی باری/باریوں پر وہ معمول کے ہدایا ہوتے تھے۔ دوسری ازدواج خاص کر دوسری ٹولی کی ازدواج کو اس پر شکایت ہوتی تھی۔ انہوں نے دو مطالبات کئے کہ صحابہ کرام کو ہدایت فرمائیں کہ ہر زوجہ مطہرہ کی باری پر برابر ہدایا بھیجا کریں اور دوسرے یہ کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ کو ترجیح نہ دیا کریں کہ وہی بنائے فساد ہے۔ صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی حضرت عائشہ سے خاص محبت و تعلق خاطر کی وجہ سے ہی تو ایسا کرتے تھے۔ حدیث میں یہ جملہ بھی دلچسپ ہے کہ کسی صحابی کو رسول اکرم ﷺ کی خدمت گرامی میں ہدیہ بھیجنا ہوتا تو وہ اس کو روکے رکھتے اور حضرت عائشہؓ کی باری پر بھیجتے۔ دوسری ازدواج کے لئے اس میں اور بھی باعث ملال تھا۔

ازدواج مطہرات کے دو حربوں (ٹولیوں) کے سماجی اسباب و وجوہ کا کچھ ذکر تو اسی حدیث میں بھی ہے اور دوسری احادیث میں بھی مگر ان کا ایک تحقیقی سماجی مطالعہ ضروری ہے۔ پھر ایک اور دلچسپ زاویہ وجہ مطالعہ یہ بھی ہے کہ خود حضرت عائشہؓ کی ٹولی کی دوسری ازدواج۔ حفصہؓ اور سودہؓ کی باریوں کے دن بھی ہدایا کی وہ کثرت نہیں ہوتی تھی لہذا ان کو شکوئی تھا کہ نہیں، یا اپنی سرداری بنا پر وہ قبول تھا۔

حضرت سودہؓ کے بارے میں سید سلیمان ندویؒ نے بھی لکھ دیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو اپنی باری اس لئے دے دی تھی۔ ”دوچار برس کے بعد حب وہ بوزھی ہو گئیں تو ان کو خیال ہوا کہ شاید آنحضرت ﷺ ان کو طلاق دے دیں اور وہ شرف صحبت سے محروم ہو جائیں“۔ اس بنا پر انہوں نے

اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور انہوں نے خوشی سے قبول کر لی۔ سید ندویؒ کا یہ خیال صحیح نہیں: نہ حضرت سودہؓ بوڑھی ہو گئی تھیں (اور یہ خیال کہ دو چار برس بعد بوڑھی ہو گئیں بہت دلچسپ ہے) اور نہ ہی ان کو طلاق کے بعد صحبت کے شرف سے محرومی کا خدشہ تھا۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی محبت عائشہؓ کی خاطر ان کو اپنی باری دے دی تھی۔ یہ اپنے محبوب رسول ﷺ کی محبت کی خاطر ایثار کا معاملہ تھا۔ ملاحظہ ہو مضمون خاکسار: ”حضرت سودہؓ کے باری بہہ کرنے کا مقصد۔ احادیث و روایات کا تجزیہ“، مطالعات، نئی دہلی، ۲۰۰۸ء

رسول اکرم ﷺ کے طلاق دینے کے واقعہ یا خدشہ پر بھی ایک تحقیقی کام کی ضرورت ہے کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کسی زوجہ کو بعد مصاحبت طلاق نہیں دے سکتے تھے۔

اس ضمن میں دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ خود حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متحدہ نماز میں سے حضرت صفیہؓ اور حضرت حفصہؓ کے اختلافات محبت کا ذکر ملتا ہے اور ان کا حوالہ و بحث آگے آتی ہے اور حدیث مغافیر/شہد میں حضرت سودہؓ بھی شامل تھیں۔

(۱۱۴) مذکورہ حدیث بخاری و شرح الباری: عہد نبوی کا تمدن، باب ہدایائے طعام۔

(۱۱۵) سورہ تحریم: ۱-۲، اور ان کی شرح مفسرین: بخاری، ”کتاب التفسیر، سورۃ التحريم، کتاب

الطلاق، باب: لم تحرم ما حل الله لك“ حدیث: ۵۲۶۷-۵۲۶۸؛ فتح الباری، ۲/۲۶۴، ۲۶۵، وابعاد: بحث حافظ بہت مفصل و مدلل ہے۔ واقعہ مغافیر میں اس طرح دو الگ الگ اختلافات کا ذکر ملتا ہے: ۱- حضرت زینبؓ بنت جحش کے خلاف اتحاد عائشہؓ و حفصہؓ ۲- حضرت حفصہؓ بنت عمرؓ کے خلاف اتحاد حضرت عائشہؓ، سودہؓ و صفیہؓ۔ ان میں پانچ رچا راز و اج مطہرات شامل تھیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں واقعات کی سرخیل اور اصل ذمہ تھیں۔ ان کی ذہانت و فطانت کا ذکر ان کے تعلیم کردہ مکالمات میں بھی ملتا ہے۔

(۱۱۶) مذکورہ بالا کے علاوہ تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

سید سلیمان ندویؒ، سیرۃ عائشہؓ، ۸۷، وابعاد: تحریم، ایلاء اور تحنیر کے عنوان سے بحث کی ہے اور مفسرین کے بعض بیانات و تعبیرات پر نقد کیا ہے؛ نیز شلی، ۵۴۷/۱، وابعاد۔

(۱۱۷) مذکورہ بالا بالخصوص صحیح مسلم، باب الایلاء؛ بخاری، کتاب المظالم، باب الایلاء؛ فتح الباری، ۳/۳۷۹، وابعاد نیز بخاری، کتاب النکاح، باب ہجرۃ النبی ﷺ، مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان

ان تخییر امر آتہ ... دوسرے ابواب حدیث: ۵۲۰۲-۵۲۰۳، وغیرہ میں مفصل بحث ہے نیز احادیث بخاری: ۵۲۶۲-۵۲۶۳ وغیرہ، فتح الباری، ۳۵۵/۹، وما بعد۔

بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة والعلبة المشرفة، حدیث: ۲۳۶۸، بروایت حضرت عمرؓ بہت مفصل ہے۔ اس میں واقعہ ایلاء کے علاوہ کئی/قریشی اور مدنی/النصاری سماجی مزاج کے فرق کا بھی ذکر ہے بالخصوص عورتوں کے ساتھ حسن سلوک پر۔

(۱۱۸) بخاری، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف النساء، سیرۃ عائشہ، ۵۸-۵۹؛ فتح الباری ۳/۳۳۹، وما بعد: حدیث ۲۰۳۳، اس حدیث میں بعض دلچسپ اور اہم نکات ہیں: ۱- حضرت عائشہ نے اپنے اور رسول اکرم ﷺ کے لئے صحن مسجد میں خیمہ (خباء) لگایا، ۲- حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے اپنا خیمہ لگانے کی اجازت مانگی جو مل گئی، ۳- اس کو دیکھ کر حضرت زینبؓ بنت جحش نے اپنا خیمہ لگایا۔ رسول اکرم ﷺ نے تبصرہ فرمایا: البر ترون بہن؟ اس نیکی کے ذریعہ کیا دکھاوا ہے!

(۱۱۹) بخاری، کتاب الاذان، باب حد المریض ان یشہد الجماعة، باب اهل العلم والفضل احق بالامامہ وغیرہ ابواب وکتب مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استخلاف الامام۔

(۱۲۰) بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ؛ فتح الباری، ۱۶۲/۸، وما بعد؛ کتاب الطب، باب اللدود؛ فتح الباری، ۲۰۵/۱۰؛ مسلم، کتاب السلام۔

(۱۲۱) بخاری، کتاب الفضائل، فضائل خدیجہ، مسلم، فضائل خدیجہ، بخاری، تزویج النبی ﷺ خدیجہ وفضلہا؛ فتح الباری، ۱۶۶/۷، وما بعد: حضرت عائشہؓ کا جملہ ہے: ”ما غرت علی امرأۃ للنبی ﷺ..... الخ“

(۱۲۲) بخاری، کتاب المظالم، باب اذا كسر قصعة او شئنا لغيره؛ فتح الباری، ۱۵۴/۵، وما بعد۔

سید سلیمان ندوی، سیرۃ عائشہ، ۶۲-۶۳، بالخصوص موخر الذکر کے حاشیہ: ۱- میں ان تمام روایات و احادیث پر جو اس مسئلہ سے متعلق آئی ہیں مختصر اور جامع بحث کی ہے اور ان میں ازواج مطہرات کے اسماء گرامی وغیرہ کی تصریحات بھی ہیں جیسے ابوداؤد کتاب البیوع، نسائی کتاب عشرة النساء، باب الغیرہ، مسند احمد بن حنبل، جلد ۶، معجم طبرانی؛ ابن اسحاق وغیرہ۔

(۱۲۳) مذکورہ بالا بالخصوص بحث حافظ ابن حجر عسقلانی۔

(۱۲۴) عہد نبوی کا تمدن، ہدایائے طعام نیز مذکورہ بالا حواشی؛ بخاری، کتاب الاطعمۃ اور کتاب الہبۃ

کے مختلف ابواب۔

(۱۲۵) ابن سعد الطبقات الکبریٰ دار صادر بیروت، ۱۹۵۸ء، ۱۲۶/۸؛ سیرۃ عائشہ، ۶۲، ابن سعد، ۱۲۰-۱۲۹،

تک حضرت صفیہ کا ذکر ہے۔ دراصل ابن سعد، ۵۲/۸، و مابعد از وراج مطہرات کے بارے میں واقعات و اختلافات کا ایک جامع مرقع ہے، سید سلیمان ندویؒ کا بھی وہ ایک اہم ترین ماخذ ہے۔

(۱۲۶) سیرۃ عائشہ، ۶۰، بحوالہ مسند احمد بن حنبل، ۹۵/۶۔

(۱۲۷) بخاری، کتاب الہیۃ بحوالہ سیرۃ عائشہ ۶۳، (صحیح بخاری، کتاب الہدایا کا حوالہ ہے)

(۱۲۸) سیرۃ عائشہ، ۵۹، بحوالہ مسلم، باب القسم بین الزوجات۔

(۱۲۹) بخاری، کتاب النکاح، باب القرعة بین النساء اذا اراد سفرًا؛ فتح الباری، ۳۸۵/۹،

و مابعد، حدیث: ۵۲۱۱، مسلم، باب فضل عائشہ۔

اس واقعہ کا آخری حصہ بہت دلچسپ ہے۔ پڑاؤ پر جب حضرت عائشہؓ نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے پاس نہ پایا تو اپنے پیروں پر ازخروانی گھاس ڈالی اور اپنے لئے بددعاء کی: اے میرے رب! کسی بچھو یا سانپ کو مجھ پر مسلط کر دے تاکہ وہ مجھے کاٹ لے۔ میں رسول اکرم ﷺ سے تو کچھ کہہ نہیں سکتی کیوں کہ وہ تیرے رسول ہیں: ”رب سلط علی عقربا او حیة تلدغنی ولا استطیع ان اقول له شیئا“ رسول ہونے والا جملہ صرف مسلم میں ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں کیا ہے۔

(۱۳۰) بخاری حدیث: ۲۵۹۳ میں حضرت سودہؓ کے باری بہہ کرنے کا مقصد و بیان حضرت عائشہ صدیقہؓ کی

زبان میں یہ ہے: ان سودۃ بنت زمعۃ و ہبت یومہا و لیلتها لعائشۃ زوج النبی ﷺ تبغی بذالک رضا رسول اللہ ﷺ“ اس حدیث کتاب الہیۃ، باب الہیۃ لغیر زوجہا الخ کے مزید سترہ اطراف ہیں یعنی امام بخاری نے اس کو اٹھارہ مقامات پر مختلف کتب و ابواب میں بیان کیا ہے اور ان کے قاعدے و اصول کے مطابق وہ اٹھارہ احادیث نبوی ہیں جن کا تجزیہ راقم کے مذکورہ بالا مقالہ میں کیا گیا ہے۔

(۱۳۱) سید سلیمان ندویؒ، سیرۃ عائشہ، ۵۵-۵۶ میں ان تمام سونکوں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے روابط

و اختلافات کا جامع تجزیہ کیا ہے۔ انہوں نے بعض غلط روایات پر نقد بھی کیا ہے۔

(۱۳۲) صحابہ کرام کے رسول اکرم ﷺ سے اختلافات کا اولین بحث ہی ان تمام گونا گوں انواع و اقسام کو

ظاہر کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جب وہ رسول اکرم ﷺ سے مختلف معاملات پر بحث و مباحثہ اور اختلاف کر سکتے تھے تو آپس میں ان کا اختلاف ہر میدان حیات میں بالکل فطری تھا۔ اس پر اور اس کی وجوہ پر بحث محاکمہ میں آئے گی۔

(۱۳۳) شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حجۃ اللہ البالغہ، ۱۲۰۰ھ، وما بعد، تتمہ: باب اسباب اختلاف الصحابة والتابعین فی الفروع جو بعد میں حضرت شاہ صاحب کے مشہور رسالہ کتاب "غایۃ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف" کا متن و بنیاد بنا یہی ان کے رسالہ/کتاب کا نام ہے جو اب "الانصاف" کے عنوان سے زیادہ مشہور ہے۔ ملاحظہ ہو مقالہ خاکسار: شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا رسالہ غایۃ الانصاف، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اپریل۔ جون، ۲۰۰۵ء۔

(۱۳۴) صحابہ کرام کے سیاسی اختلافات پر تمام قدیم و جدید تاریخی کتابوں میں ابواب کے ابواب ہیں اور وہ روایات و احادیث کے صحیح تجربے کی بنیاد بنے ہیں۔ قدیم مورخین و محدثین اور ان کے شارحین تو روایات مجرہ بیان کرتے چلے جاتے تھے۔ ان میں باہمی امتزاج و تجزیہ اور تاریخی تناظر کا فقدان ہوتا تھا۔ ان کی بنا پر جدید مورخین نے اپنے مزعومات و خیالات کے مطابق ان اختلافات کا جائزہ لیا ہے اور صحیح تجربہ نہیں کیا ہے۔

(۱۳۵) شاہ صاحبؒ نے اس تتمہ مذکورہ بالا میں صحابہ کرام کے اختلافات کی وجوہ اور ان کے زمانے سے بحث کی ہے جو جزوی طور پر ہی صحیح ہے۔ دوسرے نقطہ نظر کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب: سنتوں کا تنوع: ہر سنت نبوی افضل ہے، علی گڑھ، ۲۰۰۷ء۔

(۱۳۶) امام ابن تیمیہؒ نے، مقدمہ فی اصول التفسیر میں اختلاف کی دو اقسام۔ اختلاف تنوع اور اختلاف تضاد۔ بتائی ہیں اور تفسیر میں اقوال و آراء مفسرین و تابعین میں اس کا اطلاق کر کے بتایا ہے کہ بیشتر اختلافات اختلاف تنوع ہیں اور بہت کم اختلافات تضاد ہیں اور زبان عرب، لغت اور قرآن مجید سے اس کی مثالیں دی ہیں۔

(۱۳۷) تفاسیر طبری و ابن کثیر وغیرہ میں ان الفاظ و تراکیب قرآنی کے مقامات اور مفسرین کی بحثیں۔

(۱۳۸) مفصل بحث کے لئے مقالہ خاکسار: تخلیق انسانی کی غرض و غایت، تحقیقات اسلامی علی گڑھ،

جنوری۔ مارچ، ۱۹۹۳ء۔

(۱۳۹) تفسیر ابن کثیر میں متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیر۔

(۱۴۰) تفسیر ابن کثیر، سورہ عبس۔

(۱۴۱) فاطر اور خالق پر بحث ابن تیمیہ اور فاطر السموات والارض پر بحث دروایات ابن کثیر۔

(۱۴۲) تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ: ۳۱۔

(۱۴۳) تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ: ۲۸۴-۲۸۶۔

(۱۴۴) مفصل بحث کے لئے سنتوں کا تنوع: ہر سنت نبوی افضل ہے۔

(۱۴۵) بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعة احرف؛ فتح الباری، ۳۰/۹،

والمابعد: متعدد احادیث مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب بیان ان القرآن علی سبعة احرف، ابن جریر کی بحث سبعة احرف بہت مفصل اور تحقیقی بھی ہے۔ مفصل مباحث کے لئے مقالات خاکسار

ملاحظہ ہوں۔

۔ انزل القرآن علی سبعة احرف، دراسات دینیہ، دینیات فیکلٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،

۱۹۹۰-۱۹۹۱ء؛

۔ کیا مصحف عثمانی صرف ایک قراءت پر مشتمل ہے؟ الصفاء نئی دہلی، مارچ، ۲۰۰۵ء؛

۔ مصاحف عثمانی کی ترتیب و تدوین، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری-مارچ، ۲۰۰۴ء۔

(۱۴۶) مذکورہ کتب و ابواب بخاری و مسلم نیز مقالات۔

(۱۴۷) مذکورہ بالا: تفاسیر طبری وغیرہ میں ان الفاظ و کلمات پر بحث۔

(۱۴۸) قرآن مجید کی مختلف قراءت کے باب میں یہ غلط فہمی عام ہے جسے بعض طبقات نے نادانستہ اور بعض

نے دانستہ پھیلایا ہے۔ خاص کر مستشرقین نے۔ لفظ قرآنی یا مصحف عثمانی کی رسم و املاء کے خلاف جو

لفظ یا کلمہ بھی قراءت دیگر بتایا جاتا ہے وہ دراصل تفسیری کلمہ و لفظ ہوتا ہے جسے صحابہ کرام اپنے

مصاحف پر لکھ لیتے تھے یا تلاوت کے وقت زبان سے ادا کرتے تھے۔ مسلم اہل علم نے بھی غلطی

سے اس کو دوسری قراءت تسلیم کر لیا ہے۔

(۱۴۹) حروف سبعة پر بعض مقالات کے مؤلفین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ سیوطی کی اتقان میں اس پر بحث

ملاحظہ ہو نیز زerkشی کی برہان میں بھی۔

(۱۵۰) بخاری، مذکورہ بالا۔

(۱۵۱) مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب القرآن انزل الخ۔

(۱۵۲) مصحف حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ہندلی میں ستر سورتوں کا لکھا جانا اس بنا پر نہیں تھا کہ وہ قرآن مجید میں صرف ستر سورتیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ان ستر سورتوں کو رسول اکرم ﷺ سے براہ راست پڑھ کر لکھا تھا، یہی وجہ ان کے مصحف میں معوذتین کے نہ لکھنے کی بھی تھی۔ بقیہ سورتوں کو انہوں نے دوسرے صحابہ کرام سے پڑھا اور اخذ کیا تھا۔ یہ حقیقت مخفی رہ جانے کے سبب بعض اہل علم نے افسانے تراش لئے ہیں۔ نیز بخاری، کتاب المغازی، باب قدم الاشرعین؛ فتح الباری، ۱۲۱/۸، وما بعد؛ بخاری کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن؛ فتح الباری، ۳۹۶/۹، وما بعد بھی اس باب میں بہت عمدہ مواد فراہم کرتے ہیں۔

(۱۵۳) بخاری، کتاب فضائل القرآن باب القراء من اصحاب النبی ﷺ؛ فتح الباری، ۵۸/۹، وما بعد وغیرہ دیگر ابواب؛ حضرت نہیک بن سنانؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے آیت کریمہ: ”من ماء غیر اسن“ کے بارے میں پوچھا کہ وہ اسی طرح ہے یا ”من ماء غیر یاسن“ ہے؟ حضرت ابن مسعود نے اس کا جواب نہیں دیا بلکہ انرا می سوال کر لیا کہ کیا تم نے سارا قرآن پڑھا اور سمجھ لیا ہے؟“ حضرت موصوف نے ان کو سمجھ کر اور دل میں بٹھا کر قرآن پڑھنے کا مشورہ دیا۔ بہر حال اس روایت سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ کی ایک اور قراءت بھی موجود تھی۔

(۱۵۴) بخاری، کتاب العلم وغیرہ متعدد کتب و ابواب؛ مسلم کتاب الوصیۃ، باب ترک الوصیۃ، مختلف کتب حدیث و تاریخ پر مشتمل مفصل بحث خاکسار ملاحظہ ہو: ”حدیث قرطاس کا تنقیدی مطالعہ“ (زیر طبع)

(۱۵۵) بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع الخ؛ فتح الباری، ۲۶۶/۳، وما بعد؛ حدیث: ۱۹۶۸، اس حدیث بخاری کا دوسرا طرف ہے: ۶۱۳۹۔

(۱۵۶) مذکورہ بالا؛ نیز مقالہ خاکسار: متن قرآن کریم۔ تشریح و تفسیر، علوم القرآن علی گڑھ، جنوری۔ جون، ۱۹۹۳ء۔

(۱۵۷) تفسیر طبری، مذکورہ بالا نیز تفسیر ابن کثیر و احکام القرآن بھاص و قرطبی میں روایات و احادیث اور اقوال فقہاء۔

(۱۵۸) تفسیر سورہ بقرہ، آیت کریمہ۔

(۱۵۹) تفسیر سورہ کہف، بخاری، کتاب التفسیر؛ طبری و ابن کثیر۔

(۱۶۰) نماز قصر کی آیات کریمہ پر کتب تفسیر و حدیث کی متعلقہ مباحث و روایات، نیز مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتہ۔

(۱۶۱) بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب و مخرجه الی بنی قریظۃ الخ؛ فتح الباری، ۵۰۸/۷-۵۱۲؛ نیز سنن کا تنوع۔

(۱۶۲) سیرۃ عائشہ، ۲۹۹، (۱-۲۰)

(۱۶۳) جزیۃ اللہ البالغہ کا تہتمہ قسم اول: غایۃ الانصاف کا متن، ۱۳۱/۱، وما بعد۔

(۱۶۴) مذکورہ بالا؛ نیز سعید احمد پالن پوری، رحمة اللہ الواسعہ، مکتبہ حجاز دایوبند ۲۰۰۲، ۵۷۶/۲-۶۰۱؛ کتاب خاکسار: مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء اور سنتوں کا تنوع۔

(۱۶۵) مفصل بحث کے لئے: اسلامی احکام کا ارتقاء، ابواب نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔

(۱۶۶) مسلم کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها؛ بخاری کتاب الطلاق، باب واولت الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن: "الطلاق ۳: فتح الباری، ۵۸۱/۹، وما بعد؛ حدیث: ۵۳۱۸-۵۳۲۰، شرح حافظ ابن حجر بہت مفصل ہے اور وہ صحابہ کرام کے اختلاف کو واضح کرتی ہے۔

(۱۶۷) مفصل بحث کے لئے: سنتوں کا تنوع۔

(۱۶۸) جزیۃ اللہ البالغہ کی قسم دوم کے تمام ابواب بالخصوص فقہی ابواب میں ان فروعی اختلافات کا ذکر و حوالہ ملتا ہے جسے سنتوں کا تنوع میں اجاگر کر دیا گیا ہے۔

(۱۶۹) مذکورہ بالا۔

(۱۷۰) اگلے تمام اختلافات سنن کتاب "سنتوں کے تنوع" سے ماخوذ ہیں اور ان میں تمام ماخذ و مصادر کے حوالے ہیں جیسے بخاری/فتح الباری، کتاب الوضو/الغسل وغیرہ، کتاب الاذان، کتاب الصلوٰۃ، مختلف ابواب، صلوٰۃ اللیل/التراویح، الجمعة، کتاب الیدین، کتاب الجنائز، ابواب سجود السہو، تلاوة القرآن، کتاب الزکوٰۃ کے مختلف ابواب، کتاب الصوم/صیام عاشوراء وغیرہ، کتاب الحج والعمرة (ارکان اسلام کے لئے) کتاب الایمان، کتاب العلم وغیرہ کے ابواب وغیرہ۔

(۱۷۱) سماجی معاملات میں اختلافات صحابہ کرام بنیادی طور سے خاکسار کی کتاب ضخیم "عہد نبوی کا تمدن"

سے ماخوذ ہیں۔ ان میں تمام ماخذ و مصادر کا ذکر کیا گیا ہے جیسے: سنن طعام و مشروب کے لئے: کتاب الاطعمہ، کتاب الاشربة، فتح الباری کے متعلقہ مباحث۔

لباس کے اختلافات: بخاری/مسلم، کتاب اللباس کے ابواب اور فتح الباری کے مباحث بالخصوص قدر جائز پر بحث: کتاب الجنائز میں کفن کے مباحث یعنی چادروں/برد وغیرہ پر رنگ کی بحث، اسباب ازار پر احادیث اور ان پر بحث حافظ ابن حجر بہت قیمتی ہے جو توازن کا اظہار کرتی ہے۔

اسی کتاب اللباس میں زیورات، خواتیم کے ابواب و مباحث ہیں۔ حضرت خباب بن ارت کی خاتم کا ذکر کتاب مناقب الانصار، باب قدوم الاشعریین میں ہے۔

(۱۷۲) اس باب نکاح و طلاق کے بیشتر مباحث اور ان کی تشریحات خاکسار کی ایک اور کتاب: رسول اکرم ﷺ اور خواتین۔ ایک سماجی مطالعہ نئی دہلی، ۲۰۰۶ء پر مبنی اور اسی سے مستعار ہیں۔

(۱۷۳) بخاری کتاب الزکاح، مختلف ابواب: احادیث: ۵۱۳۸؛ فتح الباری ۲۳۳/۹-۲۶۹، وما بعد؛ نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، دارقطنی وغیرہ کے مباحث فتح نکاح و طلاق؛ ابن سعد، ابن اثیر/اسد الغابہ، ابن حجر کی اصحابہ میں صحابیات مذکورہ کے تراجم و سوانح۔

(۱۷۴) مذکورہ بالا: اس میں عورتوں اور باندیوں کو بلوغ اور آزادی پر تحنیر کا حق بھی دیا گیا تھا جو ایک اور جہت اختلاف کو بتاتا ہے جیسے حضرت بریرہؓ کا اپنے شوہر حضرت مغیثؓ سے نکاح فسخ کرنا وغیرہ: حدیث بخاری: ۵۰۹۷-۵۲۴۹، وغیرہ، فتح الباری ۵۰۵/۹-۵۰۷/۷-۵۲۷، واقعہ حضرت بریرہؓ متعدد کتب و ابواب بخاری میں آیا ہے۔

(۱۷۵) بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع، حدیث: ۵۲۷۳؛ فتح الباری ۲۸۹/۹، وما بعد؛ ابن سعد ۳۸۲/۸: رسول اکرم ﷺ اور خواتین کا باب۔

(۱۷۶) بخاری، کتاب النکاح، باب لانکاح الا بولی؛ فتح الباری ۲۲۸/۹، وما بعد؛ کتاب الطلاق، باب وبعولتھن احق بردهن فی العدة؛ فتح الباری ۵۹۷/۹، وما بعد؛ حدیث: ۵۳۳۰-۵۳۳۱۔

(۱۷۷) بخاری، کتاب المغازی، باب بعد باب شہود الملائکة فی غزوة بدر؛ فتح الباری ۳۹۵/۷، وما بعد؛ حدیث: ۳۰۰۵۔

(۱۷۸) رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱۸۱، وابعده، بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسام علی اخیہ:

حدیث: ۹۶۸؛ فتح الباری، ۲/۲۶۶-۲۷۱، وغیرہ دوسری کتب و ابواب۔

(۱۷۹) مذکورہ بالا، حدیث بخاری: ۶۱۳۳؛ فتح الباری، ۱۰/۶۵۲۔

(۱۸۰) مذکورہ بالا۔

(۱۸۱) مذکورہ بالا کتاب کی فصل: نان نفقہ کی شکایات؛ عورتوں کا حق خرید و فروخت اور کسب معاش؛ بخاری،

کتاب المظالم؛ باب قصاص المظلوم... الخ؛ فتح الباری، ۵/۱۳۳-۱۳۴؛ ابن سعد، تراجم صحابیات؛ اسد الغابہ، ۵/۳۹۴، وغیرہ نیز ۳۶۳-۳۶۴۔

(۱۸۲) بخاری، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثاً لانفقة لها وغیرہ؛ فتح الباری ۹/۵۹۵ وابعده؛

رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱۸۳-۱۸۵، وابعده۔

(۱۸۳) مذکورہ بالا؛ تفسیر ابن کثیر، ۴/۳۱۸-۳۲۲؛ ابن سعد، ۸/۳۷۷-۳۸۰؛ بخاری، کتاب الطلاق،

باب الظہار... الخ وغیرہ؛ فتح الباری، ۹/۵۳۵، وابعده۔

(۱۸۴) عہد نبوی میں سماجی مزاج کے اختلاف پر ایک آزاد تحقیقی کام کی ضرورت ہے جو مؤرخین اور ماہرین

سماجیات کر سکتے ہیں۔ مقدمہ ابن خلدون اور کتب سیرت و حدیث میں اس کے رہنما خطوط مل سکتے

ہیں۔ یہ ایک اہم سماجی و معاشرتی مطالعہ ہوگا۔ مثلاً ملاحظہ ہو: رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱۷۸ وابعده؛

بخاری، کتاب المظالم، باب الغرقة، حدیث: ۲۶۸، کا بیان حضرت عمرؓ بہت اہم ہے:

وكان معشر قريش تغلب النساء فلما قدمنا على الانصار اذهم قوم تغلبهم نساؤهم،

فطفق نساؤنا ياخذن من ادب نساء الانصار. فَصَحْتُ عَلَى امرأتی، فراجعنی...

فانكرت ان تراجعنی فقالت: ولم تنكران اراجعك؟ فوالله ان ازواج النبی ﷺ

ليراجعنه... فتح الباری، ۵/۱۳۲-۱۳۵، (حدیث ایلاء)۔ حافظ ابن حجر نے اس سماجی مزاج کے

تفاوت پر کچھ نہیں لکھا اور نہ ہی کسی دوسری شرح حدیث میں یہ بحث گذری، نیز ملاحظہ ہو فتح الباری،

۵/۱۳۲، وابعده؛ نیز مسلم، کتاب الطلاق، باب بیان ان تخیر امرأة... باب الایلاء وغیرہ۔

(۱۸۵) مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثاً لانفقة؛ ابن سعد، ۸/۲۷۳، وابعده، اسد الغابہ،

۵/۱۶۲-۱۶۳: حضرت ابو جہیمؓ کے بارے میں تیسرہ نبوی تھا کہ وہ اپنے کاندھے سے ڈنڈا ہی نہیں

اُتارتے۔

(۱۸۶) حاشیہ: ۱۸۳، کے حوالے اور بحث۔

(۱۸۷) ابن اثیر، اسد الغابہ، ۱/۱۲۵-۱۵۶، مفصل بحث معہ حوالوں کے: رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱۷۹، وابعاد: کتاب خاکسار میں مختلف خواتین کی مار پیٹ کے واقعات مذکور ہیں۔ وہ زبانی اور عملی دونوں اختلافات کے مظاہر ہیں۔

(۱۸۸) حدیث بخاری: ۵۲۳۷، کتاب النکاح، باب خروج النساء لحوائجہن؛ فتح الباری، ۳۱۸/۳۱۹: ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۲۲/۳: وحی حدیث: ۵۸-۵۹۔

(۱۸۹) بخاری، کتاب الجمعہ؛ نیز مذکورہ بالا کتاب کا متعلقہ حصہ: بخاری کی حدیث میں ہے کہ کسی نے ان کی بیوی سے کہا تم کیوں گھر سے نکلتی ہو حالانکہ تم جانتی ہو کہ عمرؓ اسے پسند نہیں کرتے، انہیں غیرت آتی ہے، بیوی نے فرمایا: انہیں مجھے منع کرنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا حکم روکتا ہے کہ اللہ کی بندویوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو۔ سماجی تقریبات وغیرہ میں خواتین عصر کی شرکت کے لئے ملاحظہ ہو: رسول اکرم ﷺ اور خواتین کی زیارتوں پر مختلف ابواب۔

(۱۹۰) مذکورہ کتب و ابواب بخاری اور ان کی احادیث جن کا اوپر ذکر آچکا نیز حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے ثامن نفقہ پر بحث۔

(۱۹۱) بخاری، کتاب الادب، باب التسمی والضحک، حدیث، ۶۰۸۵؛ فتح الباری، ۶۱۸/۶۱۹: رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۳۶، اور دوسرے واقعات خواتین۔

(۱۹۲) بخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاہلیہ۔

(۱۹۳) مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ۔

(۱۹۴) مسلم، کتاب الایمان، باب صحبۃ الممالیک۔

(۱۹۵) مسلم، کتاب الایمان، باب صحبۃ الممالیک۔

(۱۹۶) مذکورہ بالا۔

(۱۹۷) مسلم، کتاب الزکوٰۃ۔

(۱۹۸) بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحة مع اهل الحرب و کتابہ الشروط؛ فتح الباری، ۴۰۳/۵، وابعاد: حدیث: ۲۷۳۱-۲۷۳۲: صلح حدیبیہ کے بارے میں طویل و مفصل ترین احادیث جو حضرات مسور بن مخرمہ اور مردان بن حکم امویؓ کی مشترکہ سند پر

مردی ہیں اور روایت و درایت دونوں کے لحاظ سے اہم ہیں۔ حضرات عمرؓ ابو بکرؓ صدیق کے مکالمات: ۴۰۶-۴۰۷، پر ہیں۔

(۱۹۹) امیر سریہ کی تقرری پر شیخین کا اختلاف حضرت بشیرؓ بن سعد پر ہوا تھا: کتب سیرت؛ بخاری، کتاب التفسیر، سورة الحجرات: ۴، ان الذین ینادونک من وراء الحجرات... الخ؛ فتح الباری، ۵۳/۸، وما بعد، حدیث: ۴۸۴۷۔

(۲۰۰) بخاری، کتاب الفضائل، فضائل ابی بکر، حدیث: ۳۶۶۱؛ فتح الباری، ۲۳/۷، وما بعد۔

(۲۰۱) بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت؛ باب فضل ابی بکر، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ؛ فتح الباری کے مختلف مجلدات بالخصوص، ۲۵/۷، وما بعد؛ احادیث: ۳۶۶۷-۳۶۷۰؛ مؤخر دو احادیث میں دونوں خطبات کی معنویت کا بیان ہے؛ مقالہ خاکسار: وفات نبویؐ پر خطبہ فاروقی کی معنویت، معارف اعظم گڑھ، جون ۲۰۰۷ء۔

(۲۰۲) امت اسلامی کے لئے ان اختلافات اور ان کے وجوہ اور ان کے حل سب میں ایک کامل اسوہ و نمونہ ہے، کیونکہ گھریلو اختلافات اسی نوع کے ہر گھر میں ابھرتے ہیں اور عموماً سربراہ خاندان کے سران کا سارا الزام دھردیا جاتا ہے۔ حالانکہ صورت حال دوسری ہوتی ہے۔ بحث محاکمہ میں آتی ہے۔

(۲۰۳) بخاری، کتاب الصلوٰۃ، ابواب مواقیت الصلوٰۃ، باب السمر مع الاہل، باب علامات النبوة؛ فتح الباری متعلقہ کتب بخاری کے مطابق؛ مسلم، باب اکرام الضیف۔

اس حدیث میں خاص کر اور حضرت عمرؓ سے اختلاف سے متعلق احادیث میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کی صلابت مزاج یا سختی کا ذکر ملتا ہے، جو ان کی فطرت و شخصیت کے دوسرے پہلو کو اجاگر کرتا ہے کیوں کہ عام طور پر ان کو ایسا نرم مزاج دکھایا جاتا ہے جس کے ڈانڈے کمزوری اور بزدلی سے جاملتے ہیں، صوفی اصطلاح میں اس کو مقام فنا سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

(۲۰۴) کتب حدیث، بخاری و مسلم وغیرہ میں کتاب الطلاق میں ابواب لعان و ظہار وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

(۲۰۵) بخاری، کتاب التفسیر، سورة النور؛ فتح الباری، ۵۶۹/۸، وما بعد؛ احادیث: ۴۷۴۵-۴۷۴۷؛ مسلم، کتاب اللعان؛ بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان وغیرہ متعدد ابواب؛ فتح الباری،

۵۴۲/۹، وما بعد، ۵۷۴، مفصل بحث ابن حجر و احادیث کے ابواب لعان ہیں۔

حضرت بلالؓ بن امیہ کے واقعہ میں بھی اور حضرت عویمؓ کے واقعہ میں بھی رسول اکرم ﷺ نے ان

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

کی بیویوں کی ہونے والی اولاد کی بعض نشانیاں بتائیں جو حضرات ہلال و عویر کے سچے اور ان کی بیویوں کے گناہگار ہونے کی علامات بھی ہوں گی۔ اور سچ بچ وہ نشانیاں اور صفات ان بچوں میں پائی گئی تھیں۔ حضرت عویرؓ کی زوجہ کی اولاد ان کی اہلیہ کی طرف منسوب کی جاتی تھی اور شاید یہی زوجہ ہلالؓ کی اولاد کا معاملہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے موخر الذکر کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر کتاب اللہ کا فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا تو میری اور اس عورت کی شان کچھ اور ہوتی۔ حافظ موصوف نے ان کے امام متین بخاری نے اس موضوع پر اور بھی ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں اولاد غیر کی اور علامات غیر لئے ہوئے پیدا ہوئی تھی۔

لیکن ایک واقعہ ایسا بھی ہے جس میں ایک صحابی کے سیاہ فام فرزند کو ان کا فرزند قرار دے کر ان کی تشفی کی تھی اور وہ حضرت حذافہؓ کا واقعہ تھا۔

(۲۰۶) مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ.

(۲۰۷) بخاری، کتاب الفضائل، مناقب علیؓ؛ فتح الباری، ۹/۷، وما بعد: حدیث: ۳۷۰۳؛

مسلم، فضائل علیؓ۔ حافظ ابن حجر نے اپنی شرح حدیث میں ابوتراب کے لقب و خطاب کے بارے میں ابن اسحاق، امام احمد، طبرانی، ابن عساکر کی مختلف روایات دی ہیں جن میں اس لقب و خطاب کے وجوہ اور اسباب مختلف ہیں۔

(۲۰۸) بخاری، کتاب المغازی، باب عمرة القضاء، فتح الباری، ۶/۷، وما بعد: حدیث: ۳۲۵۱۔

(۲۰۹) بخاری، کتاب الغسل، باب التسترفی الغسل، کتاب الصلوة، باب الصلوة فی الثوب الواحد؛ مسلم، کتاب الحيض.

(۲۱۰) بخاری، کتاب الہبة، باب ہدیۃ مایکروہ لبسہا؛ فتح الباری، ۲۸/۵، وما بعد: حدیث: ۲۶۱۳؛ عہد نبوی کا تمدن: مکانات کے پردے۔

(۲۱۱) عہد نبوی کا تمدن: مکانات کی فصل: بلند و بالا مکانات بحوالہ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی البناء؛ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب البناء والخراب وغیرہ۔

(۲۱۲) بخاری، کتاب الہبة، باب قبول ہدیۃ الصيد، باب من استوہب من اصحابہ شیئاً؛ کتاب المغازی، کتاب الذبائح، کتاب الاطعمہ میں بھی یہ واقعہ مختلف انداز سے آیا ہے؛ فتح الباری، ۲۳۹/۵، وما بعد: حدیث: ۲۵۷۲، وغیرہ

(۲۱۳) بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل الفاتحة/ فاتحة الكتاب؛ فتح الباری، ۹/۶۸، و مابعد نیز، ۵۷۱/۴؛ نیز کتاب الطب، و کتاب الاجارہ کے ابواب بخاری؛ مسلم، کتاب السلام۔ اس سوال پر کہ کتاب اللہ پر اجرت لی جاسکتی ہے یا لی گئی ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے کہ اس پر اجرت لی جائے۔ یہ کتاب الاجارہ، باب ما يعطى فى الرقبة على احياء العرب بفاتحة الكتاب کے ترجمہ الباب میں حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث کا بیان ہے: اِحق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله. امام شعبیؒ کا اس کے بعد قول ہے کہ معلم شرط نہ کرے اور جو کچھ اسے دیا جائے وہ قبول کر لے۔ ”لا يشترط المعلم الا ان يعطى شيئا فليقبله“۔ اس کے علاوہ حضرت حکم، حسن بصری و ابن سیرین کے اقوال و تائیدات ہیں: حدیث: ۲۲۷۶، واقعہ سے متعلق ہے اور اس کے تین اطراف ہیں۔ ۵۰۰۷-۵۷۳۶-۵۷۴۹، اس پر بحث حافظ بہت مفصل و قیمتی ہے۔ اقوال علماء و تابعین ان کے فکر و خیال پر مبنی ہیں جن سے اختلاف کیا جاسکتا ہے جیسے امام شعبیؒ کے، ان کا یہ خیال کہ معلم پہلے سے اجرت نہ طے کرے اب زیادہ صحیح نہیں ہے۔ اس کا شاہد امام و مؤذن وغیرہ کو تنخواہ کا قاعدہ فاروقی ہے، نیز پہلے مقرر کر لینا باعث اطمینان بھی ہے اور باعث رفع اختلاف بھی۔

(۲۱۴) مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل الانصار، باب فى معجزات النبی ﷺ

(۲۱۵) بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، فتح الباری، ۵۳۸/۷، و مابعد: حدیث:

۴۱۴۱، بعد حضرت عائشہؓ، مسلم، کتاب التوبہ، باب حدیث الافک، بہت طویل و مفصل حدیث

ہے جس میں متعدد واقعات اختلاف کا ذکر ملتا ہے، اسی طرح ان کے حل اور ان کے اصول کا۔

(۲۱۶) اصلاً یہ اختلاف اور قومی و قبائلی عصبیت کا واقعہ حضرت جبجہ بن مسعود غفاریؓ اور حضرت سنان بن

وہب جہنی حلیف بنی عوف/ خزرج کے درمیان پیش آیا تھا۔ ہم نے پہلے معشر الانصار کو پکارا تو حضرت

جبجہؓ نے معشر المہاجرین کو۔ اس پر عبد اللہ ابی ابن سلول کو غصہ آگیا تھا۔ شبلی، ۴۱۴/۱، وغیرہ بحوالہ

بخاری، بخاری، کتاب التفسیر، باب سورة "يقولون لمن رجعنا الى المدينة ليخرجن" حدیث:

۴۹۰۷، اس میں رسول اکرم ﷺ کے صلح صفائی کرانے کا ذکر ہے، ابن ہشام، ۳۳۴/۳، و مابعد:

حضرت جبجہؓ بن مسعود غفاریؓ اجیر حضرت عمرؓ تھے۔ حدیث بخاری میں دو تین مزید نکات قابل لحاظ

ہیں: ایک بقول حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے وقت مدینہ میں انصار زیادہ

اکثریت میں تھے پھر بعد میں مہاجرین کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ اس قبائلی عصبیت کے واقعہ کے معاملہ اور انصار کی کثرت کے کم ہونے کے سبب عبد اللہ بن ابی راس المنافقین نے کہا کہ یہ سارا کیا دھرا تو تمہارا ہے، تم نے ہی تو ان لوگوں کو بلا کر اپنے گھر میں بسایا ہے۔ بہر حال ہم مدینہ پہنچ کر زیادہ معزز (اعز) لوگ اس سے ذلیل (اذل) کم لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔ تیسرے حضرت عمرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت مانگی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دی کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب ہی کو قتل کرتے ہیں۔

(۲۱۷) بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة: ۴ وغیرہ؛ فتح الباری، ۳۵۰/۸ و مابعد؛ مسلم، باب فضائل سعد؛ کتاب الاشربة

(۲۱۸) بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک وغیرہ کا حوالہ مذکورہ بالا: ۲۱۶۔

(۲۱۹) مفصل بحث کے لئے: رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱-۶۰ کے چار ابواب۔

(۲۲۰) مذکورہ بالا، ۱۶۶، مسلم، کتاب السلام۔

(۲۲۱) مفصل بحث کے لئے عہد نبوی کا تمدن: باب تفریحات: موسیقی وغنا کا بحث: حضرت عائشہ صدیقہ کی گزریوں کے لئے: بخاری، کتاب الادب، باب الانبساط الی الناس، اہل حبشہ کے حربی کھیل: بخاری، باب حسن المعاشرة۔

(۲۲۲) پیشہ ور گانے والی عورتوں کے طبقات (قیئات/قینتہ) کے بارے میں ملاحظہ ہو: رسول اکرم ﷺ اور خواتین، ۱۵۳-۱۵۴، بحوالہ بلا زری، ۲۹۰/۱-۳۱۲، ۳۶۱ وغیرہ، واقدی، ۸۶۰، وغیرہ اسد الغابہ، ۲۳۵/۱، وغیرہ متعدد معاملات نیز بخاری، کتاب العیدین، باب اذا فاته العید یصلی رکعتین، فتح الباری، ۶۱۱/۲، و مابعد: حدیث: ۹۸۷-۹۸۸: عام موسیقی اور غنا کے بارے میں عہد نبوی کا تمدن، باب موسیقی ملاحظہ ہو۔ مآخذ بحث ہیں: بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة بدر، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة، فتح الباری، ۲۵۳/۹-۲۵۵، و مابعد،

مسند احمد بحوالہ سیرۃ عائشہ صدیقہ، ۴۱؛ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، حدیث: ۸۹۶؛ فتح الباری، ۲۸۱/۹-۲۸۲، و مابعد، اسد الغابہ، ۵۱۶/۵-۶۲۳، ترمذی، ابواب النکاح، باب

فی اعلان النکاح، نسائی، کتاب النکاح، اللہو والغناء عند العرس وغیرہ متعدد کتب حدیث و سیرت۔

اس باب تمدن میں موسیقی کے مختلف مواقع اور غنا کی متعدد تقریبات، اور طرب کے گونا گوں مواقع کا بیان ہے جیسے شادی/ نکاح میں موسیقی، رخصتی کے موقع پر غنا و موسیقی، ولیمہ میں موسیقی و طرب، استقبالِ موسیقی اور غنا، غزوہ و سفر سے واپسی پر خیر مقدمی موسیقی و طرب، حدی خوانی، رجز خوانی، عام مجالس غناء و موسیقی وغیرہ۔ آخر میں اختلافی آراء و اقوال بھی ہیں۔

(۲۲۳) بخاری، کتاب العیدین کا باب مذکورہ بالا: حدیث: ۹۸۸؛ فتح الباری، ۶/۱۱۲، وما بعد۔

(۲۲۴) غزوہ موتہ کے واقعہ کے لئے: بخاری، کتاب الجہاد، کتاب المناقب، مناقب خالدؓ، کتاب المغازی، باب غزوہ موتہ؛ فتح الباری کے متعلقہ جلدات و مباحثہ بالخصوص، ۶/۲۳۹، وما بعد: اس میں سیف اللہ کا خطاب بھی ہے؛ مسلم، کتاب الجہاد، باب استحقاق القاتل سلب القتل، نیز حضرت عوف کا واقعہ سلب اور بنو جذیمہ کا واقعہ جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔

(۲۲۵) بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل المسلم حربیاً؛ فتح الباری، ۶/۲۰۴-۲۰۵، ابن اسحاق ابن ہشام ۲۷۱/۲-۲۷۲، سہلی، الروض الانف، ۱۰۵/۵-۱۱۰؛ طبری، ۳۵۱/۲؛ بلاذری، ۱۹۱/۱؛ مکی اسوہ نبوی، ۱۷۸-۱۷۹۔

(۲۲۶) بخاری، کتاب المغازی، غزوہ فتح مکہ، باب ابن رکن النبی ﷺ الراية؛ فتح الباری، ۸/۸ وما بعد: حافظ ابن حجرؒ کی بحث و شرح میں مزید وضاحت ہے کہ حضرت عمرؓ اس رات افسرِ حرس تھے اور اس نگران دست نے حضرت ابوسفیانؓ سمیت متعدد اہل مکہ کو پکڑ کر ان کے سامنے پیش کیا تھا۔ حضرت ابوسفیانؓ کے اسلام لانے کے واقعہ پر بھی ان کا اختلاف ملتا ہے۔

(۲۲۷) مسلم، ابواب الفضائل، فضائل سلمانؓ۔

(۲۲۸) بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی ﷺ خالدؓ؛ فتح الباری، ۷/۱۸، وما بعد۔

(۲۲۹) غزوات نبوی میں اختلاف صحابہ کرام کی بحث ملاحظہ ہو۔

(۲۳۰) بخاری کتاب المغازی، باب غزوہ السلاسل؛ فتح الباری، ۹/۲۸، وما بعد: نیز کتب سیرت میں غزوہ ذات السلاسل؛ حافظ ابن حجرؒ نے ابن اسحاق وغیرہ کے حوالے سے ان دونوں امراء کے اختلاف کا ذکر کیا جس کا آغاز حضرت ابوعبیدہؓ نے امامت کے ارادے سے کیا تھا جس پر حضرت

عمر بن العاصؓ نے اعتراض کیا تھا۔

(۲۳۱) بخاری، کتاب المغازی، مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامراء۔

(۲۳۲) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة احد، کتاب الجہاد، باب ما يكره من التنازع في الحرب، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب عثمانؓ، فتح الباری، متعلقہ مباحث کی مجلدات۔

(۲۳۳) فوجی معاملات بالخصوص میدان جنگ میں قتال و جنگ کے دوران کے حادثات کے بارے میں بہت سی مشابہاتی تعبیریں ہو سکتی ہیں اور ان کے نتیجے میں اختلاف وجود میں آتا ہے تھا جیسا کہ ان واقعات ذیل کا معاملہ ہے۔

(۲۳۴) مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوة ذات قرد، وغزوة خيبر؛ بخاری، کتاب المغازی، مذکورہ بالا۔

(۲۳۵) بخاری، کتاب الجہاد، باب ان الله ليؤيد الدين بالرجل الفاجر، کتاب المغازی، غزوة خيبر، کتاب القدر؛ مسلم، کتاب الايمان، باب غلظ تحريم قتل الانسان نفسه۔
(۲۳۷) مذکورہ بالا، شرح حافظ ابن حجر بالخصوص، مذکورہ بالا تراجم ابواب بخاری، مسلم میں ”رجل فاجر“ سے مدد لینے کا ذکر ہے۔ اس کو کافر نہیں قرار دیا گیا مگر جدید مفکرین و شارحین اسے کافر بنانے پر تلے ہیں: صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین، ۴۸۰، وغیرہ۔

(۲۳۸) مذکورہ بالا صحابہ کرام کے تراجم و سوانح اسد الغابہ، اصحابہ وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔

(۲۳۹) بخاری، کتاب الصلوة، باب التقاضی والملازمة في المسجد۔

(۲۴۰) مسلم، کتاب الزہد، باب حديث جابر... الخ۔

(۲۴۱) شخص غنائم کے ساتھ بنو ہاشم کے بعض اکابر حضرات عباسؓ علیؓ کے علاوہ حضرت فاطمہؓ کو بھی میراث نبوی کا دعویٰ تھا بالخصوص آراضی مذکورہ کو وہ ترکہ نبوی سمجھتے تھے اور اس میں اپنا حصہ طلب کرتے تھے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے خلفاء نے حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں بھی ان کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا اور اسے ہمیشہ اسلامی ریاست کی آراضی سمجھا۔ ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب فرض الخمس، کتاب المغازی باب غزوة بنی النضير، باب غزوة خيبر، کتاب الفرائض وغیرہ؛ مسلم، کتاب الجہاد، باب قول النبي ﷺ لا نورث۔

(۲۳۲) سورہ نساء کی آیات موارث پر متعدد مفسرین و شارحین کے اقوال کے لئے تفاسیر طبری وابن کثیر وغیرہ و حدیث مثلاً بخاری، کتاب التفسیر، باب سورة النساء: فتح الباری، ۳۰۸-۳۱۵، و مابعد: مسلم، کتاب الفرائض وغیرہ۔

بیوہ سے میت کے فرزند کے نکاح کو نکاح المقت کہا جاتا ہے۔ اس پر مفصل بحث کے لئے مقالہ خاکسار ملاحظہ ہو: نکاح المقت کے متعلق آیت کریمہ کی اردو تفاسیر، علوم القرآن علی گڑھ، ۲۰۰۵ء (خصوصی اشاعت)

(۲۳۳) حاشیہ: ۲۴۱ کے مآخذ و مراجع۔

اس روایت میں دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ میراث و ترکہ نبوی میں اپنے خاندان و افراد کے حصے نہیں تسلیم کرتے تھے۔ ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے انعقاد میں ان سے مشورہ نہ کرنے کا قلق تھا۔ اس اختلاف و قلق نے ان کو ایک طرح کی روایات کے مطابق چھ ماہ تک بیعت ابی بکر صدیقؓ میں تاخیر کرنے پر مجبور کیا۔

(۲۳۴) بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبي ﷺ: فتح الباری، ۲۸۱/۷، و مابعد: حدیث:

۳۹۲۵؛ کتب سیرت میں ہجرت عمر فاروقؓ، ملاحظہ ہو مقالہ خاکسار: کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ

آئے تھے؟ تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اپریل۔ جون، ۱۹۸۳ء۔

(۲۳۵) مذکورہ بالا بالخصوص حدیث: ۳۹۰۵، طویل حدیث ہجرت بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ۔

(۲۳۶) بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب ما ادى زكاته فليس بكنز، کتاب الرقاق وغیرہ دیگر ابواب و کتب: مسلم، کتاب الزکوٰۃ، مذکورہ بالا۔

(۲۳۷) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة بدر، کتاب فرض الخمس، باب من لم يخمس الاسلاب؛ مسلم، کتاب الجہاد، باب استحقاق القاتل سلب القتيل

(۲۳۸) بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما يحذر من العذر: اس کا ذکر اوپر رسول اکرم ﷺ سے اختلاف صحابہ کے ضمن میں بھی آیا ہے کہ اس کی ایک جہت وہ بھی ہے۔

(۲۳۹) بخاری، کتاب فرض الخمس، باب من لم يخمس الاسلاب، کتاب المغازی، باب قول الله تعالى: ويوم حنين الخ۔

(۲۵۰) مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب ترک استعمال آل النبي ﷺ علی الصدقة۔

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

اس حدیث و واقعہ میں اختلاف حضرات علیؓ و عباسؓ و بیعہؓ میں دلچسپ نکات ہیں: ۱- دامادی رسول اکرم ﷺ کا شرف ۲- حسد علیؓ کا اہتمام ۳- مشورہ پر اختلاف صحابہ کرام ۴- حضرت علیؓ کا اپنے آپ کو سید قرار دینا وغیرہ۔

(۲۵۱) مسلم، کتاب الزکوٰۃ بروایت حضرت رافعؓ بن خدیج، نیز ابن اسحاق/ ابن ہشام وغیرہ مؤلفۃ القلوب پر ابواب نیز بخاری ابواب المؤلفۃ قلوبہم۔

(۲۵۲) بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اذا تصدق علی ابنہ وھو لای شعر؛ فتح الباری، ۳/۳۶۷، وما بعد: حدیث: ۱۳۲۲۔

(۲۵۳) بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ التوبہ ۷۹: فتح الباری، ۸/۴۱۹، وما بعد: ”والذین یلمزون المطوعین من المومنین“... الخ؛ مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحمل اجرہ یدصدق بہا، کتاب التوبہ، باب حدیث توبۃ کعب۔

(۲۵۴) سورہ توبہ کی آیات مذکورہ بالا اور ان کی تفسیر میں احادیث بخاری، طبری، ابن کثیر وغیرہ، بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اتقوا النار ولولہ بشق تمرۃ؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام وغیرہ کی کتب سیرت میں عطایائے صحابہ کی تفصیل ہے: ملاحظہ ہو: فتح الباری، ۳/۳۵۷، وما بعد: حدیث: ۱۴۱۵، مع چار اطراف وغیرہ۔

(۲۵۵) عہد نبوی کا تمدن: بحث: اجماعی طعام خیر: مسجد میں کھانے کا اہتمام بحوالہ فتح الباری، ۱/۶۶۷-۶۶۹، بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب القسمۃ وتعلیق القنوفی المسجد، نسائی وغیرہ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں اس انتظام کے انفرادی تھے۔ احادیث کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ ہر حائظ (باغ ٹخیل) سے ایک خوشہ (التور العذق) مسجد میں ضرور لٹکایا جائے جس پر صحابہ کرام نے عمل کیا تھا۔

بعض دوسرے اشخاص نے ردی کھجوروں کے خوشے لٹکائیے جن کا ذکر بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب، حدیث: ۱۴۱۰؛ حدیث ابی داؤد، ۱۶۰۸، میں ہے، فتح الباری، ۳/۳۵۲-۳۵۱، وما بعد میں بحث ملاحظہ ہو۔

(۲۵۶) بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علیؓ، مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت بریدہؓ کا بغض علیؓ حب علیؓ میں بدل گیا تھا کیوں کہ صحابہ کرام آپس میں بغض و کینہ رکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ فتح

الباری، ۸۲/۸، وما بعد۔

(۲۵۷) بخاری، کتاب التفسیر، سورة البقرہ کے علاوہ یہ واقعہ کتاب الرهن فی الحضر، کتاب

الشہادات میں بھی ہے؛ مسلم، کتاب الایمان، باب وعید من اقتطع حق مسلم۔

(۲۵۸) مسلم، مذکورہ بالا کتاب و باب، حدیث حضرت وائل بن حجر کندی۔

(۲۵۹) مذکورہ بالا: مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت کا باب اول وغیرہ۔

(۲۶۰) بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیۃ؛ کتاب الجہاد، باب قول اللہ عزوجل:

من المومنین رجال صدقوا... الخ۔

(۲۶۱) بخاری، کتاب الصلوۃ، باب ذکر البیع والشرط علی المنبر، کتاب الفرائض، باب

اذا اسلم علی یدیہ رجل؛ کتاب البیوع، باب اذا اشترط... الخ؛ مسلم، کتاب العتق۔

(۲۶۲) مسلم، کتاب البیوع؛ باب بیع الطعام مثلاً بمثل۔

(۲۶۳) بخاری، کتاب المزارعہ، مختلف ابواب، کتاب الشریکۃ کے ابواب؛ باب المزارعۃ

بالشطر نحوہ بالخصوص؛ فتح الباری، ۱۳/۵-۲۸، وما بعد میں بہت سے احکام و مسائل زراعت

میں اور ان کے مختلف واقعات بھی؛ حدیث حضرت رافع: ۲۳۲۷، پر بحث حافظ ابن حجر عسقلانی۔

احادیث بخاری: ۲۳۳۹-۲۳۳۵، اہل مدینہ کی زراعت پر کافی قیمتی معلومات دیتی ہیں خاص کر یہ

کہ اکثر لوگ سبزی اگاتے تھے اور اپنی زرعی آراضی کرایے پر دیتے تھے۔ اجرت و کرایہ پر دینے کی

تمام روایات حضرت جابرؓ، عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ متعدد صحابہ سے مروی ہیں جب کہ ان کو کرایہ پر نہ

دینے کی روایات صرف حضرت رافعؓ اور ظہیرؓ سے مروی ہیں۔ ان دونوں سے جمہور صحابہ کرام کو

اختلاف رہا اور آراضی کرایے پر دینے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

(۲۶۴) بخاری، کتاب التفسیر، سورة النساء، کتاب الصلح؛ فتح الباری، ۳۰۰/۸، وما بعد،

۳۸۰/۵، وما بعد بالترتیب؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب اتباعہ ﷺ۔

حدیث بخاری: ۲۷۰۸ میں اس اختلاف صحابہ اور فیصلہ نبوی کی تفصیل ہے۔ دیے امام بخاری نے

اسے مختلف ابواب کتاب المساقاۃ میں سندوں کے ساتھ نقل کیا: ۲۳۵۹-۲۳۵۰ (شرح حافظ)

۲۳۶۲-۲۳۶۱

(۲۶۵) بخاری، کتاب الہبۃ، کتاب الشہادات؛ فتح الباری، ۲۶۰/۵، (باب الہبۃ للولد وغیرہ)

عہد نبوی میں اختلافات: جہات، نوعیتیں اور حل

وما بعد، ۳۱۸، وما بعد، مسلم، کتاب الہیات.

(۲۶۶) بخاری، کتاب التفسیر، سورة النور؛ فتح الباری، ۵۶۹/۸، وما بعد اس کا ذکر لعان کے واقعہ میں بھی آچکا ہے۔

(۲۶۷) بحث سے قبل حلف الفضول کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ بدوی اور اعرابی تاجر جو مکہ مکرمہ کے اکابر و شیوخ کے ہاتھوں استحصال اور ظلم و زیادتی کا شکار ہوتے رہتے تھے، ان کو اس ظلم سے بچایا جائے اور ان کا حق دلایا جائے، رسول اکرم ﷺ نے بعض بدوی اور انجسی تاجروں جیسے اراشی اور زبیدی وغیرہ کی فریاد پر مکہ مکرمہ کے بڑے سرداروں سے، جن میں ابو جہل اور امیہ بن خلف جیسے لوگ شامل تھے، ان کا مال واپس دلایا تھا یا ان کی قیمت ادا کرائی تھی۔ ملاحظہ کتب سیرت میں بحث حلف الفضول۔

(۲۶۸) بخاری، کتاب الجہاد، باب استیذان الرجل الامام، باب من ضرب دابة، باب الطعام عند القدوم کے علاوہ یہ حدیث واقعہ کتاب الوکالة اور کتاب النکاح میں بھی آیا ہے۔ مسلم، کتاب النکاح اور کتاب البیوع کے مختلف ابواب میں وہ مذکور ہے۔ فتح الباری کے متعلقہ مباحث بھی ملاحظہ ہوں۔

(۲۶۹) مکی اسوہ نبوی، باب ششم، ۲۱۱، وما بعد۔

رسول اکرم ﷺ کے شیوخ و اکابر قبائل عرب سے اسلام اور حمایت و نصرت کے توام مطالبہ کے واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۲۷۰) بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ؛ فتح الباری، ۱۷۸/۸، وما بعد، حدیث: ۴۴۴۷، بالخصوص نیز بخاری، کتاب الاستیذان، باب المعانقة.

منتخب کتابیات

اللہ تعالیٰ

قرآن مجید

بدائع الزهور فی وقائع الدهور و
بولاق ۱۳۱۱ھ

ابن ابی ایاس (محمد بن احمد، م ۹۳۰/۱۵۲۳)

شرح نهج البلاغة قاهرہ ۱۹۵۹ء
اسد الغابة تہران ۱۹۳۸ء

ابن ابی الحدید (عبد الحمید بن ہبۃ اللہ، م ۶۵۵/۱۲۵۹)
ابن اثیر (عز الدین علی بن محمد، م ۶۳۰/۱۲۳۳)

الکامل فی التاریخ بیروت ۱۹۶۵ء

السيرة النبوية رباط ۱۹۶۷ء

ابن اسحاق (محمد بن اسحاق، م ۱۵۰/۷۶۷)

کتاب الفتوح حیدرآباد ۱۹۶۸ء

ابن اثم کوفی (احمد بن عثمان، م ۳۱۳/۹۲۶)

جوامع الکلم الطیبة بیروت ۱۹۷۶ء

ابن تیمیہ (احمد بن عبد الحلیم، م ۶۵۲/۱۲۵۳)

مجموعة فتاوى شيخ الاسلام

احمد بن تیمیہ، مرتبہ عبد الرحمن

بن محمد الحسینی وغیرہ

المنتقى من اخبار المصطفى،

قاهرہ ۱۹۳۱ء

منهاج السنة قاهرہ ۱۹۵۸ء

سيرة عمر بن عبد العزيز، قاهرہ ۱۹۱۲ء

ابن الجوزی (عبد الرحمن بن علی، م ۵۹۷/۱۲۰۰)

صفة الصفوة حیدرآباد ۱۹۳۶ء

المنتظم فی التاریخ حیدرآباد ۱۹۳۹ء

- ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی، ۸۵۲/۱۳۳۸)
- الاصابة في تمييز الصحابة
قاہرہ ۱۹۳۸ء
- ابن حجر ہیثمی (احمد بن محمد، ۹۷۴/۱۵۶۶)
- تہذیب التہذیب حیدرآباد ۱۹۱۱ء
فتح الباری فی شرح البخاری
یولاق ۱۸۸۲ء؛ ریاض ۱۹۹۷ء
لسان المیزان حیدرآباد ۱۹۱۱ء
تطہیر الجنان، قاہرہ غیر مؤرخہ
الصواعق المحرقة بیروت ۱۹۶۵
- ابن حزم (علی بن احمد، ۴۵۶/۱۰۶۳)
- جمہرۃ انساب العرب، قاہرہ ۱۹۳۸ء
جوامع السیرۃ قاہرہ ۱۹۵۶ء
کتاب الفصل فی الملل والنحل،
قاہرہ ۱۹۰۳-۱۸۹۹ء
- ابن ضبیل (احمد بن محمد، ۲۴۱/۸۵۵)
- ابن خلدون (عبد الرحمن بن محمد، ۸۰۴/۱۴۰۶)
- المسند، قاہرہ ۱۹۳۹ء
کتاب العبر (تاریخ ابن خلدون)،
بیروت ۱۹۵۶ء
المقدمة مطبعة مصطفى محمد، قاہرہ
غیر مؤرخہ
- ابن خلکان (احمد بن محمد، ۶۸۱/۱۲۸۱)
- ابن دریدازدی (محمد بن حسن، ۳۲۱/۹۳۳)
- وفیات الاعیان، یولاق ۱۸۵۹ء
کتاب الاشتقاق، گوٹن ۱۸۵۳ء
قاہرہ ۱۹۵۸ء
- ابن سعد (محمد بن سعد، ۲۳۰/۸۴۵)
- ابن سید الناس (محمد بن محمد، ۷۳۴/۱۳۳۴)
- الطبقات الکبریٰ، بیروت ۵۸-۱۹۵۷ء
عیون الاثر فی فنون المغازی و
الشمائل والسير، قاہرہ ۱۹۳۷ء
کتاب الفخری، قاہرہ ۱۸۹۹ء
- ابن الطقطقی (محمد بن علی بن طباطبایا، ۷۰۹/۱۳۰۹)

- ابن طولون (محمد بن علی، م ۹۵۳/۱۵۳۲) قضاء دمشق الشام، دمشق ۱۹۵۶ء
- ابن عبد البر (یوسف بن عبد اللہ، م ۳۶۳/۱۲۶۰) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب حیدرآباد ۱۹۰۰ء
- ابن عبد الحکم (عبد الرحمن بن عبد اللہ، م ۲۵۹/۸۷۰) کتاب فتوح افريقيا والاندلس، الجیریا ۱۹۳۷ء
- ابن عبد الحکم (عبد اللہ، م ۲۱۳/۸۲۹) سيرة عمر بن عبد العزيز، قاہرہ ۱۹۲۷ء
- ابن عبد ربہ (احمد بن محمد، م ۳۲۸/۹۳۰) العقد الفريد، قاہرہ ۱۹۳۰ء
- ابن العربی (قاضی محمد بن عبد اللہ، م ۵۳۳/۱۱۰۸) احکام القرآن، قاہرہ ۱۹۵۷ء
- ابن عساکر دمشقی (علی بن حسن، م ۵۷۱/۱۱۷۶) تاریخ مدينه دمشق، دمشق ۱۹۵۱ء
- تا حال
- تہذیب التاریخ الكبير، دمشق ۳۲-۱۹۱۱ء
- ابن العماد حنبلی (عبد الحی بن محمد، م ۱۰۸۹/۱۶۸۷) شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، قاہرہ ۱۳۵۰ء
- ابن قتیبہ (عبد اللہ بن مسلم دینوری، م ۲۷۶/۸۸۹) الشعر والشعراء لانیژن ۱۹۰۲ء
- عیون الاخبار، قاہرہ ۱۹۲۵ء
- کتاب الامامة والسياسة قاہرہ ۱۹۲۵ء (منسوب)
- کتاب المعارف، قاہرہ ۱۹۶۰ء
- ابن قیم الجوزیہ (محمد بن ابوبکر، م ۷۵۱/۱۳۵۰) اعلام الموقعین عن رب العلمین قاہرہ غیر مؤرخہ
- بلوغ السؤل فی اقضية الرسول الہند ۱۸۷۵ء
- زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، قاہرہ ۱۹۷۱ء

المنار المنيف فى الصحيح

والضعيف طبع ۱۹۷۰ء

البداية والنهاية، قاہرہ ۱۹۳۲ء

السيرة النبوية، بيروت ۱۹۸۳ء

الفصول فى سيرة الرسول،

دمشق ۳-۱۴۰۲ھ

كتاب الاصفام، لہرگ ۱۹۳۱ء

السنن، قاہرہ ۱۹۵۲ء

طبقات المعتزلة بيروت ۱۹۶۱ء

لسان العرب، بيروت ۶-۱۹۵۵ء

الفهرست، قاہرہ ۱۹۶۸ء؛ اردو

ترجمہ، لاہور ۱۹۸۸ء

السيرة النبوية، قاہرہ ۱۹۲۵ء

كتاب الاخبار الطوال، لائیڈن ۱۸۸۸ء

السنن، قاہرہ ۱۹۳۲ء

سيرة رسول الله ﷺ وتاريخ

الخلفاء الراشدين، دمشق ۱۹۸۰ء

كتاب الاموال، قاہرہ ۱۹۳۳ء

كتاب الاغانى، لائیڈن ۱۹۰۰ء

مقاتل الطالبين، نجف ۱۹۳۳ء، ۱۹۵۶ء

حلية الاولياء، قاہرہ ۳۸-۱۹۳۲ء

دلائل النبوة حيدرآباد دکن ۱۹۵۰ء

كتاب الخراج، قاہرہ ۱۹۳۳ء

اخبار مكة المشرفة، بيروت ۱۹۶۳ء

ابن كثير (اسمعیل بن عمر، م ۴۷۷/۱۳۷۳)

ابن الکثیر (ہشام بن محمد، م ۴۰۴/۸۱۶)

ابن ماجہ (محمد بن یزید، م ۲۷۳/۸۸۲)

ابن مرتضیٰ (احمد بن یحییٰ، م ۸۴۰/۱۳۳۷)

ابن منظور (محمد بن مکرم، م ۷۱۱/۱۳۱۱)

ابن الندیم (محمد بن اسحاق، م ۲۳۵/۸۴۹)

ابن ہشام (عبدالملک بن ہشام، م ۲۱۸/۸۳۳)

ابو حنیفہ دینوری (احمد بن داؤد، م ۲۸۲/۸۹۵)

ابوداؤد (سليمان بن الاثعث، م ۲۷۵/۸۸۸)

ابوزرعہ دمشقی (عبدالرحمن بن عامر، م ۲۸۲/۸۹۵)

ابوعبید قاسم بن سلام (م ۲۲۴/۸۳۶)

ابوالفرج اصفہانی (علی بن حسین، م ۳۵۶/۹۶۹)

ابونعیم اصفہانی (احمد بن عبد اللہ، م ۳۳۰/۱۰۳۹)

ابویوسف (یعقوب بن ابراہیم، م ۱۸۲/۸۹۸)

ازرقی (محمد بن عبد اللہ، م ۲۴۴/۸۵۸)

- اشعری (علی بن اسماعیل، م ۳۳۰/۹۴۱) مقالات الاسلامیین واختلاف المسلمین، استانبول ۱۹۳۰ء
- بخاری (محمد بن اسماعیل، م ۲۵۶/۸۷۰) التاريخ الكبير، حیدرآباد دکن ۱۹۴۱ء
- الجامع الصحيح، قاہرہ ۱۹۵۵ء
- بغدادی (عبد القاہر بن طاہر، م ۳۲۹/۱۰۳۷) الفرق بین الفرق، قاہرہ ۱۹۱۰ء
- بغدادی (محمد بن حبیب، م ۲۴۵/۸۴۹) کتاب المحبر، حیدرآباد دکن ۱۹۴۲ء
- کتاب المنقح، حیدرآباد دکن ۱۹۶۳ء
- بلاذری (احمد بن یحییٰ بن جابر، م ۲۷۹/۸۹۲) انساب الاشراف اول قاہرہ ۱۹۵۹ء
- بروٹلم، چہارم ۱۹۳۸ء؛ پنجم ۱۹۳۶ء
- فتوح البلدان، قاہرہ ۱۹۳۲ء
- ترمذی (محمد بن عیسیٰ، م ۲۷۹/۸۹۲) الجامع الصحيح، حمص، ۷۱-۱۹۶۹ء
- الشمائل النبویہ، قاہرہ ۱۸۶۳ء وما بعد
- البيان والتبيين، قاہرہ ۱۹۴۸ء
- رسالة فی تفضیل بنی ہاشم قاہرہ ۱۹۳۱ء
- العثمانية قاہرہ ۱۹۵۸ء
- کتاب البخلاء قاہرہ ۱۹۵۸ء
- طبقات فحول الشعراء قاہرہ ۱۹۵۲ء
- کتاب الوزراء والکتب، قاہرہ ۱۹۳۸ء
- انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون، (سیرت حلبیہ) قاہرہ ۱۹۶۴ء
- کتاب التاريخ، دمشق ۱۹۶۷ء
- کتاب الطبقات، دمشق ۶۷-۱۹۶۶ء
- الخمیس فی احوال انفس النفیس، دیار بکری (حسین بن محمد، م ۹۶۶/۱۵۵۹)
- تجلی (محمد بن سلام، م ۲۳۱/۸۴۵) جہیاری (محمد بن عبدوس، م ۳۳۱/۹۴۲)
- طبری (علی بن برہان الدین، م ۱۰۴۳/۱۶۳۴)
- خلفیہ بن خیاط (م ۲۴۰/۸۵۴)

- قاہرہ ۱۸۸۵ء
- ذہبی (محمد بن احمد، م ۷۳۸/۱۳۴۷)
- تاریخ الاسلام، قاہرہ ۱۹۷۳ء
- تذکرۃ الحفاظ، حیدرآباد دکن ۱۵-۱۹۱۳ء
- میزان الاعتدال، قاہرہ ۱۹۱۰ء
- نسب قریش، قاہرہ ۱۹۵۳ء
- زبیری (مصعب بن عبد اللہ، م ۲۳۶/۸۵۱)
- وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ،
- سمودی (علی بن عبد اللہ، م ۹۱۱/۱۵۰۵)
- قاہرہ ۹-۱۹۰۸ء
- الروض الانف، قاہرہ (غیر مؤرخہ)
- سبیل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ
- سبلی (عبد الرحمن بن عبد اللہ، م ۵۸۱/۱۱۸۵)
- خیر العباد (سیرۃ شامی)، قاہرہ ۱۹۷۵ء
- شامی (محمد بن یوسف دمشقی، م ۹۳۲/۱۵۳۵)
- تاریخ الرسل والملوک،
- طبری (محمد بن جریر، م ۳۱۰/۹۲۳)
- (تاریخ طبری)، قاہرہ ۱۹۶۰ء
- تہذیب الآثار، ریاض ۱۹۸۲ء
- جامع البیان عن تاویل آی القرآن
- (تفسیر طبری)، قاہرہ ۱۹۶۰ء
- المنتقى فی اخبار ام القرئ
- فابی (محمد بن اسحاق، م ۲۷۲/۸۸۶)
- بیروت ۱۹۶۳ء
- الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ،
- قاضی عیاض (بن موسیٰ شہسہی، م ۵۳۲/۱۱۳۷)
- قاہرہ ۱۹۵۰ء
- معرفة اخبار الرجال، کربلا ۱۹۶۲ء
- الاكتفاء فی مغازی المصطفیٰ
- کاشی (محمد بن عمر، م ۱۰۳/۱۷۰)
- کلاعی (سلیمان بن موسیٰ، م ۶۳۲/۱۲۳۶)
- والثلاثة الخلفاء، قاہرہ ۱۹۷۰ء
- کتاب الامراء والولاة والقضاة
- کندی (محمد بن یوسف، م ۳۵۰/۹۶۱)
- لائڈن ۱۹۱۲ء

- ولاۃ مصر، بیروت ۱۹۵۹ء
- الموطا، قاہرہ ۱۹۵۱ء
- الاحکام السلطانیۃ، قاہرہ ۱۸۸۱ء
- کتاب التنبیہ والاشراف، لائیڈن ۱۸۹۳ء
- مروج الذهب، قاہرہ ۱۹۲۷ء
- الجامع الصحیح، قاہرہ ۱۹۵۵ء
- امتاع الاسماع، قاہرہ ۱۹۳۱ء
- السنن، کانپور ۱۸۸۲ء
- ریاض الصالحین، دمشق ۱۹۷۶ء
- شرح صحیح مسلم، قاہرہ ۱۹۲۸ء
- کتاب المغازی، لندن ۱۹۶۶ء
- ازالۃ الخفاء عن خلافة الخلفاء،
- سمیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۷۶ء
- حجة الله البالغة کتاب خانہ رشیدیہ
- دہلی ۱۹۵۳ء؛ المکتبۃ السلفیہ،
- لاہور غیر مؤرخہ
- فتح الرحمن بترجمة القرآن، لاہور وغیرہ
- ارشاد الاریب، لائیڈن ۳۱-۱۹۰۷ء
- معجم البلدان، بیروت ۱۹۵۶ء
- کتاب الخراج، لائیڈن ۱۸۹۶ء
- تاریخ الیعقوبی، بیروت ۱۹۶۰ء
- کتاب البلدان، لائیڈن ۱۸۶۰ء،
- قاہرہ ۱۹۵۵ء
- مالک بن انس (م ۷۹/۷۹۵ء)
- ماوردی (علی بن محمد، م ۳۵۰/۱۰۵۸ء)
- مسعودی (علی بن حسین، م ۳۳۵/۹۵۶ء)
- مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱/۸۷۵ء)
- مقریزی (احمد بن علی، م ۸۳۵/۱۳۳۲ء)
- نسائی (احمد بن شعیب، م ۲۰۳/۹۱۵ء)
- نودی (یحییٰ بن شرف الدین، م ۶۷۶/۱۲۷۷ء)
- واقفی (محمد بن عمر، م ۲۰۷/۸۲۲ء)
- ولی اللہ دہلوی (م ۶۷۶/۱۱۷۷ء)
- یاقوت حمودی (م ۶۲۶/۱۲۴۹ء)
- یحییٰ بن آدم (م ۲۰۳/۸۱۸ء)
- یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب، م ۲۸۳/۸۹۷ء)

اہم ثانوی کتابیں

- ابوالکلام آزاد
احمد امین
اکرم ضیاء عمری
- رسول رحمت، دہلی ۱۹۸۲ء
فجر الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۳ء
ضحی الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۳ء
المجتمع المدني في عهد النبوة
مدینہ ۱۹۸۳ء
- السيرة النبوية الصحيحة، قطر ۱۹۹۱ء
Conversion and Poll-Tax
in Early Islam، کیمبرج ۱۹۵۰ء
اردو ترجمہ از غلام رسول مہر، لاہور ۱۹۷۱ء
Slave Soldiers and Islam,
ڈینیل پائپس (Daniel Pipes)
ریوبن لیوی (Ruben Levy)
- سید امیر علی
سید سلیمان ندوی
- A Short History of the
Saracens، لندن ۱۹۵۱ء
سیرۃ النبی، دار المصنفین، اعظم گڑھ
۱۹۷۶ء جلد سوم تا جلد ہفتم

- شاہ محمد سلیمان منصور پوری رحمة للعالمین، دہلی ۱۹۸۰ء
- شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ اسلام، اعظم گڑھ ۱۹۵۳ء
- شبلی نعمانی سیرۃ النبی، اعظم گڑھ ۱۹۷۶ء
- (اول، دوم)
- القاروق، دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۹۳ء
- صالح احمد علی تنظیمات الرسول الاداریۃ فی
- المدینۃ، بغداد ۱۹۶۰ء
- عبدالعزیز دوری بحث فی نشأة علم التاريخ
- عند العرب، بیروت ۱۹۶۰ء
- فراز روزنتھال (Franz Rosenthal) History of Muslim
- Historiography، لائیڈن ۱۹۵۲ء
- فرانسکو جبریلی اے شارٹ ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۶۵ء
- قلب کے ہٹی (P.K.Hitti) دی ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۲۹ء
- مارگولیتھ، ڈی، ایس محمد اینڈ رائز آف اسلام، لندن ۱۹۰۵ء
- محمد ادریس کاندھلوی سیرۃ المصطفیٰ، دیوبند، غیر مؤرخہ
- محمد حسین بیگل حیاۃ محمد ﷺ، قاہرہ ۱۹۵۲ء
- محمد حمید اللہ عہد نبوی کا نظام حکمرانی، حیدر آباد ۱۹۳۹ء
- محمد رسول اللہ، لاہور ۱۹۸۲ء (اردو؛ انگریزی)
- نبی اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی ۱۹۳۹ء
- محمد یسین مظہر صدیقی تاریخ تہذیب اسلامی، نئی دہلی، جلد
- اول ۱۹۹۳ء، جلد دوم ۱۹۹۸ء
- عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت،
- دہلی ۱۹۸۸ء

Organisation of Government

Under the Prophet ﷺ

دہلی ۱۹۸۷ء، لاہور ۱۹۸۸ء

مقالات سیرت، جرائد و رسائل

Arab Kingdom and its Fall,

ولہاسن (Wellhausen)

لندن ۱۹۷۳ء

محمد ایٹ مکہ، آکسفورڈ ۱۹۵۳ء؛

ولیم موٹکمری واٹ (W.M. Watt)

محمد ایٹ مدینہ، آکسفورڈ ۱۹۵۶ء

دی لائف آف محمد، ایڈنبرا ۱۹۲۳ء

ولیم میور (William Muir)

The Caliphate، بیروت ۱۹۶۳ء



28729

ہماری دیگر کتب

- سیرت نبویؐ پر اعتراضات کا جائزہ
- خطبات و مقالات سیرت
- ربیع الاول کے واقعات
- مرقع سیرت
- عہد نبویؐ کا تمدن (صدارتی ایوارڈ یافتہ)
- محمد ﷺ پیغمبر اسلام کی سوانح حیات (ایوارڈ یافتہ)
- سیرت خاتم النبیین ﷺ (رابطہ عالمی اسلامی ایوارڈ یافتہ)
- حیاتی حضورؐ (پنجابی ایوارڈ یافتہ)
- اسلام پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر
- سیرت النبیؐ اور مستشرقین
- علوم اسلام اور مستشرقین
- محمد ﷺ پیغمبر عہد رواں
- حیات سرویکانات
- ڈاکٹر محمد شمیم اختر قاسمی
- پروفیسر عبدالجبار شاہ
- پروفیسر عبدالجبار شاہ
- پروفیسر عبدالجبار شاہ
- پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین مظہر صدیقی
- کیرن آرم سٹراٹگ
- ڈاکٹر ماجد علی خان
- اصغر علی جاوید
- ڈاکٹر سید عبدالقادر جیلانی
- رسالہ معارف سے ماخوذ
- ڈاکٹر محمد ثناء اللہ ندوی
- کیرن آرم سٹراٹگ
- نلوا واحدی دہلوی

Printed by: (P.O. Box 343) MUHAMMAD AHMAD

297.63

م 616 ع



کتاب سرائے



پیشہ و فنی بیورو مشین کتب خانہ جامعہ
 الحمد للہ کتب غزنی شریعت اردو بازار لاہور - پاکستان
 فون: 0092-42-37239884-37320318
 ای میل: kitabsaray@hotmail.com

اردو بازار منڈی پور پاکستان، کراچی۔
 فون: 32212991-32629724